تنظیم المدارس (اہلِ سنت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

سوالیہ پرچہ کے ساتھ

برائے طلباء

نورانی گائیڈ

حل شدہ پرچہ جات

درجہ عالمیہ

2

مفتی محمد احمد نورانی دامت برکاتہم عالیہ

شبیر برادرز
اردو بازار ۰ لاہور

ترتیب

عرضِ ناشر

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

نَحۡمَدُہٗ وَنُصَلِّیۡ وَنُسَلِّمُ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ!

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہِ وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہِ

ہمارے ادارہ کے قیام کے بنیادی مقاصد میں سے ایک یہ بھی تھا کہ قرآن کریم کے تراجم وتفاسیر' کتب احادیث نبوی کے تراجم وشروحات' کتب فقہ کے تراجم وشروحات' کتب درس نظامی کے تراجم وشروحات اور بالخصوص نصاب تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے تراجم وشروحات کو معیاری طباعت اور مناسب داموں میں خواص وعوام اور طلباء وطالبات کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ مختصر عرصہ کی مخلصانہ سعی سے اس مقصد میں ہم کس حد تک کامیاب ہوئے ہیں؟ یہ بات ہم قارئین پر چھوڑتے ہیں۔ تاہم بطور فخر نہیں بلکہ تحدیث نعمت کے طور پر ہم اس حقیقت کا اظہار ضرور کریں گے کہ وطن عزیز پاکستان کا کوئی جامعہ' کوئی لائبریری' کوئی مدرسہ اور کوئی ادارہ ایسا نہیں ہے جہاں ہماری مطبوعات موجود نہ ہوں۔ فالحمد للہ علی ذلک

علوم وفنون کی اشاعت کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ طلباء وطالبات کی آسانی اور امتحان میں کامیابی کے لیے تنظیم المدارس (اہل سنت) پاکستان کے سابقہ پرچہ جات حل کر کے پیش کیے جائیں۔ اس وقت ہم "نورانی گائیڈ (حل شدہ پرچہ جات)" کے نام سے تمام درجات کی طالبات کے لیے علمی تحفہ پیش کر رہے ہیں' جو ہمارے قلمی معاون جناب مفتی محمد احمد نورانی صاحب کے قلم کا شاہکار ہے۔ نصابی کتب کا درس لینے کے بعد اس حل شدہ پرچہ جات کا مطالعہ سونے پر سہاگہ کے مترادف ہے اور یقینی کامیابی کا ضامن ہے۔ اس کے مطالعہ سے ایک طرف تنظیم المدارس کے پرچہ جات کا خاکہ سامنے آئے گا اور دوسری طرف ان کے حل کرنے کی عملی مشق حاصل ہوگی۔ اگر آپ ہماری اس کاوش کے حوالے سے اپنی قیمتی آراء دینا پسند کریں' تو ہم ان آراء کا احترام کریں گے۔

آپ کا مخلص: شبیر حسین

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربیة والاسلامیة

"السنة الثانیة" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الأولی: لصحیح البخاری﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الأول اجباری ولك الخیار فی البواقی أن تجیب عن الثلثة

السوال الأول: عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما أن رسول الله صلی الله علیه وسلم مر علی رجل من الأنصار وهو یعظ أخاه فی الحیاء فقال رسول الله صلی الله علیه وسلم دعه فان الحیاء من الایمان .

(۱) ترجم الحدیث الی الأردیة وبین أن "دعه" أیة صیغة وأی قسم من الأقسام السبعة الصرفیة؟ (۱۰)

(۲) عرف الحیاء وفصل معنی قوله "وهو یعظ أخاه فی الحیاء"؟ (۷)

(۳) من هم الأنصار ولم سموا بهذا الاسم؟ اذکر خمسة أسماء للصحابة من الأنصار؟ (۸)

السوال الثانی: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من یرد الله به خیرا یفقهه فی الدین وانما أنا قاسم والله یعطی ولن تزال هذه الأمة قائمة علی أمر الله لا یضرهم من خالفهم حتی یأتی أمر الله .

(۱) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟ (۱۰)

(٢) بین علاقة قوله صلى الله عليه وسلم "انما أنا قاسم" بما قبله؟ (٥)

(٣) ما المراد "هذه الأمة"؟ جميع الامة أو جماعة مخصوصة؟ وعلى الثاني عين تلك الجماعة؟ (١٠)

السوال الثالث: ان النبي صلى الله عليه وسلم يصلي من الليل مثنى مثنى ويوتر بركعة .

(١) ترجم الحديث الى الأردية ؟ (٥)

(٢) اكتب اختلاف الائمة الأربعة في عدد ركعات الوتر مع دلائلهم؟ (١٠)

(٣) أيد مذهبك بالدلائل القوية!؟ (٥)

(٤) أجب عن الحديث المذكور في السوال ما يوافق مذهبك؟ (٥)

السوال الرابع: عن جبير بن مطعم قال أضللت بعيرا لي فذهبت بعرفة فقلت هذا والله من الحمس فما شانه ههنا؟

(١) ترجم الحديث الى الأردية وبين مراد الجملة المخطوط عليها؟ (١٠)

(٢) كم حجة حج النبي صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة وبعدها؟ وأيضا اذكر تعداد عمراته صلى الله عليه وسلم؟ (١٠)

(٣) لم سميت قريش بالحمس؟ (٥)

السوال الخامس: عن أنس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم نعى جعفر او زيد اقبل أن يحيئي خبرهما وعيناه تذرفان .

(١) ترجم الحديث الى الأردية؟ (٥)

(٢) اذكر أحوال جعفر وزيد نسبا وشرافة وفي أية غزوة استشهدا؟ (١٠)

(٣) في هذا الحديث معجزة للنبي صلى الله عليه وسلم، ماهي؟ أوضحها؟ (١٠)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ اول: صحیح بخاری﴾

سوال نمبر1: عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم مر على رجل من الأنصار وهو يعظ أخاه في الحياء فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم دعه فان الحياء من الايمان .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين أن "دعه" أية صيغة وأى قسم من الأقسام السبعة الصرفية ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، "دعہ" کون سا صیغہ ہے اور ہفت اقسام میں سے یہ کیا ہے؟)

(ب) عرف الحياء وفصل معنى قوله "وهو يعظ أخاه في الحياء"

(حیاء کی تعریف کریں اور "وهو يعظ اخاه في الحياء" کا تفصیلی مفہوم بیان کریں؟)

(ج) من هم الأنصار ولم سموا بهذا الاسم؟ اذكر خمسة أسماء للصحابة من الأنصار؟

(انصار کون ہیں اور ان کا یہ نام کیوں رکھا گیا ہے؟ انصار صحابہ سے پانچ کے اسماء گرامی تحریر کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک انصاری صحابی کے پاس سے گزرے جو اپنے بھائی کو "حیاء" کے بارے میں پند و

نصیحت کر رہا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: تو اسے چھوڑ، کیونکہ حیاء ایمان کا حصہ ہے۔

لفظ "دعــه" صیغہ اور اس کا ہفت اقسام سے تعلق: لفظ "دَعْ" صیغہ واحد مذکر، فعل امر حاضر معروف ثلاثی مجرد، ہفت اقسام سے، ناقص یائی باب نَصَرَ يَنْصُرُ۔ انت ضمیر اس میں پوشیدہ ہے جو فاعل ہے اور "ہ" ضمیر منصوب محلاً مفعول بہ ہے۔ فعل اپنے فاعل اور مفعول سے مل کر جملہ فعلیہ انشائیہ ہوا۔

(ب) حیاء کی تعریف اور "وهو يعظ اخاه في الحياء" کا مفہوم:

حیاء کا لغوی معنیٰ ہے: ملامت کرنا، سرزنش کرنا، خوفزدہ ہونا۔ اصطلاحی معنیٰ ہے: معصیت و نافرمانی کے کاموں سے دور رہنا اور ان کا ارتکاب نہ کرنا۔

ہر مسلمان خود بے حیائی اور برے امور سے اپنے آپ کو بچاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو بالخصوص بھائیوں کو اس سے دور رہنے کی تلقین کرتا ہے، تاکہ اسلامی معاشرہ کے وہ مہذب افراد بن جائیں اور باعزت زندگی گزار سکیں۔ اسی مقصد کے پیش نظر ایک انصاری صحابی اپنے بھائی کو "حیاء" کے بارے میں سخت الفاظ میں نصیحت کر رہے تھے۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس بارے میں شدید الفاظ اور گرفت کرتے ہوئے سماعت فرمایا تو فرمایا: تم اپنے بھائی کو اپنی حالت پر چھوڑ دو، جب یہ صاحب ایمان ہیں تو صاحب حیاء بھی بن جائیں گے، کیونکہ ایمان اور حیاء دونوں معارض اشیاء نہیں ہیں بلکہ حیاء، ایمان کا حصہ ہے۔

(ج) انصار کی وجہ تسمیہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کو دو حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: (۱) مہاجرین: یہ وہ لوگ ہیں جو مکہ چھوڑ کر اور عازم ہجرت ہو کر مدینہ طیبہ آ گئے، تاکہ کفار کے مظالم اور ان کی عداوتی کارروائی سے محفوظ رہ سکیں۔ (۲) انصار: یہ وہ لوگ ہیں جو مدینہ طیبہ کے رہنے والے تھے اور انہوں نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی دل کھول کر معاونت کی اور انہیں اپنے

پاؤں پر کھڑا کرنے کی کوشش کی۔ چونکہ انصار نے اپنے مہاجرین بھائیوں کی خوب مدد کی تھی، اسی وجہ سے انہیں "انصار" کہا جاتا ہے۔

پانچ انصار صحابہ کے اسماء گرامی: انصاری صحابہ کی تعداد ہزاروں تک پہنچتی ہے، ان میں سے پانچ کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ

۲- حضرت طلحہ انصاری رضی اللہ عنہ

۳- حضرت سعد بن ربیع رضی اللہ عنہ

۴- حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ

۵- حضرت زبیر رضی اللہ عنہ

سوال نمبر2: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ يُّرِدِ اللهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ وَاِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّاللهُ يُعْطِيْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰى اَمْرِ اللهِ لَا يَضُرُّهُمْ مَّنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰى يَاْتِيَ اَمْرُ اللهِ.

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية

(حدیث پر اعراب لگائیں، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بين علاقة قوله صلى الله عليه وسلم "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ" بما قبله.

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ" کا ماقبل سے تعلق واضح کریں؟)

(ج) ما المراد بـ "هذه الأمة"؟ جميع الامة أو جماعة مخصوصة؟ وعلى الثاني عين تلك الجماعة؟

("هــذه الامة" سے مراد تمام امت ہے یا خاص جماعت ہے؟ بر تقدیر ثانی اس کا تعین کریں؟)

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جس آدمی سے بھلائی کا ارادہ فرماتا ہے، اسے دین کی سمجھ عطا کرتا ہے۔ بیشک میں تقسیم کرنے والا ہوں اور اللہ تعالیٰ عطا کرنے والا ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے حکم پر کاربند رہے گی اور اس کا دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا، یہاں تک کہ اللہ کا حکم آجائے گا۔ (یعنی قیامت قائم ہو جائے گی)

(ب) "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ" کا ماقبل سے تعلق:

عبارت "اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ" کا ماقبل سے دو طرح سے تعلق ہو سکتا ہے: (۱) ایک جملے کا دوسرے جملے پر عطف ہے۔ پہلے جملہ میں یہ مضمون بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ جس آدمی سے بھلائی کا ارادہ کرتا ہے، اسے دین کی دولت سے سرفراز فرماتا ہے۔ دوسرے جملے میں یہ فرمایا جا رہا ہے کہ جس طرح اللہ تعالیٰ کی عنایات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اسی طرح میں اللہ تعالیٰ کی عنایات اور فضل و کرم سے تقسیم کاری میں مصروف عمل ہوں۔ پہلے جملے میں مفعول متعین ہے کہ دین و بھلائی کی دولت عطا کی جاتی ہے لیکن تقسیم کاری میں مفعول کا تذکرہ ہی نہیں ہے تاکہ عطاء اور تقسیم کاری ہر چیز کو شامل ہو جائے۔ (۲) ایک واقعہ کا دوسرے واقعہ پر عطف ہے یعنی پہلے عطاء الٰہی کا ذکر ہوا ہے اور اب عطاء مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا تذکرہ ہے۔

(ج) "هٰذِهِ الْاُمَّةِ" سے مراد:

زیر بحث حدیث میں یہ مضمون بیان ہوا ہے کہ یہ امت بھلائی پر قائم رہے گی اور دشمن اسے نقصان نہیں پہنچا سکے گا۔ اس امت سے مراد پوری امت نہیں ہے، کیونکہ امت میں تو امت دعوت بھی شامل ہے۔ امت سے مراد جماعت ہے اور جماعت سے بھی "سواد اعظم" مراد ہے۔ اس کے بارے میں فرمایا: "اتبعوا السواد الاعظم" اس سے مراد اہل سنت و جماعت ہیں۔

سوال نمبر3: ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یصلی من اللیل مثنی مثنی ویوتر برکعة۔

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟
(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)
(ب) اکتب اختلاف الائمة الأربعة فی عدد رکعات الوتر مع دلائلهم؟
(نماز وتر کی تعداد رکعات کے حوالے سے مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)
(ج) أید مذهبك بالدلائل القویة؟
(آپ اپنے مذہب کو قوی دلائل سے بیان کریں؟)
(د) أجب عن الحدیث المذکور فی السوال ما یوافق مذهبك۔
(مذکورہ حدیث کا اپنے مذہب کے مطابق جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دو، دو رکعت نماز ادا فرماتے پھر ایک رکعت کے ساتھ وتر بنا لیتے تھے۔

(ب) نماز وتر میں تعداد رکعات کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

نماز وتر کی تعداد رکعات کتنی ہے؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز وتر کی رکعات تین ہیں، جو دو تشہد اور ایک سلام کے پڑھی جاتی ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت ہے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر کی دو رکعات پر سلام نہیں پھیرتے تھے۔

(ii) آپ کی ہی روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے اور آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(iii) حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات وتر ادا کرتے تھے، پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الخ، دوسری رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ۝ الخ اور تیسری رکعت میں سورہ اخلاص کی قرأت کرتے تھے۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر ایک رکعت سے گیارہ رکعت تک ہے۔ تاہم تین رکعت اور دو سلام کے ساتھ ادا کرنا افضل ہے۔ ان کے دلائل مندرجہ ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نماز وتر ایک رکعت ہے جو رات کے آخری حصہ میں ادا کی جاتی ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے: ان سے دریافت کیا گیا کہ کیا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے نماز وتر ایک رکعت پڑھی تھی؟ آپ نے جواب میں فرمایا: ہاں، لیکن وہ فقیہ شخص تھے۔

(iii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دو رکعت نماز پڑھتے تھے جبکہ نماز وتر ایک رکعت پڑھتے تھے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں:

(الف) دوگانہ نماز کے ساتھ مزید ایک رکعت ملا کر تین رکعت نماز وتر بنائی جاتی تھی۔

(ب) دو رکعت کے ساتھ مزید ایک رکعت شامل کر کے تین رکعت نماز وتر بنالی جاتی تھی۔

(ج) مجتہد ہونے کی وجہ سے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو امتیاز حاصل تھا۔

(ج) مذہب و دلائل:

ہمارا مذہب عیاں ہے کہ نماز وتر تین رکعات ہیں، جو دو تشہد اور ایک سلام کے ساتھ ادا کیے جاتے ہیں۔ ہمارے مذہب کی تائید عمل صحابہ سے بھی ہوتی ہے جو آپ صلی اللہ علیہ

وسلم کے اولین تلامذہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ تین رکعت نماز وتر ادا کرتے تھے۔ پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الخ، دوسری رکعت میں سورہ کافرون اور تیسری میں سورہ اخلاص کی قرأت فرماتے تھے۔

(د) حدیث مذکور کے حوالے سے سوال اور اس کا جواب:

حدیث مذکور سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت نماز ادا کرتے تھے لیکن وتر ایک رکعت پڑھتے؟ اس کا مطلب یہ ہے آپ صلی اللہ علیہ وسلم دو رکعت کے ساتھ مزید ایک ملا کر تین رکعت بنا لیتے تھے۔

سوال نمبر 4: عن جبير بن مطعم قال أضللت بعيرا الى فذهبت بعرفة فقلت هذا والله من الحمس فما شانه ههنا؟

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين مراد الجملة المخطوط عليها.

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ اور خط کشیدہ جملہ کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) كم حجة حج النبي صلى الله عليه وسلم قبل الهجرة وبعدها؟ وأيضا اذكر تعداد عمراته صلى الله عليه وسلم؟

(ہجرت سے قبل اور بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے؟ نیز آپ کے عمروں کی تعداد بتائیں؟)

(ج) لم سميت قريش بالحمس؟

(قریش کو "حمس" کے نام سے کیوں پکارا جاتا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: ایک دفعہ میری بکری گم ہوگئی، میں (تلاش کرتا ہوا) عرفات میں پہنچا (وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے) میں نے کہا: اللہ کی قسم! یہ قریش سے ہیں۔ (یارسول اللہ) آپ یہاں کیسے تشریف فرما ہیں؟

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

اَضْلَلْتُ: صیغہ واحد متکلم فعل ماضی معروف، ثلاثی مزید فیہ، باب افعال۔ گم کرنا، گم پانا، دستیاب نہ ہونا۔

بعرفۃ: اس کی جمع عرفات آتی ہے، میدان کا نام جو مکہ معظمہ سے چند میل کے فاصلہ پر واقع ہے۔ حجاج کرام یہاں قیام کرتے ہیں اور یہ قیام حج کا رکن اعظم ہے۔ عرفہ کا معنیٰ ہے پہچاننا، زمین پر نزول کے بعد حضرت آدمؑ اور حضرت اماں حوا رضی اللہ عنہ کی یہاں ملاقات ہوئی اور باہم انہوں نے پہچان لیا۔ اسی مناسبت سے اس میدان کو عرفات یا عرفہ کہا جاتا ہے۔

الحمس: اس کا لغوی معنیٰ ہے: بہادری، شجاعت، دلیری۔ چونکہ قریش کے لوگ بھی بہادر و شجاع تھے، اس لیے ان کے لیے لفظ ''حمس'' استعمال کیا جاتا ہے۔

(ب) ہجرت سے قبل اور ہجرت کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجوں کی تعداد:

ہجرت سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی حج نہیں کیا تھا لیکن ہجرت کے بعد آپ نے ایک حج کیا تھا۔ آپ کے اس حج کو ''حجۃ الوداع'' کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، کیونکہ آپ کی زندگی کا یہ پہلا اور آخری حج تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عمروں کی تعداد: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کل چار عمرے ادا فرمائے تھے۔ (۱) ۶ھ میں حدیبیہ کے سال ذی القعدہ میں۔ (۲) آئندہ سال ذی القعدہ میں عمرہ کیا، جسے عمرۃ القضاء سے یاد کیا جاتا ہے۔ (۳) ۸ھ میں فتح مکہ کے موقع پر ادا کیا۔ (۴) ۱۰ھ میں حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا تھا۔

(ج) قریش کو ''حمس'' نام سے یاد کرنے کی وجہ

لفظ ''حمس'' سے مراد ہے: بہادر، دلیر، شجاع۔ قریش کے لوگ بھی بہت سی خوبیوں کے مالک تھے اور بہادری کی خوبی یا وصف ان میں کمال درجہ کا پایا جاتا تھا، اسی مناسبت سے انہیں ''حمس'' کہہ کر پکارا جاتا تھا۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بھی قریش سے متعلق تھے،

اس لیے حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ نے بھی آپ کے لیے لفظ ''حمس'' استعمال کیا تھا۔

سوال نمبر5: عن أنس بن مالك أن النبي صلى الله عليه وسلم نعى جعفر/ او زيد اقبل أن يجيئي خبرهما وعيناه تذرفان .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية!

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر أحوال جعفر وزيد نسبا وشرافة وفي أية غزوة استشهدا؟

(حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے حالات، نسب و شرافت بیان کریں؟ نیز بتائیں کہ وہ کون سے غزوہ میں شہید ہوئے تھے؟)

(ج) في هذا الحديث معجزة للنبي صلى الله عليه وسلم، ماهي؟ أوضحها؟

(اس حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک معجزہ بھی ہے، بتائیں وہ کون سا معجزہ ہے اور اس کی وضاحت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خبر شہادت آنے سے قبل ان کے بارے میں بتادیا تھا اور اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(ب) حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے حالات:

حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ عنہما کے حالات زندگی درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جعفر رضی اللہ عنہ:

آپ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا زاد بھائی اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حقیقی بھائی تھے۔ خاندان قریش کے چشم و چراغ ہونے کا شرف رکھتے تھے۔ آپ کا شجرہ نسب یوں

ہے: جعفر بن ابی طالب بن عبدالمطلب بن ہاشم بن عبد مناف بن قصی القرشی الہاشمی رضی اللہ عنہ۔ آپ کی کنیت ابو عبداللہ، نام جعفر اور والدہ کا نام فاطمہ تھا۔ آپ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم سے حبشہ کی طرف ہجرت کی اور شاہ حبشہ کے دربار میں اسلام کی خوب ترجمانی کی تھی۔ ۷ھ تک آپ حبشہ میں ٹھہرے رہے، پھر مدینہ طیبہ آگئے اور اسی سال غزوہ موتہ میں شریک ہوئے۔ آپ نے اس غزوہ میں بہادری و شجاعت کے جوہر دکھائے اور کثیر دشمنوں کو واصل جہنم کرنے کے بعد جام شہادت نوش کیا۔

۲۔ حضرت زید رضی اللہ عنہ:

آپ انصار سے متعلق اور مدینہ طیبہ کے رہائشی تھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دست اقدس پر اسلام قبول کیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت و محبت تھی۔ اشاعت اسلام اور تبلیغ اسلام کے حوالے سے آپ کی خدمات قابل صد ستائش ہیں۔ امور خیر میں دلچسپی لیتے اور پیش پیش دکھائی دیتے تھے۔ غزوہ موتہ میں شامل ہوئے، خوب شجاعت و بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے جام شہادت نوش کیا۔

جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ان دونوں جانثاروں کی شہادت کی اطلاع اپنے صحابہ کو دی، تو اس وقت آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔

(ج) حدیث مذکورہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک معجزہ کی وضاحت:

اللہ تعالیٰ نے بے شمار خصائل، فضائل، اوصاف، خصوصیات اور معجزات سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نوازا۔ آپ کی خصوصیات سے ایک یہ بھی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو علام الغیوب بنایا اور اس حوالے سے آپ کے بے شمار واقعات ہیں۔ حدیث مذکور میں آپ کا ایک معجزہ یہ بیان ہوا ہے کہ غزوہ موتہ میں شامل ہونے والے لوگوں میں سے حضرت جعفر اور حضرت زید رضی اللہ تعالیٰ عنہما بھی شامل تھے۔ ان کے جام شہادت نوش کرنے کی اطلاع آپ نے پیشگی دے دی تھی۔ آپ نے جس طرح اطلاع دی تھی اسی طرح واقعات پیش آئے اور دونوں صحابہ نے جام شہادت نوش کیا۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الثانية: لصحيح مسلم﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن الثلثة

السوال الأول: عن ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لايبيع الرجل علی بيع أخيه ولا يخطب علی خطبة أخيه الا أن يأذن له

(۱) ترجم الحديث الی الأردية؟ (۵)

(۲) هل البيع علی البيع والخطبة علی الخطبة ممنوعان علی العموم أوفی صورة مخصوصة؟

وعلی الثانی بين تلك الصورة مع علة النهی؟ (۱۰)

(۳) هل الشراء علی الشراء داخل فی النهی ام لا؟ ولم؟ وهل الاستثناء متعلق بالبيع والخطبة كليهما أو بأحدهما؟ (۱۰)

السوال الثانی: ان رسول الله صلی الله عليه وسلم نهی عن المزارعة.

(۱) اكتب الاختلاف بين الامام أبی حنيفة وصاحبيه فی جواز المزارعة وعدم جوازها وبين القول المفتٰی به مع وجه الترجيح؟ (۱۵)

(۲) عرف البیوع الآتیة مع أحکامها الشرعیة:

الملامسة، بیع الحصاة، بیع الغرر، بیع المعاومة، بیع العربان؟ (۱۰)

السوال الثالث: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ان الذى يجرى ثيابه من الخيلاء لاينظر الله اليه يوم القيامة

(۱) ترجم الحديث الى الأردية؟ (۵)

(۲) اذكر كيفيات الاسبال؟ وهل الاسبال بدون الخيلاء جائز أم لا؟ (۱۰)

(۳) هل الاسبال جائز للنساء أم مكروه؟ بينه بالدليل، الى اين يرفع الازار وما هى السنة فيه؟ (۱۰)

السوال الرابع: عن عبدالله بن عمر رضى الله عنهما قال جاء رجل الى النبى صلى الله عليه وسلم يستاذنه فى الجهاد فقال أحى والداك؟ قال نعم! قال ففيهما فجاهد

(۱) ترجم الحديث الى الأردية وشكل قوله "احى والداك"؟ (۵)

(۲) ماهو حكم اذن الوالدين للجهاد الفرض والنفل؟ بينه مفصلا؟ (۱۰)

(۳) اذا كان الوالدان كافرين فما حكم اذنهما؟ اذكر أيضا مفصلا؟ (۱۰)

السوال الخامس: (۱) اكتب ترجمة الامام مسلم رحمه الله تعالىٰ وخصائص صحيحه؟ (۱۵)

(۲) اكتب الموازنة بين الصحيحين للبخارى ومسلم، أيهما أصح وأرجح؟ ولم؟ (۱۰)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ دوم: صحیح مسلم﴾

سوال نمبر 1: عن ابن عمر عن النبى صلى الله عليه وسلم قال لايبيع الرجل على بيع أخيه ولا يخطب على خطبة أخيه الا أن ياذن له

(الف) ترجم الحديث الى الأردية

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هل البيع على البيع والخطبة على الخطبة ممنوعان على العموم أوفى صورة مخصوصة؟ وعلى الثانى بين تلك الصورة مع علة النهى؟

(کیا بیع پر بیع کرنا اور پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجنا مطلقاً منع ہیں یا کسی خاص صورت میں؟)

(ج) هل الشراء على الشراء داخل فى النهى ام لا؟ ولم؟ وهل الاستثناء متعلق بالبيع والخطبة كليهما أو بأحدهما؟

(کیا فروخت پر فروخت ممانعت میں داخل ہے یا نہیں؟ کیا استثناء بیع اور پیغام نکاح دونوں کے بارے میں ہے یا دونوں میں سے ایک کے بارے میں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کوئی شخص اپنے بھائی کی بیع پر بیع نہ کرے اور نہ وہ اپنے بھائی کے پیغام نکاح پر پیغام نکاح بھیجے مگر اس کی اجازت سے۔

(ب) بیع علی البیع اور خطبہ علی الخطبہ کی ممانعت کی صورت:

بیع علی البیع اور خطبہ علی الخطبہ کی صورت ممانعت کے لیے شرط یہ ہے کہ اس میں یقین ہو۔ اگر مشکوک صورت ہو تو اس کی ممانعت نہیں ہے بلکہ جائز ہے، اس لیے کہ ایسی صورت میں کسی کی حق تلفی کا امکان نہیں ہے۔ دونوں امور میں ممانعت کا حکم یکساں ہے۔

(ج) شراء علی الشراء کا شرعی حکم:

بیع علی البیع کی طرح شراء علی الشراء کے لیے حکم ممانعت نہیں ہے جبکہ اس میں صحت شراء کی تمام شرائط موجود ہوں۔ حدیث مذکور میں بیع علی البیع فرمایا گیا ہے اور شراء علی الشراء نہیں فرمایا گیا۔

استثناء کا تعلق: حدیث مذکور میں جو استثناء ہے، اس کا تعلق دونوں امور سے نہیں ہے بلکہ محض خطبہ سے ہے، کیونکہ بیع علی البیع میں حق تلفی کا امکان باقی ہے جبکہ خطبہ کی صورت میں اجازت لے کر پیغام نکاح بھیجا جائے تو اس میں حق تلفی کا امکان باقی نہیں رہتا۔

سوال نمبر2: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نهى عن المزارعة ۔

(الف) اكتب الاختلاف بين الامام أبي حنيفة وصاحبيه في جواز المزارعة وعدم جوازها وبين القول المفتٰى به مع وجه الترجيح؟

(مزارعت کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین کا اختلاف بیان کریں؟ مفتی بہ قول کے لیے ترجیح کی وجہ بھی ذکر کریں؟)

(ب) عرف البيوع الآتية مع أحكامها الشرعية:

الملامسة، بيع الحصاة، بيع الغرر، بيع المعاومة، بيع العربان ۔

(درج ذیل بیوع کی تعریف کریں اور ان کا حکم بیان کریں؟)

(۱) بیع ملامسہ۔ (۲) بیع حصاۃ۔ (۳) بیع غرر۔ (۴) بیع معاومہ۔ (۵) بیع عربان۔

جواب: (الف) مزارعت کے جواز یا عدم جواز پر امام اعظم اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کا اختلاف:

مزارعت کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی کی زمین ہوتی ہے اور دوسرا اس میں کاشت کاری کی خدمت انجام دیتا ہے۔ مالک اس بات پر معاہدہ کرتا ہے کہ حاصل ہونے والی پیداوار کا نصف، یا ثلث یا ربع تمہارا ہے باقی میرا ہوگا۔ اس کو مخابرہ بھی کہا جاتا ہے۔

مسئلہ مزارعت کے جواز یا عدم جواز کے حوالے سے حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ میں اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ ناجائز ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے مسئلہ مزارعت کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: مجھ سے حضرت ثابت بن ضحاک رضی اللہ عنہ نے یہ حدیث بیان کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مزارعت سے منع فرمایا ہے۔

(ii) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں ہم کاشتکاری کرتے اور زمین تہائی یا چوتھائی حصہ میں کرایہ پر دیتے تھے۔ ایک مرتبہ ہمارے چچا آئے تو انہوں نے یہ حدیث بیان کی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک نافع چیز سے منع فرما دیا ہے اور آپ کی اطاعت میں ہماری کامیابی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار یا مقررہ پیداوار پر دینے سے منع کر دیا ہے۔

۲- صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مزارعت جائز ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح خیبر کے بعد وہاں کے باشندوں کو وہاں کی زمین اور باغات نصف پیداوار پر بطور

مزارعت عنایت فرمادی تھی۔

(ii) حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: اہل مدینہ تہائی یا چوتھائی پیداوار پر معاملہ زراعت طے کرتے تھے۔

(iii) حضرت ابوجعفر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے نصف پیداوار پر عمل کروایا تھا۔

صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام اعظم رضی اللہ عنہ کے دلائل کے جوابات یوں دیے جاتے ہیں: (۱) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عداوت، کدورت اور مخالفت کی بناء پر اس سے منع فرمایا تھا، اگر یہ امور درمیان میں نہ ہوں تو اس کے جواز میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (۲) حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: اللہ تعالیٰ حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی مغفرت فرمائے کہ میں اس روایت کے بارے میں ان سے زیادہ جانتا ہوں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دو انصاری صحابہ کو باہم تنازع کرتے ہوئے ملاحظہ کیا تو فرمایا: اس طرح کے جھگڑے سے بچنے کے لیے تم اپنی زمین کرائے میں نہ دو۔

مفتی بہ قول اور وجہ ترجیح: مسئلہ مزارعت کے حوالے سے معمول بہ اور مفتی بہ قول صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کا ہے۔ صحابہ کرام، تابعین اور مابعد فقہاء کا بھی تا دور حاضر اس کے جواز پر عمل رہا ہے اور ہے۔ صاحبین رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول کو ترجیح حاصل ہے، ان کا قول مفتی بہ ہے اور معمول بہ۔ چونکہ صاحبین کے دلائل قوی و مضبوط ہیں، اس لیے ان کے قول اور موقف کو ترجیح حاصل ہے۔

(ب) بیوع کی تعریفات اور ان کا حکم:

مندرجہ بالا بیوع کی تعریفات اور حکم درج ذیل ہے:

۱- الملامسہ: وہ بیع ہے جس میں جو شخص مبیع کو پہلے چھو لیتا تھا، وہ اس کا حقدار بن جاتا تھا۔

حکم: زمانہ جاہلیت کی بیع ہونے کی وجہ سے یہ منع ہے۔

۲- بیع الحصاۃ: کسی بھی چیز کا ذخیرہ (ڈھیر) ہو، بائع اور مشتری دونوں اس کی متفقہ قیمت طے کرلیں، مشتری جس بھی ڈھیر پر کنکری پھینکے گا تو اسے دیکھے بغیر بیع منعقد ہو جائے گی اور فریقین کو انکار کی اجازت نہیں ہوگی۔

حکم: زمانہ جاہلیت سے متعلق اور نقصان پر مشتمل ہونے کی وجہ سے منع و حرام ہے۔

۳- بیع الغرر: وہ بیع ہے، جس میں مبیع کی ہلاکت کے سبب بیع باطل یا فسخ ہونے کا اندیشہ ہو۔

حکم: بیع کی ناقص صورت ہونے کی وجہ سے حرام ہے۔

۴- بیع معاومہ: باغات کے پھلوں کو چند سال تک فروخت کرنا۔

حکم: دھوکہ اور نقصان کی صورت متوقع ہونے کی وجہ سے منع ہے۔

۵- بیع العربان: معاملہ بیع قوی کرنے کی غرض سے کچھ رقم جمع کروادینا۔

حکم: یہ جائز ہے۔

سوال نمبر3: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان الذی یجری ثیابہ من الخیلاء لاینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر کیفیات الاسبال. وھل الاسبال بدون الخیلاء جائز أم لا؟

(اسبال کی کیفیت بیان کریں؟ کیا تکبر کے بغیر اسبال جائز ہے یا نہیں؟)

(ج) ھل الاسبال جائز للنساء أم مکروہ؟ بینہ بالدلیل، الی أین یرفع الازار وما ھی السنۃ فیہ؟

(کیا خواتین کے لیے اسبال جائز ہے یا مکروہ؟ اسے دلیل سے بیان کریں؟ تہبند کہاں تک اٹھانا سنت ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو آدمی تکبر کے سبب اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹتا ہے تو اللہ تعالی (کل) قیامت کے دن اس کی طرف نظر رحمت سے نہیں دیکھے گا۔

(ب) اسبال کی کیفیات:

اسبال کی مشہور کیفیات درج ذیل ہیں:

(i) تہبند زمین پر لگتا ہو۔

(ii) تہبند ٹخنوں سے نیچے ہو مگر زمین کو نہ چھوئے۔

(iii) تہبند صرف ٹخنوں تک ہو اور ٹخنوں کو چھپاتا ہو۔

تکبر وغرور کے بغیر اسبال کا حکم: اسبال اگر تکبر وغرور کی وجہ سے نہ ہو بلکہ کم علمی، جہالت اور بے عملی کی وجہ سے ہو، وہ اس روایت کے زمرے میں نہیں آتا۔ تاہم مسئلہ معلوم ہونے کی صورت میں اسبال کرنا قابل مؤاخذہ ہوگا۔ بہرحال اس سے احتراز بہتر ہے۔

(ج) خواتین کے لیے اسبال کا شرعی حکم:

اگر خواتین اپنا کپڑا لٹکائیں تو قابل مؤاخذہ نہیں ہوگا بشرطیکہ وہ زمین پر نہ پڑتا ہو۔ خواتین تکبر کی بنا پر اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹیں تو ممنوع ہے اور اس کی وعید حدیث مذکور میں موجود ہے۔ مردوں کے لیے مسنون یہ ہے کہ اپنا تہبند ٹخنوں کے اوپر رکھیں اور عورتیں ٹخنوں کے نیچے رکھ سکتی ہیں۔

سوال نمبر 4: عن عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما قال جاء رجل الی النبی صلیٰ اللہ علیہ وسلم یستاذنہ فی الجھاد فقال أحی والداك؟ قال نعم! قال ففیھما فجاھد

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة وشکل قولة "احی والداك"؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ اور ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: "احی والداك"

پر اعراب لگائیں)

(ب) ماھو حکم اذن الوالدین للجھاد الفرض والنفل؟ بینہ مفصلا؟

(جہاد فرض اور جہاد نفل کے لیے والدین سے اجازت کا حکم کیا ہے؟ تفصیل سے بیان کریں)

(ج) اذا کان الوالدان کافرین فما حکم اذنھما؟ اذکر أیضا مفصلا ۔

(جب والدین کافر ہوں تو ان سے اجازت لینے کا کیا حکم ہے؟ تفصیل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: ایک شخص جہاد میں شمولیت کی اجازت کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے دریافت فرمایا: کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ان کی خدمت بجالاؤ، تمہارے لیے یہی جہاد ہے۔

"أَحَیٌّ وَالِدَاكَ" پر اعراب: جہاد کی اجازت لینے والے آدمی سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دریافت فرمایا: أحی والداک؟ کیا تمہارے والدین زندہ ہیں؟ اس عبارت پر اعراب مطلوب ہیں جو یوں ہیں: "أَحَیٌّ وَالِدَاكَ"

(ب) جہاد فرض یا نفلی میں شمولیت کے لیے والدین سے اجازت کا مسئلہ:

جب مسلمانوں پر جہاد فرض ہو چکا ہو اور والدین یا دونوں میں سے ایک موجود ہو، وہ بڑھاپے یا علالت کے سبب غیر کے محتاج ہوں، ایسا شخص امیر وقت کی خدمت میں حاضر ہو جائے اور والدین کے بارے میں صورتحال ان پر واضح کردے۔ پھر اگر وہ جہاد میں شامل ہونے کا حکم کرے تو شمولیت اختیار کرے ورنہ والدین کی خدمت میں مشغول ہو جائے۔ اگر والدین غیر کے محتاج نہ ہوں تو جہاد میں شامل ہو جائے اور بہتر یہ ہے کہ والدین سے

اجازت حاصل کرے۔

اگر جہاد نفلی ہو تو جہاد میں ہرگز شامل نہ ہو بلکہ والدین کی خدمت کرے، کیونکہ اس موقع پر نہ امیر وقت سے اجازت کی ضرورت ہے اور نہ والدین سے۔ تاہم ان کی خدمت کرنا افضل ہے اور یہی اس کے لیے جہاد ہے۔

فرض عبادات مثلاً نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج کی ادائیگی کے لیے والدین سے اجازت لینا ضروری نہیں ہے، کیونکہ ان امور کا تعلق حقوق اللہ سے اور حقوق اللہ کی ادائیگی کے لیے بندے سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں ہے۔

(ج) والدین کافر ہونے کی صورت میں ان کے لیے جہاد میں شمولیت کی اجازت کا مسئلہ:

جب والدین غیر مسلم ہوں، خواہ غیر کے محتاج ہوں یا نہ ہوں، جہاد فرض ہو یا نفلی بہر صورت ان سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ تاہم والدین کا ادب واحترام اور تواضع ضرور کرے۔ ان کی نافرمانی اور دل آزاری سے احتراز کرے، کیونکہ یہ نافرمانی کے زمرے میں آئے گا۔

سوال نمبر 5: (الف) اکتب ترجمة الامام مسلم رحمه الله تعالى وخصائص صحيحه؟

(حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی اور ان کی صحیح کی خصوصیات تحریر کریں؟)

(ب) اکتب الموازنة بين الصحيحين للبخاري ومسلم، أيهما أصح وأرجح؟ ولم؟

(امام بخاری اور امام مسلم کی صحیحین کے درمیان موازنہ سپرد قلم کریں اور بتائیں کہ دونوں میں سے اصح اور ارجح کون ہے؟)

جواب: (الف) حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات زندگی:

صحاح ستہ کے مصنفین میں حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام نمایاں ہے، آپ نے تیسری صدی ہجری میں علم حدیث کی تدوین کے حوالے سے قابل صد ستائش خدمات انجام دیں۔ آپ کا اسم گرامی مسلم بن حجاج رحمہ اللہ تعالیٰ ہے۔ آپ ۲۰۶ھ کو نیشاپور میں پیدا ہوئے۔ آپ نے نیشاپور، شام، عراق، حجاز اور مصر کے عدیم المثال محدثین سے علم حدیث حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ تکمیل علوم کے بعد آپ تاحیات علم حدیث کی تدریس اور تصنیف میں مصروف رہے۔ آپ کے اساتذہ کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی ہے۔ آپ سے کثیر طلباء نے علمی استفادہ کیا۔ اساتذہ کی طرح آپ کے فیض یافتہ تلامذہ بھی جلیل القدر اور بے مثال محدثین بنے۔ حضرت امام ترمذی رحمہ اللہ تعالیٰ جیسے جلیل القدر محدث آپ کے تلامذہ میں شمار ہوتے ہیں۔

آپ نے تدریس یا علوم کو ذریعہ معاش نہیں بنایا بلکہ کپڑے کی تجارت کیا کرتے تھے، جس کی آمدنی سے اپنی اور تلامذہ کی ضروریات پوری کرتے تھے۔ تدریس حدیث کے ساتھ ساتھ آپ نے تصنیف وتالیف کا سلسلہ بھی جاری رکھا۔ تصانیف کا سلسلہ دو درجن تک پہنچتا ہے۔

آپ کو درس وتدریس، تصنیف وتالیف اور ذوق مطالعہ سے جنون کی حد تک محبت تھی جو تاحیات قائم رہی۔ ایک دفعہ رات کے وقت آپ سے ایک حدیث کے بارے میں دریافت کیا گیا، آپ نے وہ حدیث تلاش کرنا شروع کر دی، پاس کھجوروں کا پڑا ہوا ٹوکرا تھا جو ایک ایک کر کے کھاتے رہے۔ حدیث کی تلاش میں مصروفیت کی وجہ سے کھجوروں کی طرف توجہ نہ رہی۔ صبح ہوتے وقت حدیث دستیاب ہوگئی اور کھجوریں بھی ختم ہوگئیں۔ کھجوروں کا زیادہ کھانا ہی آپ کے وصال کا سبب بنا۔ چنانچہ ۲۴ رجب المرجب ۲۶۱ھ میں آپ کا وصال ہوا۔

صحیح مسلم کی خصوصیات اور اہمیت: حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کی تصانیف میں

سے "صحیح مسلم" کو خوب شہرت حاصل ہوئی۔ اس کتاب نے آپ کو ہمیشہ کے لیے زندہ کر دیا۔ اس کتاب کی چند خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱) یہ کتاب نہایت محنت شاقہ سے مرتب کی گئی۔ (۲) محدثین کرام نے اسے نظر تحسین سے دیکھا۔ (۳) زمانہ تصنیف سے لے کر تا دور حاضر دینی مدارس اور جامعات کے نصاب کی زینت بنی ہوئی ہے۔ (۴) بعض محدثین نے اسے صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے؟ (۵) کثرت سے اس کی شروحات لکھی گئیں۔ (۶) اس کی افادیت اور اہمیت کے پیش نظر سب سے زیادہ اس کے تراجم، حواشی اور تعلیقات لکھی گئیں۔

(ب) صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے مابین موازنہ اور دونوں میں اصح کو ترجیح حاصل ہونا:

کتب احادیث میں صحیح بخاری اور صحیح مسلم وہ ممتاز ترین کتب ہیں؛ جن کی نظیر پیش کرنے سے زمانہ قاصر رہا ہے۔ حضرت امام بخاری اور حضرت امام مسلم رحمہما اللہ تعالیٰ دونوں ثقہ راوی سے حدیث اخذ کرتے ہیں۔ دونوں نے مختلف مقامات کا سفر کر کے اپنی اپنی صحیح کی تکمیل میں کامیابی حاصل کی۔ دونوں نے اپنی اپنی صحیح کو کئی بار مرتب کیا اور اسے خوب سے خوب تر بنانے کی کامیاب کوشش کی۔ تعداد احادیث کے اعتبار سے بھی دونوں کتب قریب تر ہیں۔ قرآن کے بعد کتب حدیث میں صحیح بخاری کو درجہ اولیت حاصل ہے مگر بعض محدثین نے صحیح مسلم کو صحیح بخاری پر ترجیح دی ہے۔ کتب صحاح ستہ میں صحیح بخاری پہلے درجہ کی کتاب اور صحیح مسلم کو دوسرا درجہ حاصل ہے۔ صحیح بخاری کو صحیح مسلم پر فوقیت حاصل ہے، کیونکہ اس کی روایات اور اسناد قوی ہیں۔ تاہم صحیح مسلم کو جامع ترمذی، سنن نسائی، سنن ابی داؤد اور سنن ابن ماجہ پر فوقیت حاصل ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذی﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السوال الأول اجباری ولك فی البواقی أن تجيب عن الاثنين فقط.

السوال الأول: عن انس بن مالك قال انما سمل النبی اعينهم لانهم سملوا اعين الرعاة. وقال فی رواية اخریٰ: وسمرا اعينهم والقاهم بالحرة قال انس فنكت اریٰ احدهم يكد الارض بفيه حتى ماتوا وربما قال حماد يكدم الارض بفيه (الحديث)

(الف) شكل الحديث ثم انقله الى الأردية، حلل المخطوط بالتحليل الصرفی واللغوی؟ (۱۰)

(ب) من هو انس هذا؟ هل له قرابة مع النبی صلى الله عليه وسلم وماهی؟ بين بعض خصائصه؟ (۱۰)

(ج) ماهی المسائل المستنبطة من الحديث. هل يجوز السمل او السمر مع انه نهى عن المثلة؟ (۲۰)

السوال الثانی: عن عبدالله بن مسعود ان النبی صلى الله عليه وسلم صلى الظهر خمسا فقيل له ازيد فی الصلوة ام نسيت فسجد سجدتين بعد

ماسلم .

(الف)انقل الحديث الى اللغة الاردية؟ (۵)

(ب)فی الحديث دليل على ان الكلام فی اثناء الصلوة جائز فما هو جوابه عند الاحناف؟ (۵)

(ج)اذكر اختلاف الائمة الاربعة فی سجدة السهو قبل السلام هی ام بعده مع دلائلهم؟ (۲۰)

السوال الثالث: عن ابن عمر عن النبی صلی الله عليه وسلم قال لاتقبل صلوة بغير طهور ولا صدقة من غلول

(الف)انقل الحديث الى الاردية بعد وضع الاعراب على متنه وسنده؟ (۱۰)

(ب)بين اقسام القبول مع معانيها وبين ان ای قسم يرادههنا مع ذكر القرائن الثلثة عليه؟ (۱۰)

(ج)ما المراد بفاقد الطهورين؟ واذكر الحكم الشرعی لفاقد الطهورين عند الائمة الاربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم؟ (۱۰)

السوال الرابع: عن ابن عباس (رضی الله عنهما) أن النبی صلی الله عليه وسلم تزوج ميمونة وهو محرم .

(الف)هل هذا الحديث معمول به عند الحنفية أم لا؟ ان كان الجواب بنعم فما جوابك عن الحديث المروی عن ميمونة حيث قالت: تزوجنی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو حلال؟ (۱۵)

(ب)بين اختلاف الأئمة فی نكاح المحرم مع الدلائل؟ (۱۵)

☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ سوم: جامع ترمذی﴾

سوال نمبر1: عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ اِنَّمَا سَمَلَ النَّبِیُّ اَعْيُنَهُمْ لِاَنَّهُمْ سَمَلُوْا اَعْيُنَ الرِّعَاةِ . وَقَالَ فِیْ رِوَايَةٍ اُخْرٰی: وَسَمَرَ اَعْيُنَهُمْ وَاَلْقَاهُمْ بِالْحَرَّةِ قَالَ اَنَسٌ فَكُنْتُ اَرٰی اَحَدَهُمْ يَكُدُّ الْاَرْضَ بِفِيْهِ حَتّٰی مَاتُوْا وَرُبَّمَا قَالَ حَمَّادٌ يَكْدُمُ الْاَرْضَ بِفِيْهِ (الحديث)

(الف)شكل الحديث ثم انقله الى الأردية، حلل المخطوط بالتحليل الصرفی واللغوی .

(حدیث پر اعراب لگائیں، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی صرفی ولغوی تحقیق کریں؟)

(ب)من هو انس هذا؟ هل له قرابة مع النبی صلی الله عليه وسلم وماهی؟ بين بعض خصائصه؟

یہ انس کون ہیں؟ کیا ان کی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری تھی؟ ان کی کچھ خصوصیات بیان کریں؟

(ج)ماهی المسائل المستنبطة من الحديث . هل يجوز السمل او السمر مع انه نهی عن المثلة؟

(حدیث سے ثابت ہونے والے کون سے مسائل ہیں؟ کیا آنکھیں ضائع کرنا جائز ہے جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ سے منع بھی فرمایا ہے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اردو میں ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے ان لوگوں کی آنکھوں میں (گرم) سلائیاں پھروا دیں، کیونکہ انہوں نے (حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے) چرواہوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھیر کر انہیں دھوپ میں پھینک دیا تھا۔ راوی (حضرت انس بن مالکؓ) نے فرمایا: میں نے انہیں اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ زمین پر منہ کے بل پڑے ہوئے تھے اور ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر گئے۔ حماد اکثر فرمایا کرتے تھے: وہ پتھریلی زمین پر منہ کے بل ایڑیاں رگڑتے تھے۔

خط کشیدہ الفاظ کی صرفی ولغوی وضاحت: خط کشیدہ الفاظ کی صرفی ولغوی وضاحت درج ذیل ہے:

سَمَلَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مجرد صحیح باب نَصَرَ یَنْصُرُ۔ آنکھ پھوڑنا۔

اَلرُّعَاۃَ: فعل ثلاثی مجرد ناقص یائی باب فَتَحَ یَفْتَحُ سے اسم فاعل ''اَلرَّاعِیَ'' کی جمع ہے۔ چرواہا۔

سَمَرَ: صیغہ واحد مذکر فعل ماضی معروف رباعی مجرد از باب فعللہ؛ ضائع کرنا، بے کار کرنا۔

یَکُدُّ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد مضاعف اور باب نَصَرَ یَنْصُرُ۔ محنت کرنا۔

یَکْدِمُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد باب ضَرَبَ یَضْرِبُ۔ دانتوں سے کاٹنا۔

(ب) حضرت انس رضی اللہ عنہ کا تعارف، حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق اور بعض خصوصیات:

راوی کا اسم گرامی انس رضی اللہ عنہ، جو انس بن مالک ہیں۔ بچپن سے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ عقیدت ومحبت تھی۔ قرابت اور خونی رشتہ نہ ہونے کے باوجود

آپ کی خوب خدمت کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں دس سال تک خادم کی حیثیت سے خدمات انجام دیتے رہے۔ اس طویل عرصہ میں آپ نے کبھی انہیں ڈانٹا اور نہ ناراضگی کا اظہار کیا۔ حضرت انس رضی اللہ عنہ خود بیان کرتے ہیں کہ دس سال کے عرصہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ایک مرتبہ بھی نہیں ڈانٹا، نہ یہ فرمایا: تم نے یہ کام کیوں کیا یا یہ کام کیوں نہیں کیا۔

(ج) حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل:

حدیث انس رضی اللہ عنہ کی روایت سے ثابت ہونے والے چند ایک مسائل درج ذیل ہیں:

☆ قانون کی نظر میں سب لوگ یکساں ہیں اور اس کی بالادستی کی غرض سے سزا کا ضابطہ جاری کیا گیا ہے۔

☆ دشمنوں اور ظالموں سے قصاص لینا چاہیے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ظالموں سے اپنے صحابہ کے خون کا بدلہ لیا۔

☆ تعزیر یا قصاص دہشت کا باعث ہرگز نہیں ہے، بلکہ اس سے امن وامان قائم ہوتا ہے۔

☆ تمام صحابہ قابل احترام ہیں، ان کا دشمن اللہ ورسول کا دشمن ہے جو قابل سزا ہے۔

قبیلہ عرینہ کے لوگوں کی آنکھوں میں سلائیاں پھروانے کی وجہ:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مثلہ کرنے سے منع فرمایا ہے پھر آپ نے قبیلہ عرینہ کے لوگوں کی آنکھوں میں گرم سلائیاں کیوں پھروائیں؟ اس کی متعدد وجوہات ہیں جو درج ذیل ہیں:

☆ مثلہ کی ممانعت سے قبل ان لوگوں کو یہ سزا دی گئی تھی۔

☆ اسلام نے مظالم اور جرائم پر قابو پانے کے لیے قصاص کا قانون نافذ کیا ہے۔

سوال نمبر2: عن عبداللہ بن مسعود ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم صلی

الظهر خمسا فقيل له ازيد في الصلوة ام نسيت فسجد سجدتين بعد ماسلم .

(الف) انقل الحديث الى اللغة الاردية؟

(حدیث کا اردو زبان میں ترجمہ کریں؟)

(ب) في الحديث دليل على ان الكلام في اثناء الصلوة جائز فما هو جوابه عند الاحناف؟

(حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ نماز کے دوران گفتگو جائز ہے، احناف کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟)

(ج) اذكر اختلاف الائمة الاربعة في سجدة السهو قبل السلام هي ام بعده مع دلائلهم؟

(کیا سجدہ سہو سلام سے قبل ہے یا اس کے بعد؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث کا ترجمہ:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز ظہر پانچ رکعت پڑھائی، آپ سے عرض کیا گیا: کیا نماز زیادہ ہوگئی ہے یا آپ سے سہو ہوا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا پھر دو سجدے کیے۔

(ب) دوران نماز گفتگو کا مسئلہ اور احناف کی طرف سے اس کا جواب:

زیر بحث حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ دوران نماز گفتگو جائز ہے جبکہ احناف کے نزدیک ایسی گفتگو نواقض نماز سے متعلق ہے، تو پھر احناف کی طرف سے اس کا کیا جواب ہے؟ احناف کی طرف سے اس روایت کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ حدیث، اس روایت کے ساتھ منسوخ ہے جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ہماری نماز لوگوں کی گفتگو کی مثل نہیں ہے۔" ثابت ہوا کہ نماز میں گفتگو منع ہے۔

(ج) عمل سجدہ سہو کے بارے میں مذاہب آئمہ:

جب نماز میں ایسی صورت پیدا ہو جائے جس کے نتیجہ میں واجب چھوٹ جائے یا فرض کی ادائیگی میں تاخیر ہو جائے تو سجدہ سہو واجب ہوتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ سجدہ سہو سلام پھیرنے سے پہلے یا سلام پھیرنے کے بعد؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے معمول کو سامنے رکھا جائے گا، آپ نے جن نمازوں میں سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ کیا ہے، ان میں سلام سے پہلے سجدہ کیا جائے گا اور جن نمازوں میں سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا ہے، ان میں بعد میں کیا جائے گا۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ سہو تمام نمازوں میں سلام پھیرنے سے پہلے کیا جائے گا۔

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اگر نماز میں کمی ہونے کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا ہو، تو وہ سلام پھیرنے سے قبل کیا جائے گا۔ اگر نماز میں زیادتی کی وجہ سے سجدہ سہو واجب ہوا تو وہ ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے گا۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سجدہ سہو واجب ہونے کی کوئی بھی صورت ہو، سجدہ سہو ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد کیا جائے گا۔ زیر بحث حدیث سے آپ نے استدلال کیا ہے، کیونکہ اس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک طرف سلام پھیرنے کے بعد سجدہ سہو کیا تھا۔

سوال نمبر 3: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا تُقْبَلُ صَلٰوةٌ بِغَيْرِ طُهُوْرٍ وَّلَا صَدَقَةٌ مِنْ غُلُوْلٍ

(الف) انقل الحديث الى الاردية بعد وضع الاعراب على متنه وسنده؟

(متن حدیث اور سند حدیث پر اعراب لگانے کے بعد حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بین اقسام القبول مع معانیها وبین ان ای قسم یراد ههنا مع ذکر القرائن الثلثة علیه؟

(قبول کی اقسام اور معانی بیان کریں؟ اور بتائیں کہ یہاں کون سی قسم مراد ہے؟ اس پر تین قرائن بھی بیان کریں؟)

(ج) ما المراد بفاقد الطهورین؟ واذکر الحکم الشرعی لفاقد الطهورین عند الائمة الاربعة علیهم الرحمة مع دلائلهم؟

(فاقد طہورین سے کیا مراد ہے؟ فاقد الطہورین کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بغیر طہارت کے نماز قبول نہیں کی جاتی اور خیانت والا صدقہ قبول نہیں کیا جاتا۔

(ب) قبول کی اقسام، ان کے معانی اور مراد کون سی قسم ہے:

قبول کی اقسام تین ہیں جو مع معانی درج ذیل ہیں:

۱- قبول بمعنی مقصد مطلوب حاصل ہونا: اس کی صورت یہ ہے کہ ایک آدمی سلسل البول کے مرض میں مبتلا ہے، وہ حکم کے مطابق مامور بہ کو کمال طریقہ سے انجام دینے پر قدرت نہیں رکھتا مگر ایک بار طہارت کرنے سے مقصد مطلوب حاصل ہو جاتا ہے۔

۲- قبول بمعنی ترتیب الاجر علیہ: مامور بہ کو تمام ارکان و شرائط کے ساتھ انجام دینا تا کہ اس پر اجر وثواب مرتب ہو۔

۳- قبول بمعنی صحیح ہونا: مامور بہ کو تمام شرائط، ارکان اور فرائض کے ساتھ انجام دینا تا کہ دنیا میں اس سے برأت حاصل ہو جائے۔

یہاں کون سی قسم مراد ہے: یہاں آخری (تیسری) قسم مراد ہے، جس پر قرائن درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا (اللہ تعالیٰ کسی جان پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا)

(ii) ارشاد رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے: مفتاح الصلوٰة الطهور (نماز کی چابی طہارت ہے)

(ج) فاقد طہورین کا مفہوم:

نماز، طواف، قرآن کریم کو چھو کر پڑھنے، سجدہ تلاوت اور سجدہ شکر وغیرہ کے لیے وضو ہونا ضروری۔ اگر پانی میسر نہ ہو تو ان عبادات کی بجا آوری کے لیے تیمم کیا جا سکتا ہے۔ اگر ایسی جگہ ہو جہاں وضو کرنا اور تیمم کرنا میسر نہ ہو، اسے ''فاقد الطہورین'' کہا جاتا ہے۔

''فاقد الطہورین'' کے بارے میں مذاہب آئمہ: جب کسی شخص کو وضو اور تیمم کرنے کی سہولت میسر نہ ہو، تو نماز کا وقت آنے پر وہ نماز ادا کرے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ''فاقد الطہورین'' نماز نہیں پڑھ سکتا۔ آپ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں صراحت ہے کہ نماز کی چابی طہارت (وضو) ہے۔ جس طرح چابی کے بغیر تالا نہیں کھل سکتا، اسی طرح وضو کے بغیر نماز نہیں پڑھی جا سکتی۔ جب طہارت مفقود ہونے سے نماز ہوتی ہی نہیں تو اس کے پڑھنے کا بھی فائدہ نہیں ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے ''فاقد الطہورین'' نماز ادا کرے گا لیکن طہارت پر قدرت حاصل ہونے پر نماز کا اعادہ ضروری ہوگا۔ انہوں نے عقلی دلیل پیش

کی ہے کہ یہاں "عذر نادر" موجود ہے۔

۳۔حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک "فاقد الطہورین" نماز ادا کرے لیکن بعد میں اس کا اعادہ نہیں کرے گا۔انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ فرماتی ہیں کہ ایک دفعہ انہوں نے حضرت اسماء رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے عاریتاً ہار لیا تھا، جو کہیں گم ہو گیا۔حضور کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو ہار تلاش کرنے کے لیے روانہ کیا تو اسے دستیاب ہو گیا۔ ادھر نماز کا وقت ہو گیا، لوگوں کے پاس پانی نہیں تھا جس سے وہ وضو کر سکیں۔لوگوں نے پانی دستیاب نہ ہونے کی آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے شکایت کی۔اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے آیت تیمم نازل کر دی۔حضرت اسید بن حضیر رضی اللہ عنہ نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے کہا: اللہ تعالیٰ آپ کو بہترین اجر وثواب اور انعام سے نوازے! قسم بخدا! جب بھی آپ کے ساتھ کوئی ایسا معاملہ پیش آیا جو آپ کو ناپسند ہو، تو اس موقع پر اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے لیے بھلائی اتار دی۔

سوال نمبر 4: عن ابن عباس (رضی اللہ عنہما) أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تزوج میمونة وھو محرم.

(الف) ھل ھذا الحدیث معمول به عند الحنفیة أم لا؟ ان کان الجواب بنعم فما جوابك عن الحدیث المروی عن میمونة حیث قالت: تزوجنی رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم وھو حلال؟

(کیا حنفیہ کے نزدیک یہ حدیث معمول بہ ہے یا نہیں؟ بر سبیل اول حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کا کیا جواب ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے غیر حالت احرام میں مجھ سے نکاح کیا تھا؟)

(ب) بین اختلاف الأئمة فی نکاح المحرم مع الدلائل

(حالت احرام میں نکاح کرنے کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) دو متعارض روایات میں تطبیق:

یہاں دو متعارض روایات ہیں، حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت سے حالت احرام میں نکاح کا جواز ثابت ہوتا ہے اور حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے غیر حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔اس طرح دو روایات متعارض ہوئیں۔دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے لغوی مراد ہے یعنی نکاح حالت احرام میں کیا تھا اور حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا والی روایت سے اصطلاحی معنیٰ مراد ہے یعنی جماع غیر حالت احرام میں کیا تھا۔اس طرح دونوں روایات میں تعارض باقی نہ رہا۔

(ب) حالت احرام میں نکاح کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کیا حالت احرام میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک حالت احرام میں نکاح جائز ہے خواہ ناپسندیدہ ہے اور حالت احرام میں جماع کرنا جائز نہیں ہے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت میمونہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے حالت احرام میں نکاح کیا تھا۔

۲۔حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حالت احرام میں نکاح کرنا جائز نہیں ہے بلکہ باطل ہے۔انہوں نے حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے حالت احرام میں نکاح کرنے، نکاح کرانے اور پیغام نکاح بھیجنے سے منع فرمایا ہے۔

احناف کی دلیل حدیث فعلی ہے اور آئمہ ثلاثہ کی روایت قولی ہے۔جب فعلی اور قولی روایات میں تعارض آ جائے تو فعلی روایت کو قولی روایت پر ترجیح وفوقیت حاصل ہوتی ہے۔لہٰذا احناف کی دلیل قوی ہے، اسے لیا جائے گا اور اس کے مقابل قولی روایت متروک ہو جائے گی۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن ابی داؤد و آثار السنن﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظة: اجب عن الاثنين، الاثنين من كل قسم

القسم الاوّل...... لسنن ابی داؤد

السوال الأول: عن عبدالله ان امراة وجدت فی بعض مغازی رسول الله صلى الله عليه وسلم مقتولة فانكر رسول الله صلى الله عليه وسلم قتل النساء والصبيان

(الجزء الاول): بين حكم قتل النساء والصبيان والشيوخ من العدو مفصلاً؟ (8)

(الجزء الثانی): هل يجوزا حراق الاشجار والغرس واموال العدو فی القتال ام لا؟ بين موقفك بالدلائل؟ (7)

(الجزء الثالث): بين شرائط الجهاد وحكمه واقسامه. هل فرض علينا الجهاد فی هذا الزمان؟ بين موقفك بالدلائل؟ (10)

السوال الثانی: عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلى الله عليه وسلم قال لاتنكح الثيب حتى تستامر ولا البكر الا باذنها.

قالوا يا رسول الله صلى الله عيله وسلم وما اذنها؟ قال ان تسكت.

(الجزء الاول): هل يكفی سكوت البكر والثيب عند الاستيذان

مطلقا سواء كان الولی ابا اوجدا او غيرهما ام لا؟

وايضاً فی هذا الحكم كل واحد منهم سواء ام لا؟ وان كان الجواب فی النفی فما وجه الفرق؟ (7)

(الجزء الثانی): هل يجوز للولی ان يزوج موليته من غير استيذان ام لا؟ اذكر مذاهب الائمة الاربعة فی هذا المسئلة؟ (18)

السوال الثالث: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تذبحوا الا مسنة الا ان تعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان.

(الجزء الاول): بين معنى المسنة والجذعة من كل حيوان الاضحية. وايضاً بين حكم جذعة من الضان التی لا الية لها. هل تجوز الاضحية بها ام لا؟ (10)

(الجزء الثانی): بين معنى الاضحية لغة وشرعًا وايضًا بين ان ماهو سبب وجوبه؟ وهل تجب الاضحية على الحاج المقيم فی مكة ام لا؟ بين موقفك بالدلائل. (10)

(الجزء الثالث): بين اوصاف الاضحية التی كان النبی صلى الله عليه وسلم يضحی بها فی ضوء الاحاديث المذكورة فی سنن ابی داؤد (5)

القسم الثانی...... لآثار السنن

السوال الرابع: عن عبدالله بن عمر رضی الله تعالٰی عنهما قال سئل النبی صلى الله عليه وسلم عن الماء وما ينوبه من الدواب والسماع فقال: اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث.

(الجزء الاول): ترجم الحديث باللغة الاردية؟ (5)

(الجزء الثانی): متى يصير الماء نجساً قليله وكثيره؟ اكتب مذاهب الائمة الاربعة عليهم الرحمة مع دلائلهم واكتب ايضاً ترجيح مذهب

الاحناف بالدلائل؟ (20)

السوال الخامس: عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ عیلہ وسلم انہ قال: اذا اشتد الحرفا بردوا بالصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جھنم رواہ الجماعۃ۔

(الجزء الاول): انقل الحدیث الی اللغۃ الاردیۃ؟ (5)

(الجزء الثانی): اکتب مذاھب الائمۃ الاربعۃ فی وقت صلوٰۃ الظھر والعصر مع دلائلھم ورجح مؤقفک بالدلائل؟ (20)

السوال السادس: اکتب اختلاف الائمۃ الاربعۃ فی القراءۃ خلف الامام مع الدلائل ورجح مذھب الاحناف بالدلائل؟ (25)

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ چہارم: سنن ابی داؤد و آثار السنن﴾

قسم اول: سنن ابی داؤد

سوال نمبر 1: عن عبداللہ ان امرأۃ وجدت فی بعض مغازی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مقتولۃ فانکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قتل النساء والصبیان

(الف) بین حکم قتل النساء والصبیان والشیوخ من العدو مفصلاً؟

(دشمن (کفار) کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کے قتل کرنے کا حکم تفصیل سے بیان کریں؟)

(ب) ھل یجوزا حراق الاشجار والغرس واموال العدو فی القتال ام لا؟ بین موقفک بالدلائل۔

(کیا جنگ کے دوران دشمن کے درختوں، باغات اور اموال کو نذر آتش کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف دلائل سے بیان کریں؟)

(ج) بین شرائط الجھاد وحکمہ واقسامہ۔ ھل فرض علینا الجھاد فی ھذا الزمان؟ بین موقفک بالدلائل۔

(جہاد کی شرائط، اس کا حکم اور اس کی اقسام بیان کریں؟ کیا عصر حاضر میں ہم پر جہاد فرض ہے؟ اپنا مؤقف دلائل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کرنے کا شرعی حکم:

اسلام اعتدال پسند اور انصاف پسند ہے جس میں کسی حالت میں کسی پر ظلم وستم کرنے

کی اجازت نہیں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس نے دشمن، غیر مسلموں، قیدیوں اور جانوروں کے حقوق کا تعین کیا ہے۔ اسلام ہرگز اس بات کی اجازت نہیں دیتا کہ دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل کے گھاٹ اتارا جائے۔ غزوہ بدر کے نتیجہ میں دشمن کے ستر (70) آدمی گرفتار ہوئے اور انہیں قیدی بنالیا گیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خورد ونوش اور دیگر ضروریات پورا کرنے کا سختی سے حکم دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی لشکر کو کسی محاذ پر دشمن سے معرکہ آراء ہونے کے لیے روانہ فرماتے تو انہیں خصوصیت سے اس بات کی ہدایت جاری فرماتے تھے: دشمن کی عورتوں، بچوں اور بوڑھوں کو قتل نہ کیا جائے۔

(ب) دوران جنگ دشمن کے درختوں، باغات اور اموال کو نذر آتش کرنے کی ممانعت:

اسلام امن پسند اور آفاقی دین ہے جس میں دشمن کے جان و مال اور عزت وناموس کی حفاظت کا قانون موجود ہے۔ خواہ امن کا زمانہ ہو یا دشمن سے جنگ کا دور ہو، اسلام اس بات کی ہرگز اجازت نہیں دیتا کہ دشمن (کفار) کے درختوں، باغات اور مال و دولت کو نذر آتش کر کے نقصان پہنچایا جائے۔ دور رسالت اور دور خلفاء راشدین میں جہاد کے لیے روانہ کرنے سے قبل مجاہدین کو یہ بھی ہدایت کی جاتی تھی کہ دشمن کے درختوں، باغات اور اموال کو نذر آتش نہ کیا جائے۔ ان چیزوں کو نقصان پہنچانے کی صورت میں مجاہدین نہ خود ان سے فائدہ اٹھا سکیں گے اور نہ دشمن۔ تاہم دشمن کے درختوں کو کاٹ کر لکڑی کی شکل میں اپنے استعمال میں لانا جائز ہے۔ اسی طرح دشمن کے باغات کے پھلوں اور اموال کو مال غنیمت کے طور پر اپنے قبضہ میں لے کر ان سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں۔

(ج) جہاد کی شرائط، حکم اور اس کی اقسام:

اعلاء کلمۃ الحق، اسلام کی ترقی وسربلندی اور اس کے تحفظ ودفاع کی جہد مسلسل کا نام جہاد ہے۔ اسلام نے بوقت ضرورت دشمن سے معرکہ آراء ہونے اور مقابلہ کرنے کی اجازت دی ہے۔ جہاد کے مباح ہونے کی دو شرائط ہیں:

۱- دشمن قبول اسلام سے انکار کر کے اسلام کی مخالفت پر کمربستہ ہو جائے۔

۲- جب مسلمانوں کو یقین ہو کہ انہیں دشمن پر غلبہ حاصل ہو جائے گا۔

وجوب جہاد کی شرائط: وجوب جہاد کی چند شرائط ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا۔ (۲) عاقل ہونا۔ (۳) بالغ ہونا۔ (۴) مرد ہونا۔ (۵) آزاد ہونا۔ (۶) قوی وصحتمند ہونا۔ (۷) اخراجات برداشت کرنے کی قوت حاصل ہونا۔

جہاد فرض: حالات وواقعات اور وقت کے تقاضا کے مطابق بعض اوقات مسلمانوں پر جہاد فرض ہو جاتا ہے، جس کی چند شرائط درج ذیل ہیں:

(i) خلیفہ وقت جب دشمن سے جہاد کا اعلان کرے۔

(ii) جب دشمن معرکہ آراء ہو تو ڈٹ کر اس کا مقابلہ کرنا چاہیے۔

(iii) جب دشمن کسی اسلامی حکومت پر قابض ہونا چاہتا ہو تو اپنا دفاع کرتے ہوئے اس کا مقابلہ کرنا۔

اقسام جہاد: جہاد کی مشہور دو اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱- جارحانہ جہاد: جب دشمن مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کے در پے ہو، جارحانہ عزائم رکھتا ہو، موقع ملنے پر مسلمان کے اموال کو نقصان پہنچانے کی کوشش کرتا ہو اور اسلامی سلطنت پر قابض ہونے کا بھی ارادہ رکھتا ہو، تو ان حالات میں مسلمان سراپا احتجاج بن کر دشمن کے عزائم کو خاک میں ملانے کے لیے میدان عمل میں نکل آئیں تو اسے "جارحانہ جہاد" کہا جاتا ہے۔

۲- مدافعانہ جہاد: جب دشمن کسی بھی اسلامی سلطنت پر قبضہ کرنے کے ارادہ سے پیش قدمی کر چکا ہو، تو اس کے حملہ کو پسپا کرنے کے لیے مسلمانوں کا اس مخلصانہ اقدام کے لیے نکل آنا "مدافعانہ جہاد" کہلاتا ہے۔

عصر حاضر میں جہاد فرض عین ہونے کی صورتیں: اسلام پیشگی حملہ آور ہونے اور دشمن پر اپنا نظر مسلط کرنے کی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم چند صورتوں میں مسلمانوں پر جہاد فرض عین ہو جاتا ہے، جو درج ذیل ہیں:

☆ خلیفہ وقت مسلمانوں کے لیے جہاد میں شرکت کا اعلان کرے۔

☆ جب دشمن جارحانہ انداز میں کسی اسلامی سلطنت میں داخل ہو جائے۔

☆ مسلمانوں کے پاس اتنی طاقت ہو کہ وہ میدان میں ڈٹ کر دشمن کا مقابلہ کر سکیں۔

سوال نمبر 2: عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه ان النبی صلی الله علیه وسلم قال لاتنکح الثیب حتی تستامر ولا البکر الا باذنها .

قالوا یا رسول الله صلی الله علیه وسلم وما اذنها؟ قال ان تسکت .

(الف) هل یکفی سکوت البکر والثیب عند الاستیذان مطلقا سواء کان الولی ابا اوجدا او غیرهما ام لا؟ وایضاً فی هذا الحکم کل واحد منهم سواء ام لا؟ وان کان الجواب فی النفی فما وجه الفرق؟

(کیا باکرہ اور ثیبہ کی خاموشی اجازت تصور ہوگی خواہ ولی باپ یا دادا یا ان کے علاوہ کوئی ہو یا نہیں؟ نیز یہ حکم دونوں کے لیے یکساں ہے یا نہیں؟ بر سبیل ثانی اس کا جواب کیا ہے؟)

(ب) هل یجوز للولی ان یزوج مولیته من غیر استیذان ام لا؟ اذکر مذاهب الائمة الاربعة فی هذا المسئلة؟

(کیا ولی کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنی مولیہ کا نکاح اجازت کے بغیر کر دے یا نہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) بوقت نکاح باکرہ اور ثیبہ کی خاموشی اجازت ہونے کا مسئلہ:

بوقت نکاح ولی خواہ باپ ہو یا دادا یا ان کے علاوہ کوئی شخص، باکرہ کی خاموشی اجازت متصور ہوگی جبکہ ثیبہ (عورت) کا بولنا ضروری ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ باکرہ نے شرم کی وجہ سے سکوت اختیار کیا ہو لیکن ثیبہ میں اس شرم کا امکان نہیں ہے۔

اس حکم میں دونوں کا برابر نہ ہونا: کیا باکرہ اور ثیبہ دونوں کی خاموشی اجازت ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں مسئلہ یہ ہے کہ باکرہ کی خاموشی تو اجازت ہوگی لیکن ثیبہ کی خاموشی

اجازت نہیں ہوگی، اس کی وجہ یہ ہے باکرہ شوہر دیدہ نہ ہونے کی وجہ سے شرما سکتی ہے۔ اس کے برعکس ثیبہ چونکہ شوہر دیدہ ہوتی ہے، جو اجازت نکاح کے وقت شرما نہیں سکتی۔ لہٰذا اس کے لیے اقرار یا انکار کے لیے خاموشی معتبر نہیں ہوگی بلکہ زبان سے بولنا ضروری ہے۔

(ب) مولیہ کی اجازت کے بغیر ولی کے نکاح کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا مولیہ کی اجازت کے بغیر ولی اس کا نکاح کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس سلسلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ باکرہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کرنا جائز ہے خواہ وہ نابالغہ ہو یا بالغہ لیکن ثیبہ کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر درست نہیں ہے۔ انہوں نے مشہور حدیث کے اس لفظ سے استدلال کیا ہے: "الایـم" انہوں نے اس لفظ کی تاویل کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس لفظ کا اطلاق ہر عورت پر ہو سکتا ہے لیکن یہاں اس کے مجازی معنیٰ مراد ہیں یعنی بیوہ خاتون۔ مطلب یہ ہے بیوہ عورت کا نکاح کرتے وقت اس کی اجازت ضروری ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اپنی بالغہ بیٹی کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر کسی سے کرنا درست نہیں خواہ وہ کنواری ہو یا بیوہ۔ آپ نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: کسی بھی خاتون کا نکاح اس کی اجازت کے بغیر نہ کیا جائے۔ باکرہ عورت کا نکاح بھی اس کی اجازت کے بغیر نہیں کیا جائے گا۔ صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اس کی اجازت کیا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: "اس کی خاموشی ہی، اس کی اجازت ہے۔"

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل یا تاویل کا جواب یوں دیا جاتا ہے: لفظ "الایـم" کے دو معانی ہیں: ایک حقیقی یعنی ہر عورت اور دوسرا مجازی جس کا معنیٰ ہے: "بیوہ عورت"۔ یہ اصول ہے کہ حقیقی معنیٰ ترک کر کے مجازی معنیٰ مراد لینا درست نہیں ہو سکتا۔

سوال نمبر3: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا تذبحوا الا مسنة الا ان تعسر عليكم فتذبحوا جذعة من الضان .

(الف) بين معنى المسنة والجذعة من كل حيوان الاضحية . وايضاً بين حكم جذعة من الضان التى لا الية لها . هل تجوز الاضحية بها ام لا؟

(قربانی کے ہر جانور کے مسنہ اور جذعہ کا معنیٰ بیان کریں؟ مینڈھے کا "جذعہ" چلتی کے بغیر ہونے کی صورت میں کیا اس کی قربانی جائز ہے؟)

(ب) بين معنى الاضحية لغة وشرعاً وايضاً بين ان ماهو سبب وجوبه؟ وهل تجب الاضحية على الحاج المقيم فى مكة ام لا؟ بين مؤقفك بالدلائل .

(لفظ "اضحیۃ" کا لغوی اور شرعی معنیٰ بیان کریں؟ وجوب قربانی کا سبب بیان کریں؟ کیا مکہ معظمہ میں مقیم حجاج کرام پر قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اپنا مؤقف بیان کریں؟)

(ج) بين اوصاف الاضحية التى كان النبى صلى الله عليه وسلم يضحى بها فى ضوء الاحاديث المذكورة فى سنن ابى داؤد

(سنن ابی داؤد کی احادیث مبارکہ کی روشنی میں قربانی کے اس جانور کے اوصاف بیان کریں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کیا کرتے تھے؟)

جواب: (الف) قربانی کے ہر جانور کے "مسنہ" اور "جذعہ" کا معنیٰ:

جو جانور بطور قربانی ذبح کیے جاتے ہیں، وہ تین قسم کے ہو سکتے ہیں:

۱- بکرا، بکری، چھترا، چھتری اور دنبہ، دنبی

۲- گائے، بچھڑا، بھینس اور بھینسا

۳- اونٹ، اونٹنی

جانوروں کی عمریں: قربانی کے جانوروں کی عمریں یوں ہونا چاہیے:

پہلی قسم کے جانور کی عمر ایک سال، دوسری قسم کے جانور کی عمر دو سال اور تیسری قسم کے جانور کی عمر پانچ سال ہونی چاہیے۔

مسنہ: پہلی قسم کا جانور ایک سال عمر مکمل کر کے دوسرے سال میں داخل ہو جائے، دوسری قسم کا جانور اپنی عمر کے دو سال مکمل کر کے تیسرے سال میں داخل ہو جائے اور تیسری قسم کا جانور اپنی عمر کے پانچ سال مکمل کر کے چھٹے سال میں داخل ہو جائے۔

جذعہ: پہلی قسم کا جانور ایک سال کا، دوسری قسم کا جانور دو سال اور تیسری قسم کا جانور پانچ سال کا مکمل ہو جائے۔

اسباب وجوب قربانی: اسباب وجوب قربانی چار ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسلمان ہونا (۲) مقیم (۳) صاحب نصاب ہونا (۴) قربانی کے ایام ہونا

فائدہ: یاد رہے جس شخص میں ان شرائط و اسباب میں سے کوئی نہ پایا جائے وہ قربانی کی نیت سے قربانی کا جانور خرید لیتا ہے، تو اس پر بھی اس جانور کی قربانی واجب ہو جائے گی۔

مینڈھے کے جذعہ کی قربانی کا شرعی حکم: ایسا مینڈھا جس کی چلتی موجود نہ ہو، تو اس کی قربانی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ ایسا چھترا جس کی عمر چھ ماہ کی ہو مگر اس کی پرورش خوب کی گئی ہو، جو دوسرے جانوروں میں کھڑا کرنے سے سال بھر کا معلوم ہوتا، اس کی قربانی بھی جائز ہے۔

(ب) "اضحیہ" کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ:

لفظ "اضحیہ" کا لغوی معنیٰ ہے: الگ کرنا، کاٹنا، جدا کرنا۔ اس کا شرعی و اصطلاحی معنیٰ ہے: مخصوص جانور کو مخصوص ایام میں مخصوص مقصد کے لیے ذبح کرنا۔

وجوب قربانی کے اسباب: اس کی وضاحت پہلی جز کے ضمن میں گزر چکی ہے۔

مکہ معظمہ میں مقیم حجاج کرام کے لیے قربانی کا شرعی حکم: حجاج کرام چونکہ غیر مقیم اور مسافر ہوتے ہیں، اس لیے ان پر قربانی واجب نہیں ہے۔ تاہم ان سے جو مناسک و ارکان

حج ادا کرنے میں کوتاہی ہو جاتی ہے، اس کے تدارک کے لیے قربانی کی جاتی ہے۔ وہ حجاج جو مکہ معظمہ میں مقیم ہوں، ان پر بھی حالت احرام میں قربانی واجب نہیں ہے۔

(ج) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے اوصاف:

(وہ حجاج کرام جو حج قران یا حج تمتع کا ارادہ رکھتے ہوں اُن پر قربانی واجب ہے خواہ وہ خارجی ہوں یا داخلی۔ تاہم حج مفرد ادا کرنے والوں پر قربانی واجب نہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربانی کے جانوروں کے اوصاف احادیث کی روشنی میں درج ذیل ہیں:

۱- حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما کی روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم قربانی کے دن دو گندم گوں خصی مینڈھے قربانی کی نیت سے ذبح کرتے تھے۔

۲- حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سینگوں والا مینڈھا پیش کرنے کا حکم دیا کہ اس کے ہاتھ، پاؤں اور آنکھیں سیاہ ہوں۔ آپ کی خدمت میں ایسا جانور پیش کیا گیا' آپ نے خود ذبح فرمایا تھا۔

۳- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم موٹے تازے اور سینگوں والے جانور بطور قربانی ذبح کیا کرتے تھے۔ ان کی آنکھیں، منہ اور پاؤں سیاہ ہوتے تھے۔

﴿قسم ثانی: آثار السنن﴾

سوال نمبر 4: عن عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الماء وما ینوبہ من الدواب والسباع فقال: اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث ۔

(الف) ترجم الحدیث باللغۃ الاردیۃ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) متی یصیر الماء نجسًا قلیلہ و کثیرہ؟ اکتب مذاہب الائمۃ

الاربعۃ علیہم الرحمۃ مع دلائلھم واکتب ایضاً ترجیح مذھب الاحناف بالدلائل؟

(پانی قلیل ہو یا کثیر کب پلید ہوگا؟ مذاہب آئمہ اربعہ بیان کریں؟ نیز مذہب احناف کو دلائل سے ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اس پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس میں چار پائے اور درندے آتے ہوں؟ آپ نے جواب دیا: جب پانی دو مٹکوں کے مساوی ہو تو اسے کوئی چیز متاثر نہیں کر سکتی۔

(ب) پانی قلیل وکثیر کے نجس ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

پانی قلیل ہو یا کثیر جب اس میں نجاست گر جائے تو کب نجس ہوگا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ پانی خواہ قلیل ہو یا کثیر، اس میں جب نجاست گر جائے تو اس وقت تک پلید نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں کوئی تبدیلی نہ ہو جائے۔ اوصاف ثلاثہ یہ ہیں: رنگ، بو اور ذائقہ۔ انہوں نے بئر بضاعہ والی روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ان الماء طھور لا ینجسہ شیء ۔ "پانی پاک ہے اور اسے کوئی چیز پلید نہیں کر سکتی۔" اس روایت میں عدم نجس کا حکم قلیل وکثیر سب کو شامل ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالٰی کے نزدیک پانی قلیل میں نجاست گرنے سے پلید ہو جاتا ہے۔ اگر ماء کثیر ہو تو اس وقت نجس نہیں ہوتا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیلی نہ ہو۔ انہوں نے اپنے مؤقف پر اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث" جب پانی دو قلے ہو تو وہ نجاست سے متاثر نہیں ہوتا۔

۳- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ماءِ قلیل نجاست گرنے سے نجس ہو جاتا ہے لیکن ماءِ کثیر اس وقت نجس نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔

آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا یبولن احدکم فی الماء الدائم** ۔ "تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔"

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء** ۔ "جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو تو وہ اپنا ہاتھ پانی میں نہ ڈالے۔"

ماءِ قلیل اور ماءِ کثیر کی مقدار میں اقوال آئمہ: ماءِ قلیل اور ماءِ کثیر کی مقدار میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جو پانی قلتین سے کم ہو وہ قلیل ہے اور جو قلتین کے برابر یا اس سے زائد ہو وہ کثیر ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں ماءِ قلیل و ماءِ کثیر کی مقدار کا شریعت میں تعین نہیں ہے۔ تاہم احناف کے اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(i) مبتلیٰ بہ کی رائے کا اعتبار ہوگا، اگر وہ قلیل تصور کرے تو قلیل ہوگا اور اگر کثیر سمجھے تو وہ کثیر ہوگا۔

(ii) پانی اتنی مقدار میں ہو کہ اس کے ایک کنارے سے حرکت کرنے سے دوسرے کنارے تک حرکت کرے، وہ قلیل ہے اور اگر دوسرا کنارہ حرکت نہ کرے تو ماءِ کثیر ہے۔

(iii) جو پانی دہ دردہ سے کم ہو، وہ قلیل ہے اور جو دہ دردہ کی مقدار میں یا اس سے زائد ہو وہ کثیر ہے۔

سوال نمبر5: **عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ**

وسلم انہ قال: اذا اشتد الحر فابردوا بالصلوٰۃ فان شدۃ الحر من فیح جہنم رواہ الجماعۃ ۔

(الف) انقل الحدیث الی اللغۃ الاردیۃ؟

(حدیث پاک کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اکتب مذاہب الائمۃ الاربعۃ فی وقت صلوٰۃ الظہر والعصر مع دلائلہم ورجح موقفک بالدلائل؟

(نماز ظہر اور نماز عصر کے وقت کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟ آپ اپنے مؤقف کو دلائل کے ساتھ راجح قرار دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب گرمی سخت ہو تو تم نماز کو ٹھنڈا کر کے پڑھو، کیونکہ گرمی کی سختی جہنم کی سانس کی وجہ سے ہے۔ اسے ایک جماعت نے روایت کیا ہے۔

(ب) نماز ظہر اور نماز عصر کے وقت کے بارے میں مذاہب آئمہ فقہ:

اس بات میں تمام آئمہ فقہ کا اتفاق ہے کہ زوال کا وقت ختم ہوتے ہی نماز ظہر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ نماز ظہر کے وقت کے اختتام اور نماز عصر کے وقت کے آغاز میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- آئمہ ثلاثہ (حضرت امام مالک، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ) کا مؤقف ہے کہ ہر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر نماز ظہر کا وقت ختم اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ انہوں نے امامت جبرائیل علیہ السلام کی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں اس بات کی وضاحت ہے کہ انہوں نے نماز عصر چیز کا سایہ ایک مثل ہونے پر پڑھائی تھی۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق نماز ظہر کا وقت اصلی سایہ کے

علاوہ ہر چیز کا سایہ ڈبل ہونے پر ختم ہو جاتا ہے اور نماز عصر کا وقت شروع ہو جاتا ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: زوال آفتاب کے بعد جب تک آدمی کا سایہ اس کے قد کے برابر نہ ہو جائے نماز ظہر کا وقت باقی رہتا ہے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: نماز ظہر کا وقت اس وقت تک باقی رہتا ہے جب تک عصر کا وقت شروع نہ ہو جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ امامت جبرائیل والی روایت مابعد والی روایات سے منسوخ ہے یا مؤول ہے۔

اب دلائل و براہین کی روشنی میں جائزہ لیا جائے تو امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کو ترجیح حاصل ہے، کیونکہ آپ کے دلائل قوی ہیں۔

سوال نمبر 6: اکتب اختلاف الائمة الاربعة فی القراءة خلف الامام مع الدلائل ورجح مذهب الاحناف بالدلائل؟

(قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں اور مذہب احناف کو ترجیح دیں؟)

جواب: قرأت خلف الامام کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ فقہ:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابو یوسف اور حضرت امام محمد رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرأت خلف الامام درست نہیں ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا ۔ "یعنی جب تلاوت قرآن کی جائے تو تم توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔"

۲- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قراءة الامام له قراءة ۔ امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے۔

۳- حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میرے نزدیک امام کی اقتداء میں قرأت کرنا مسنون نہیں ہے۔

۴- حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جس شخص نے امام کے پیچھے قرأت کی اس نے خطا کی۔

۵- حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جو شخص امام کے پیچھے قرأت کرے میرا دل چاہتا ہے کہ اس کے منہ میں پتھر ٹھونسوں۔

۲- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ امام کے پیچھے قرأت ضروری ہے اور اس کے بغیر نماز نہیں ہوگی۔ انہوں نے اس مشہور روایت سے استدلال کیا ہے: لا صلوٰة الا بفاتحة الكتاب ۔ یعنی جب تک سورہ فاتحہ کی قرأت نہ کی جائے نماز نہیں ہوتی۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں نفس نماز کی نفی نہیں ہے بلکہ کمال کی نفی ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" الموافق سنة 1435ھ 2014ء

﴿الورقة الخامسة: لسنن النسائى وابن ماجة﴾

الوقت المحدود: ثلث ساعات — مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: عليك ان تجيب عن اثنين، اثنين من كل قسم

القسم الاوّل...... سنن النسائى

السوال الأول: عن ابن عباس ان امرء ة من خثعم سالت النبى صلى الله عليه وسلم غداة جمع فقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فريضة الله فى الحج على عباده ادركت ابى شيخا كبيراً لا يستمسك على الرحل . افاحج عنه؟ قال نعم .

(الف)انقل الحديث الى الأردية؟ 5

(ب)هل يجوز للرجل ان يحج عن غيره وان لم يكن حج عن نفسه؟ بين اختلاف الفقهاء مدللا؟ 15

(ج)اجب عن دليل من يقول بعدم الجواز؟ 5

السوال الثانى: عن انس بن مالك انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلى على حمار وهو راكب الى خيبر والقبلة خلفه؟

(الف)بين الصور التى يجوز فيها للمصلى ان يصلى الى جهة غير القبلة؟ 10

(ب)بين الاعذار التى تجوز صلوٰة الفرض بسببها على الدابة وهل

تجوز الصلوٰة بهذه الاعذار على القطار والمركب الهوائى ام لا؟ بين بالدلائل 15

السوال الثالث: عن انس ابن مالك قال كان لاهل الجاهلية يومان فى كل سنة يلعبون فيهما فلما قدم النبى صلى الله عليه وسلم المدينة قال كان لكم يومان تلعبون فيها وقد ابدلكم الله بهما خيرا منهما يوم الفطر ويوم الاضحى

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟ 10

(ب)ماهو العيد لغة واصطلاحاً؟ وما هو حكم صلوٰة العيدا هو واجب ام سنة؟ بين مذهب الامام ابى حنيفة والامام الشافعى عليهما الرحمة فى هذه المسئلة؟ 15

القسم الثانى...... سنن ابن ماجة

السوال الرابع: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رايتم الهلال فصوموا واذا رايتموه فافطروا فان غم عليكم فاقدروا له

(الف)ترجم الحديث الى الأردية واشرح معنى الجملة المسطورة عليها؟ واذكر اقوال الائمة الاربعة والجمهور فى شرحه؟ 12

(ب)من راى هلال رمضان او الفطر وحده هل يصوم او يفطر ام لا؟ بين هذه المسئلة مفصلاً؟ 13

السوال الخامس: عن عبدالله قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتقتل نفس ظلماً الاكان ابن آدم الاول كفل من دمها لانه اوّل من سن القتل .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟ 10

(ب)هل لقاتل المومن توبة؟ بين هذه المسئلة فى ضوء القرآن

والحديث وفصل المذاهب المختلفة فيها؟ 15

السوال السادس: عن عائشة قالت امرنا رسول الله صلى الله عليه وسلم ان نعق عن الغلام شاتين وعن الجارية شاة .

(الف) شكل الحديث وبين معنى العقيقة لغة واصطلاحا مع ذكر حكمة مشروعيتها؟ 10

(ب) ماهو حكم العقيقة هل هي واجبة ام سنة او مستحبة؟ فصل مذاهب الائمة الاربعة في هذه المسئلة مع دلائلهم؟ 15

☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال اول) برائے طلباء بابت 2014ء

﴿پرچہ پنجم: سنن نسائی وسنن ابن ماجہ﴾

قسم اول: سنن نسائی

سوال نمبر 1: عن ابن عباس ان امرءة من خثعم سالت النبي صلى الله عليه وسلم غداة جمع فقالت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم فريضة الله في الحج على عباده ادركت ابي شيخا كبيراً لا يستمسك على الرحل . افاحج عنه؟ قال نعم .

(الف) انقل الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هل يجوز للرجل ان يحج عن غيره وان لم يكن حج عن نفسه؟ بين اختلاف الفقهاء مدللا؟

(کیا کسی شخص کے لیے جائز ہے کہ وہ اپنے غیر کی طرف سے حج کرے جبکہ اس نے خود حج نہ کیا ہو؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ج) اجب عن دليل من يقول بعدم الجواز؟

(جو شخص عدم جواز کا قائل ہے، اس کی دلیل کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں: بیشک قبیلہ خثعم کی عورت نے میدان مزدلفہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا: یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کے بندوں پر حج فرض ہے، میرے والد عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے سواری پر بیٹھنے

کی طاقت نہیں رکھتے۔ کیا میں ان کی طرف سے فریضہ حج ادا کر سکتی ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ہاں!

(ب) حج بدل کرنے کا شرعی حکم:

جس شخص نے خود حج نہ کیا ہو، کیا وہ غیر کی طرف سے حج بدل کر سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مشہور دو اقوال ہیں:

(i) جائز ہے۔

(ii) جائز نہیں ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ حج عبادت بدنی اور عبادت مالی کا مجموعہ ہے، اس کی نیابت درست ہے۔ لہٰذا جس نے خود حج نہ کیا ہو، وہ دوسرے کی طرف سے نیابت کا فریضہ انجام دیتے ہوئے حج کر سکتا ہے لیکن افضل صورت یہی ہے کہ پہلے خود حج کرے پھر حج بدل کرے۔

بعض لوگ اس کے عدم جواز کے قائل ہیں، انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، جو یوں ہے: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے یوں سنا: شبرمہ کی طرف سے لبیک! آپ نے اظہار تعجب کے انداز میں دریافت فرمایا: شبرمہ کون ہے؟ اس نے عرض کیا: میرے بھائی کا نام ہے۔ پھر دریافت کیا: کیا تو نے اپنی طرف سے حج کیا ہے؟ اس نے جواباً عرض کیا: نہیں! آپ نے یوں فرمایا: ''تم پہلے اپنی طرف سے حج کرو پھر شبرمہ کی طرف سے حج کرنا۔''

شرائط حج بدل: حج بدل کی صحت کے لیے چند شرائط ہیں، جن کے بغیر یہ درست نہیں ہو سکتا۔ وہ شرائط درج ذیل ہیں:

۱- عجز و عذر اگر ممکن الزوال ہو تو اس کے زوال کے بعد خود بھی حج کرے ورنہ حج بدل جائز نہیں ہے اور اس کا اعادہ بھی نہیں ہے۔

۲- آمد و رفت کے تمام اخراجات بلکہ خورد و نوش کے مصارف بھی بذمہ محجوج عنہ کے

ہوں گے۔

۳- حج بدل کا امر محجوج عنہ کی طرف سے ہو، اس کے غیر کی طرف سے معتبر نہیں ہوگا لیکن وارث اپنے مورث کی طرف سے حج کرائے یا کرے تو درست ہوگا۔

۴- جس کی طرف سے حج کیا جا رہا ہے، اس پر حج فرض بھی ہو ورنہ حج بدل درست نہ ہوگا۔

۵- حج بدل کی صحت کے لیے محجوج عنہ کا عاقل، بالغ اور صاحب نصاب ہونا ضروری۔

حج بدل میں مذاہب آئمہ: کیا حج بدل کرنا درست ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ وہ کمزور و ضعیف جو حج کرنے کی طاقت نہ رکھتا ہو اور متوفی کی طرف سے حج بدل جائز ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ عبادت کی تین اقسام ہو سکتی ہیں:

(i) عبادت مالیہ مثلاً زکوۃ

(ii) محض عبادت بدنیہ جیسے: نماز

(iii) عبادت مالیہ اور بدنیہ کا مجموعہ مثلاً حج

پہلی اور تیسری قسم میں نیابت جاری ہو سکتی ہے جبکہ دوسری قسم میں نیابت درست نہیں ہے۔ لہٰذا جس طرح غیر کی طرف صدقہ و خیرات کرنا درست ہے بالکل اسی طرح حج کرنے میں بھی نیابت درست ہے۔ ثابت ہوا کہ حج بدل درست ہے۔ انہوں نے زیر مطالعہ حدیث سے بھی استدلال کیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اہتمام کے ساتھ قربانی کے دو جانور ذبح کرتے تھے، ایک اپنی طرف سے اور دوسرا تا قیامت آنے والے وہ امتی جو قربانی کرنے کی طاقت نہیں رکھیں گے، کی طرف سے۔ قربانی کرنے کے بعد آپ یہ دعا کیا کرتے تھے کہ یا اللہ! ایک جانور میری طرف سے قبول کر لے اور دوسرا میری امت کی طرف سے۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر یہ ہے کہ حج بدل صرف اس متوفی کی طرف سے کیا جا سکتا ہے، جس نے زندگی بھر حج کرنے کی سعادت حاصل نہ کی ہو۔آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

۱-ارشاد خداوندی ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر حج بیت اللہ فرض ہے، جو اس تک پہنچنے کی طاقت رکھتے ہیں۔

۲-زیر بحث حدیث سے حج بدل کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ یہ روایت اپنے مورد میں بند ہے۔

۳-زیر مطالعہ حدیث مضطرب ہے، لہٰذا اس سے استدلال کرنا جائز نہیں ہے۔

(ج) حج بدل عدم جواز کے قائلین کی دلیل کا جواب:

جو لوگ حج بدل کو جائز قرار نہیں دیتے، تو ان کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ زکوٰۃ اور حج دونوں عبادات میں نیابت کا قانون جاری ہو سکتا ہے، بلکہ اکثر فقہاء نے اس اصول کو نہ صرف تسلیم کیا ہے، اس کو معمول بہ بھی بنایا ہے۔منکرین صرف عقلی دلیل، بے عملی اور ہٹ دھرمی کے سبب اس کا انکار کرتے ہیں۔

سوال نمبر2: عن انس بن مالك انه راى رسول الله صلى الله عليه وسلم يصلي على حمار وهو راكب الى خيبر والقبلة خلفه .

(الف) بين الصور التي يجوز فيها للمصلي ان يصلي الى جهة غير القبلة؟

(وہ صورتیں بیان کریں جن میں نمازی غیر جہت قبلہ کی طرف نماز ادا کر سکتا ہے؟)

(ب) بين الاعذار التي تجوز صلوٰة الفرض بسببها على الدابة وهل تجوز الصلوٰة بهذه الاعذار على القطار والمركب الهوائي ام لا؟ بين بالدلائل

(وہ اعذار بیان کریں جن کی وجہ سے فرض نماز سواری پر جائز ہے؟ کیا ان اعذار کی بناء پر ریل کار اور ہوائی جہاز پر نماز درست ہے یا نہیں؟ دلائل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) وہ صورتیں جن میں غیر جہت قبلہ کی طرف منہ کر کے نمازی نماز ادا کر سکتا ہے؟

غیر جہت قبلہ کی طرف منہ کر کے نماز ادا کرنے کی چند صورتیں درج ذیل ہیں:

۱-جہت قبلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے تحری کر کے نماز پڑھی، پھر وقت گزرنے پر پتہ چلا کہ اس نے غیر جہت قبلہ کی طرف نماز ادا کی ہے۔

۲-تحری کے بعد نماز کا آغاز کیا، پھر جہت قبلہ کے بارے میں رائے تبدیل ہو گئی یا کسی شخص نے سمت صحیح کی راہنمائی کر دی تو ادا کی ہوئی نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۳-سمت قبلہ کسی شخص سے دریافت کی تو اس نے بتانے سے احتراز کیا، تحری کر کے نماز پڑھ لی، پھر اس شخص نے بتایا کہ تو نے غیر سمت قبلہ نماز ادا کی ہے۔اب نماز کے اعادہ کی ضرورت نہیں ہے۔

۴-جب شدت علالت کی وجہ سے کوئی شخص سمت قبلہ کی طرف منہ نہ کر سکتا ہو اور کوئی معاون بھی پاس موجود نہ ہو، تو وہ جس جہت بھی نماز ادا کرے گا درست ہو گی۔

(ب) وہ اعذار جن کے سبب سواری پر فرض نماز جائز ہے؟

نفلی نماز بالاتفاق سواری پر جائز ہے۔تاہم چند اعذار کی بنا پر فرض نماز بھی سواری پر ادا کی جا سکتی ہے، وہ اعذار درج ذیل ہیں:

۱-جب سواری سے اترنے پر قدرت حاصل نہ ہو۔

۲-جب محمل کی ایک طرف خود سوار ہو اور دوسری جانب والدین یا محرم یا بیوی ہو، یہ خود تو اتر کر چڑھ سکتا ہو مگر دوسری طرف کے لوگ نہ اتر سکتے ہوں اور نہ چڑھ سکتے ہوں۔

گاڑی پر فرض نماز ادا کرنے کے اعذار: بعض اعذار کی بنا پر گاڑی پر فرض نماز ادا کی جا سکتی ہے اور وہ صورتیں درج ذیل ہیں:

۱-شدید بارش کے دوران سوار ہوا ہو، نیچے اترا تو کپڑے نجس ہو جائیں گے یا پاؤں زمین میں دھنس جائیں گے۔

۲-جب عمر رسیدہ شخص ہو اور کسی کی معاونت کے بغیر نہ اتر سکتا ہو اور نہ چڑھ سکتا ہو۔

۳-مرض میں اضافہ کا باعث بن جانے کا اندیشہ ہو۔

۴-ہمسفر لوگوں کے روانہ ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۵-مال یا جان ضائع ہو جانے کا اندیشہ ہو۔

۶-سواری اس قدر شریر ہو کہ اترنے پر دوبارہ سوار نہیں ہونے دے گی۔

سواری پر فرض نماز کے حوالے سے چند اہم مسائل:

۱-بذریعہ ٹرین طویل سفر کا ارادہ ہو، نماز کا وقت ہونے پر سیٹ پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ منہ قبلہ کی جانب ہو۔

۲-کشتی پر کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر بالاجماع فرض نماز ادا کی جاسکتی ہے۔

۳-میدان جہاد میں گھمسان کے معرکہ کے دوران بھی نماز معاف نہیں ہے، اس موقع پر مجاہدین جس سمت بھی ممکن ہو نماز ادا کر سکتے ہیں۔

۴-ہوائی جہاز پر سمت قبلہ کا اعتبار کرتے ہوئے وقت ہونے پر نماز ادا کی جاسکتی ہے بشرطیکہ اس کے اترنے سے قبل نماز کا وقت ختم ہو جانے کا امکان ہو۔

سوال نمبر3: عَنْ اَنَسِ ابْنِ مَالِكٍ قَالَ كَانَ لِاَهْلِ الْجَاهِلِيَّةِ يَوْمَانِ فِيْ كُلِّ سَنَةٍ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَلَمَّا قَدِمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ الْمَدِيْنَةَ قَالَ كَانَ لَكُمْ يَوْمَانِ تَلْعَبُوْنَ فِيْهَا وَقَدْ اَبْدَلَكُمُ اللّٰهُ بِهِمَا خَيْرًا مِّنْهُمَا يَوْمَ الْفِطْرِ وَيَوْمَ الْاَضْحٰى

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اردو میں اس کا ترجمہ کریں؟)

(ب) ماهو العيد لغة واصطلاحاً؟ وما هو حكم صلوٰة العيدا هو

واجب ام سنة؟ بين مذهب الامام ابى حنيفة والامام الشافعى عليهما الرحمة فى هذه المسئلة؟

(لفظ عید کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟ نماز عید کا حکم کیا ہے، کیا یہ واجب ہے یا سنت ہے؟ اس مسئلہ میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: زمانہ جاہلیت میں لوگ ہر سال دو دن میں کھیل کود کرتے تھے۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ طیبہ تشریف لائے تو آپ نے فرمایا: تم لوگ دو دنوں میں کھیل کود کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لیے ان سے بہتر دو دن عطا فرمائے ہیں: عید الفطر اور عید الاضحیٰ۔

(ب) عید کے معانی:

لفظ ''عید'' مختلف معانی اور مفاہیم کے لیے استعمال ہوتا ہے، وہ درج ذیل ہیں:

۱-یہ وہ دن ہے جس میں لوگوں کا خصوصی اجتماع منعقد ہوتا ہے۔

۲-اس کا لغوی معنیٰ ہے پلٹ کر آنا، چونکہ یہ دن بھی ہر سال آتا ہے۔

۳-یہ لفظ ''عادت'' سے ماخوذ ہے، اس دن لوگوں کا جمع ہونا ان کی عادت بن چکا ہے۔

۴-اس کا معنیٰ ہے اظہار مسرت کرنا، چونکہ لوگ اس دن نئے کپڑے پہن کر نماز پڑھنے کے لیے عیدگاہ کی طرف آتے ہیں اور اظہار فرحت و مسرت کرتے ہیں۔

۵-اہل عرب کے ہاں ''عید'' کا مطلب ہے خوشی یا غم کا لوٹ کر آنا، چونکہ یہ دن خوشیاں لاتا ہے۔

۶-نماز عید پہلی بار دو ہجری میں پڑھی گئی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تا حیات یہ نماز

پڑھاتے رہے۔

۷-غلبہ اسلام سے قبل لوگ سال میں دو دن بطور لعب ولہو بناتے تھے۔آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے زمانہ جاہلیت کے دو دن ختم کر دیے جو "نیروز" اور "مہرجان" کے نام سے مشہور تھے۔آپ نے لوگوں کے لیے ان کے عوض دو دن مقرر فرمائے:

(۱) عیدالفطر۔(۲) عیدالاضحیٰ۔

نماز عید کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ: کیا نماز عید فرض ہے یا واجب یا سنت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز عید، نماز جنازہ کی طرف فرض کفایہ ہے۔یعنی ایک یا چند افراد ادا کرلیں تو سب بری الذمہ ورنہ سب گناہگار ہوں گے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عید واجب ہے۔اس بارے میں صاحب ہدایہ لکھتے ہیں: نماز عید ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

فائدہ: نماز عیدین کے لیے نماز پنجگانہ کی شرائط وفرائض کو بھی پیش نظر رکھا جائے گا۔

قسم ثانی: سنن ابن ماجۃ

سوال نمبر4: **عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا رایتم الھلال فصوموا واذا رأیتموہ فأفطروا فان غم علیکم فاقدروا لہ**

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ واشرح معنی الجملۃ المسطورۃ علیھا ۔ واذکر اقوال الائمۃ الاربعۃ والجمھور فی شرحہ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ خط کشیدہ جملہ کے معنیٰ کی تشریح کریں اور اس تشریح میں اقوال آئمہ فقہ نقل کریں؟)

(ب) من رای ھلال رمضان او الفطر وحدہ ھل یصوم او یفطر ام لا؟

بین ھذہ المسئلۃ مفصلاً؟

(جو شخص اکیلا رمضان المبارک یا عیدالفطر (شوال) کا چاند دیکھے، تو کیا وہ روزہ رکھے گا یا روزہ نہیں رکھے گا؟ یہ مسئلہ تفصیل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور چاند دیکھ کر تم افطار کرو۔ اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تم اس (ماہ کے دنوں کی) تعداد پوری کرلو۔

خط کشیدہ جملہ کی تشریح: مذکورہ حدیث میں خط کشیدہ الفاظ یہ ہیں: "فاقدروا لہ" رمضان کا چاند نظر آنے کی صورت میں روزے شروع کر دیے جائیں اور شوال (عیدالفطر) کا چاند نظر آنے پر روزے موقوف کر دیے جائیں۔ آسمان پر بادل موجود ہونے کی وجہ سے چاند نظر نہ آئے خواہ رمضان کا ہو یا شوال کا، تو مہینے کے دنوں کی تعداد (تیس دن) پوری کی جائے۔

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ایک شخص کی گواہی سے رمضان اور شوال کا چاند ثابت ہو جائے گا، خواہ مطلع صاف ہو یا ابر آلود ہو۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ بہر صورت دو آدمیوں کی گواہی سے چاند ثابت ہوگا۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک رمضان المبارک کا چاند ایک عادل شخص کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے بشرطیکہ مطلع ابر آلود ہو۔ مطلع صاف ہونے کی صورت میں گواہی کے لیے جم غفیر کا ہونا ضروری ہے۔ مطلع ابر آلود ہونے کی صورت میں شوال (عیدالفطر) کے چاند کے لیے دو مردوں یا ایک مرد، دو عورتوں کی گواہی معتبر ہوگی۔

(ب) اکیلا شخص رمضان یا شوال کا چاند دیکھے تو اس کے روزہ وافطار کا حکم:

مطلع ابر آلود ہو تو رمضان کا چاند ایک عادل آدمی کی گواہی سے ثابت ہو جاتا ہے، اس صورت میں گواہ بھی روزہ رکھے گا اور لوگ بھی روزہ رکھیں گے۔ مطلع ابر آلود ہونے پر شوال

کا چاند دو گواہوں کی گواہی سے ثابت ہوگا۔

سوال نمبر5: عَنْ عَبْدِ اللهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَاتُقْتَلُ نَفْسٌ ظُلْمًا اِلَّا كَانَ ابْنُ آدَمَ الْاَوَّلُ كِفْلٌ مِنْ دَمِهَا لِاَنَّهُ اَوَّلُ مَنْ سَنَّ الْقَتْلَ ۔

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور اس پر اعراب لگائیں؟)

(ب) هل لقاتل المؤمن توبة؟ بين هذه المسئلة في ضوء القرآن والحديث وفصل المذاهب المختلفة فيها؟

(کیا مومن کے قاتل کے لیے توبہ ہے یا نہیں؟ یہ مسئلہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بیان کریں اور مذاہب مختلفہ بھی بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص ناحق قتل کیا جاتا ہے اس کا گناہ آدم (علیہ السلام) کے پہلے بیٹے کو دیا جاتا ہے، اس لیے کہ اس نے قتل کا طریقہ جاری کیا تھا۔

(ب) قاتلِ مؤمن کی توبہ قابل قبول ہونا

جب کوئی شخص عمداً یا سہواً اپنے بھائی کو قتل کر دیتا ہے، پھر اس کے دل میں عذاب آخرت اور خوف خدا کا تصور پیدا ہوتا ہے اور وہ توبہ کرنے پر رضامند ہوجائے۔ شرعی نقطہ نظر سے اس کی توبہ قابل قبول ہوگی۔ اس سلسلے میں دلائل درج ذیل ہیں:

۱- اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی میں سے ایک تَوَّابٌ ہے (توبہ قبول کرنے والا ہے)

۲- حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: بنی اسرائیل کے ایک شخص نے سو آدمیوں کو قتل کیا تھا، پھر اس نے توبہ کا قصد کیا اور اللہ نے اس کی توبہ قبول کرلی اور اس کے گناہ معاف کردیے۔

۳- قتل عمد گناہ کبیرہ ہے، مرتکب کبیرہ گناہگار ہوتا ہے لیکن کافر نہیں ہوتا اور گناہگار کے گناہ توبہ سے معاف کردیے جاتے ہیں۔

۴- اس بات پر تمام اسلاف واخلاف کا اتفاق ہے کہ کبیرہ گناہ کا مرتکب خارج اسلام نہیں ہوتا مگر گناہگار ہوتا ہے۔ توبہ کرنے سے سب گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔

سوال نمبر6: عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ اَمَرَنَا رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ نُعِقَّ عَنِ الْغُلَامِ شَاتَيْنِ وَعَنِ الْجَارِيَةِ شَاةً ۔

(الف) شكل الحديث وبين معنى العقيقة لغة واصطلاحا مع ذكر حكمة مشروعيتها؟

(حدیث پر اعراب لگائیں؟ عقیقہ کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے اس کی مشروعیت کی حکمت بیان کریں؟)

(ب) ماهو حكم العقيقة هل هي واجبة ام سنة او مستحبة؟ فصل مذاهب الائمة الاربعة في هذه المسئلة مع دلائلهم؟

(کیا عقیقہ واجب ہے یا سنت یا مستحب ہے؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب بر حدیث:

اعراب اوپر لگادیے ہیں اور ترجمہ درج ہے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا کہ ہم بچے کے عقیقہ کے طور پر دو بکریاں اور بچی کی طرف سے ایک بکری ذبح کریں۔

عقیقہ کا معنیٰ اور اس کی مشروعیت کی حکمت: لفظ ''عقیقہ'' کا لغوی معنیٰ ہے: بچے کی پیدائش کے ساتویں روز اس کے ناخن اور سر کے بال تراشنا اور بکری وغیرہ ذبح کرکے لوگوں میں گوشت تقسیم کرنا۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ''عقیقہ'' سے مراد

ہے: جانور کو ذبح کرنا اور اس کی رگوں کو کاٹ دینا۔ اسی مفہوم کی مناسبت سے والدین ا… نافرمان اولاد کو عاق کرتے ہیں۔ عقیقہ کا شرعی معنی اور مفہوم یہ ہے کہ نومولود کی پیدائش کے ساتویں دن، مخصوص جانور کو ذبح کرنا، بچے کے سر کے بال تراشنا اور بالوں کے ہم وزن چاندی اللہ کی راہ میں صدقہ کرنا۔ زیر بحث حدیث سے یہی مفہوم ماخوذ ہے۔

(ب) عقیقہ کی شرعی حیثیت میں مذاہب آئمہ:

نومولود کے ساتویں روز اس کا عقیقہ کرنا واجب ہے یا سنت اور یا مستحب؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: عقیقہ کرنا مستحب ہے۔

۲۔ حضرت امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو قول ہیں:

(i) عقیقہ واجب ہے۔

(ii) عقیقہ واجب نہیں ہے۔

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عقیقہ سنت ہے۔ سنت ک… مطلب یہ ہے کہ اس کی مشروعیت احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔

نومولود اگر بچہ ہو تو اس کی طرف سے دو جانور اور اگر بچی ہو تو ایک جانور ذبح ک… جائے گا۔ جانوروں کے مذکر و مؤنث ہونے کا حکم یکساں ہے۔ اس جانور کا گوشت یا سال… وغیرہ تیار کر کے غرباء و مساکین میں تقسیم کیا جائے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1215ء

﴿الورقة الاولٰى: لصحيح البخاری﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه: السوال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين

السؤال الأول: عن عائشة رضی الله عنها "ان النبی صلی الله عليه وسلم دخل عليها و عندها امرءة قال من هذه قالت فلانة تذكر من صلاتها قال مه عليكم بما تطيقون فوالله لايمل الله حتی تملوا وكان احب الدين اليه ما داوم عليه صاحبه .

(الف) شكل "فلانة" منصرفة أو غير هاو على الثانی فبين السببين؟ (۱۰)

(ب) كلمة "فلانة" منصرفة أو غير هاو على الثانی فبين السببين؟ ۵

(ج) أعرب الكلمات المخطوطة؟ ۹

(د) مامعنی الملال؟ وهل اطلاقه جائز على الله تعالىٰ أم لا؟ وعلی الثانی فما توجيهه؟ ۱۰

السؤال الثانی: عن أبی هريرة رضی الله عنه أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال: صلوة فی مسجدی هذا خير من ألف صلوة فيما سواه الا المسجد الحرام" .

(الف) ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟ ۳

(ب) هل تضعيف الصلوة مخصوص بالمسجد الذی كان فی زمنه صلی الله عليه وسلم أم لا؟ وعلی الثانی فما الدليل عليه و ما هو الجواب

عن قوله " مسجدی هذا " ؟ فانه اشارة الى المسجد الذى كان فى زمنه صلى الله عليه وسلم ١٠

(ج)هذا الاستثناء يحتمل أمور الثلثة بين منها أمرين، ماهو مختار الاكثر فى هذاالاستثناء ؟ ١٠

(د)هل هذا التضعيف شامل لغير الصلوٰة من العبادات؟ كتلاوة القرآن و الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم اذكره مع الدليل؟ ١٠

السؤال الثالث:عن ابن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل للفرس سهمين ولصاحبه سهما .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية؟ ٣

(ب)اذكر اختلاف لائمة مع الدلائل فى سهم الفارس والراجل من الغنيمة؟ ١٥

(ج)ان كان الحديث حجة عليك فأجب عنه؟ ٥

(د)لصاحب فرسين، سهم فرس واحد، أوسهم فرسين؟ اذكر اختلاف الامام أبى حنيفة والامام أبى يوسف مع دلائلهما؟ ١٠

السؤال الرابع:أجب عن ستة أسئلة(لكل سؤال خمس والنصف) .

١-فى أية سنة ولد الامام البخارى؟

٢-اذكر مذهبه الفقهى؟

٣-ماهو الاسم الأصلى لصحيح البخارى؟

٤-ماهو عددالاحاديث الثلثية فى صحيح البخارى؟

٥-ماهوسبب خروج البخارى من بلدة بخارا؟

٦-اذكرلقب البخارى و كنيته؟

٧- اذكر أسماء ثلثة شيوخ للامام البخارى؟

٨- اذكر ثلاثة مصنفات للبخارى سوى الجامع؟

٩- اذكر شرط البخارى لا يراد الحديث فى صحيحه؟

١٠- ماهو حكم تعليقات البخارى؟

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ اوّل: صحیح بخاری﴾

سوال ۱: عَنْ عَآئِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا "اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا اِمْرَءَةٌ قَالَ مَنْ هٰذِهِ؟ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيْقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَا يَمَلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَكَانَ اَحَبُّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَا دَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهُ .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الادوية؟

(حدیث پراعراب لگائیں اوراس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)كلمة"فلانة" منصرفة أو غير هاوعلى الثانى فبين السببين؟

(کلمہ "فلانۃ" منصرف ہے یاغیر منصرف برتقدیر ثانی اس کے دوسبب بیان کریں؟)

(ج)أعرب الكلمات المخطوطة

(خط کشیدہ کلمات پراعراب لگائیں؟)

(د)مامعنى الملال؟ وهل اطلاقه جائز على الله تعالىٰ أم لا؟ وعلى الثانى فما توجيهه؟

(ملال کا کیا معنی ہے؟ اور کیا اس کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر ہوسکتا ہے یانہیں؟ برتقدیر ثانی اس کی وجہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب لگادیئے گئے ہیں، ترجمہ سطور ذیل میں ملاحظہ فرمائیں:

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ بیان کرتی ہیں کہ بیشک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لائے تو اس وقت ایک عورت ان کے پاس موجود تھی۔ آپ نے دریافت کیا کہ یہ عورت کون ہیں؟ انہوں نے جواباً عرض کیا: یہ فلاں خاتون ہے اور اس کی تکثیر نماز کا ذکر کیا۔ اس بارے میں آپ نے فرمایا: تم باز آجاؤ، لوگ اپنی طاقت کے مطابق اپنے اوپر ذمہ داری لیا کریں۔ اللہ کی قسم! اللہ تعالیٰ اس وقت تک ناراض نہیں ہوتا جب تک تم ہمت نہ ہار دو۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں بہترین دین وہ ہے جس پر مسلسل عمل کیا جائے۔

(ب) کلمہ ''فلانۃ'' منصرف یا غیر منصرف:

غیر منصرف وہ کلمہ ہوتا ہے جس میں منع صرف کے نو اسباب میں سے دو پائے جائیں یا ایک پایا جائے جو دو اسباب کے قائم مقام ہو۔ سوال یہ ہے کہ کلمہ ''فُلَانَۃُ'' غیر منصرف ہونے کی صورت میں اس میں پائے جانے والے اسباب کون سے ہیں؟ اس میں پائے جانے والے دو اسباب درج ذیل ہیں:

(i) تانیث لفظی

(ii) علمیت

(ج) خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی نشاندہی:

خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی نشاندہی درج ذیل ہے:

۱۔ اِمْرَاَۃٌ: یہ خبر ہونے کے سبب مرفوع ہے۔

۲۔ فُلَانَۃُ: یہ ''ھِیَ'' ضمیر مقدر کی خبر ہونے کے باعث مرفوع ہے اور غیر منصرف ہونے کی وجہ سے آخر میں تنوین نہیں ہے۔

۳۔ اَحَبُّ: فعل ثلاثی مجرد مضاعف سے واحد مذکر اسم تفضیل کا صیغہ ہے۔ اور ''کَانَ'' کا اسم ہونے کے سبب مرفوع ہے۔

(د) لفظ ''ملال'' کا معنی اور اللہ تعالیٰ پر اس کے اطلاق کا شرعی حکم:

کلمہ ''ملال'' ثلاثی مجرد مضاعف کا مصدر ہے۔ جس کا معنی ہے ہمت ہار جانا، تھک

جانا، رنجیدہ خاطر ہونا۔ ان معانی کے اعتبار سے لفظ ''ملال'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر درست نہیں ہے، کیونکہ یہ لفظ تعالیٰ کی شایان شان نہیں ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ لفظ ''ملال'' کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر درست نہیں دریافت طلب یہ امر ہے کہ پھر زیر بحث حدیث میں لفظ ''ملال'' کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کیوں کی گئی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں لفظ ''ملال'' کی نسبت جو اللہ تعالیٰ کی طرف کی گئی ہے، حقیقی معنی کے اعتبار سے نہیں ہے بلکہ مجازی معنی کے سبب ہے یعنی ناراض ہونا۔

سوال 2: عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال: صلوٰة في مسجدي هذا خير من ألف صلوة فيما سواه الا المسجد الحرام" .

(الف) ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور درج ذیل سوالات کے جواب دیں؟)

(ب) هل تضعيف الصلوٰة مخصوص بالمسجد الذي كان في زمنه صلى الله عليه وسلم أم لا؟ وعلى الثاني فما الدليل عليه و ما هو الجواب عن قوله "مسجدي هذا" ؟ فانه اشارة الى المسجد الذي كان في زمنه صلى الله عليه وسلم

(کیا یہ اضافی ثواب اس مسجد کے ساتھ خاص تھا جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی یا نہیں؟ بصورت دیگر اس کی دلیل کیا ہے؟ اس کا جواب کیا ہے کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ''مسجدی ھٰذا'' سے تو اشارہ اس مسجد کی طرف ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی؟)

(ج) هذا الاستثناء يحتمل أمور الثلثة بين منها أمرين، ماهو مختار الاكثر في هذا الاستثناء ؟

(یہ استثناء تین امور پر مشتمل ہے اور ان میں سے دو بیان کریں؟ اس استثناء میں عموماً مختار کیا ہے؟)

(د) هل هذا التضعيف شامل لغير الصلوٰة من العبادات؟ كتلاوة القرآن و الصلاة على النبى صلى الله عليه وسلم اذكره مع الدليل؟

(کیا یہ اضافی ثواب نماز کے علاوہ دوسری عبادات مثلاً تلاوت قرآن اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر درود شریف پیش کرنے کا بھی ہے؟ اس پر دلیل کیا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میری اسی مسجد میں ایک نماز ادا کرنا، دوسری مسجد میں ہزار نماز ادا کرنے سے بہتر ہے، سوائے مسجد حرام کے۔

(ب) "مسجدی هذا" میں تعمیم یا تخصیص:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ "هذا" کا اشارہ محسوس مبصر چیز کی طرف ہوتا ہے مگر زبان نبوت سے نکلے ہوئے اسم اشارہ کا مشار الیہ تا قیامت وسیع و عریض ہونے والی مسجد ہے۔ تاہم زمانہ رسالت میں وجود میں آنے والی مسجد کی عظمت وفضیلت قدرے زیادہ ہے اور تا حال بلکہ تا قیامت وجود میں آنے والی مسجد کی شان سے بھی انکار نہیں کیا جاسکتا ہے۔ اس بحث سے معلوم ہوا کہ "مسجدی هذا" فرمانے میں تخصیص مراد نہیں ہے بلکہ تعمیم ہے۔

(ج) استثناء کے امور ثلاثہ:

استثناء کی تین صورتیں ہیں، جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

۱۔ مستثنیٰ متصل: وہ مستثنیٰ ہے جو متعدد سے نکالا گیا ہو مثلاً جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا زَيْدًا۔ میں "زَيْدًا" قوم میں داخل تھا پھر اسے قوم کے حکم سے نکالا گیا ہے۔

۲۔ مستثنیٰ منقطع: یہ وہ مستثنیٰ ہے جسے مستثنیٰ منہ کے حکم سے خارج نہ کیا گیا ہو مثلاً جَاءَ الْقَوْمُ اِلَّا حِمَارًا۔ یہاں حمار قوم میں داخل نہیں تھا۔

۳۔ مستثنیٰ مفرغ: وہ مستثنیٰ ہے جس کا مستثنیٰ منہ مذکور نہ ہو مثلاً مَا جَاءَ نِیْ اِلَّا زَیْدٌ یہاں "زید" کا مستثنیٰ منہ مذکور نہیں ہے۔

اس مقام پر پہلی قسم مراد ہے۔

یہاں حدیث میں استثنائی امور دو ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۱) مسجد حرام

(۲) مسجد اقصیٰ

یہاں اوّل الذکر مختار ہے کیونکہ مسجد حرام میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نماز کے برابر ہے۔

(د) مسجد نبوی کا ثواب نماز سے مخصوص نہ ہونا:

مسجد نبوی شریف کی فضیلت یہ بیان کی گئی ہے کہ اس میں ایک نماز ادا کرنے کا اجر پچاس ہزار نمازوں کا دیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ ثواب نماز کے ساتھ مخصوص ہے یا ہر نیکی کا ثواب اسی طریقہ سے ملتا ہے مثلاً تلاوت قرآن اور بارگاہ رسالت میں درود شریف پیش کرنا وغیرہ؟ یہ ثواب نماز کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر نیکی کو شامل ہے۔ مثلاً زکوٰۃ، صدقہ فطر، تلاوت قرآن، درود وسلام، درس وتدریس، تصنیف وتالیف، وعظ ونصیحت اور افطاری کرانا وغیرہ کا۔

دلیل:

یہ حدیث مخصوص نہیں بلکہ عمومی ضابطہ کی حامل ہے کہ جو بھی نیک کام مسجد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں کیا جائے گا، اس کا ثواب نماز کی طرح پچاس ہزار اضافہ کے ساتھ عنایت کیا جاتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال 3: عن ابن عمر رضى الله عنهما أن رسول الله صلى الله عليه وسلم جعل للفرس سهمين ولصاحبه سهما؟

(الف) ترجم الحديث الى الأردية.

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)اذکر اختلاف لائمة مع الدلائل فی سهم الفارس والراجل من الغنیمة

(مالِ غنیمت سے سوار اور پیدل چلنے والے کے حصہ کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(ج)ان کان الحدیث حجة علیك فأجب عنه ۔

(اگر یہ حدیث آپ کے مؤقف کے خلاف ہے تو اس کا جواب دیں؟)

(د)لصاحب فرسین، سهم فرس واحد، أوسهم فرسین؟ اذکر اختلاف الامام أبی حنیفة والامام أبی یوسف مع دلائلهما؟

(جس شخص کے گھوڑے ہوں، تو کیا اسے ایک گھوڑے کا حصہ ملے گا یا دو گھوڑوں کا؟ اس بارے میں امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے گھڑ سوار کے لیے دو حصے اور اس کے مالک کے لیے ایک حصہ مقرر فرمایا۔

(ب) جہاد میں سوار اور پیدل شامل ہونے والے کے مالِ غنیمت سے حصہ کے بارے میں مذاہب آئمہ:

جہاد میں سواری کی حالت میں یا پیدل شامل ہونے والوں کا مالِ غنیمت سے حصہ یکساں ہوگا یا مختلف؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک فارس کے دو حصے ہیں اور راجل کا ایک حصہ ہے۔آپ نے حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ کی روایت سے دلیل اخذ کی ہے۔وہ روایت درج ذیل ہے:

قسمت خیبر علی اهل الحدیبیة علی ثمانیة عشر سهما فاعطی الفارس سهمین واعطی الراجل سهما ۔ یعنی غزوہ فتح خیبر کے موقع پر مالِ غنیمت کی تقسیم کاری عمل میں لائی گئی تو اس کے اٹھارہ حصے کیے گئے جو اہل حدیبیہ میں اس طرح تقسیم کیے گئے کہ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک حصہ دیا گیا۔

زیر بحث حدیث کے مطالعہ سے بھی یہی بات ثابت ہوتی ہے کہ جہاد میں پیدل شامل ہونے والے کے لیے مالِ غنیمت سے ایک حصہ اور سوار کے دو حصے ہیں۔

۲۔حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ راجل کا ایک حصہ ہے اور فارس کے تین حصہ ہیں۔یعنی گھوڑے کے دو حصے ہیں اور مالک کا ایک حصہ ہے جبکہ پیدل شامل ہونے والے کا ایک حصہ ہے۔انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے، جو یوں ہے: **ان النبی صلی الله علیه وسلم اسهم للرجل وللفرس ثلاثة اسهم سهماله وسهمین لفرسه ۔** یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیدل کو ایک حصہ عنایت فرمایا اور سوار کو تین حصے عنایت کیے، ایک آدمی کا دو گھوڑے کے۔علاوہ ازیں انہوں نے درج ذیل حدیث سے بھی استدلال کیا ہے:

ان النبی صلی الله علیه وسلم اسهم الفارس من ثلاثة اسهم و للراجل سهما یعنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سوار کو تین حصے اور پیدل کو ایک حصہ عطا کیا تھا۔

(ج) زیر بحث حدیث کی توجیہات:

زیر بحث حدیث ہمارے مؤقف کے منافی ہے، اس کی کئی توجیہات کی جا سکتی ہیں:

۱۔یہ روایت منسوخ ہونے کی وجہ سے ناقابل عمل ہے۔

۲۔یہاں کاتب کی غلطی کا بھی امکان ہو سکتا ہے کہ اصل عبارت "للفارس سهمان" ہو اور الف نہ لکھنے سے للفرس سے سهمان ہو گیا ہو۔

۳۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات کے قبیل سے ہو کہ آپ نے ایک حصہ

بطور عطیہ زیادہ عنایت فرمایا ہو۔

(د) دو گھوڑے والے کے حصہ کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کیا دو گھوڑے والے کو گھوڑوں کے دو حصے دیئے جائیں گے یا ایک؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو گھوڑے والے شخص کو مال غنیمت سے دو حصے نہیں ملیں گے بلکہ ایک ملے گا۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: گھوڑوں، خچروں اور گدھوں کو تمہاری سواری کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔

(ii) اگر گھوڑوں کے دو حصے فراہم کیے جائیں تو تابع اپنے متبوع سے فوقیت لے جائے گا، جو قیاس وعقل کے منافی ہے۔

(iii) حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دو گھوڑوں کے دو حصے ہوں گے۔ آپ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

سوال 4: أجب عن ستة أسئلة (لكل سؤال خمس والنصف).

۱- في أية سنة ولد الامام البخاري؟

(حضرت امام بخاری کا سال ولادت لکھیں؟)

۲- اذكر مذهبه الفقهي

(آپ کا فقہی مذہب بیان کریں؟)

۳- ماهو الاسم الأصلي لصحيح البخاري؟

(صحیح بخاری کا اصل نام کیا ہے؟)

۴- ماهو عدد الاحاديث الثلثية في صحيح البخاري؟

(ثلاثیات بخاری کی تعداد کتنی ہے؟)

۵- ماهو سبب خروج البخاري من بلدة بخارا؟

۶- اذكر لقب البخاري وكنيته.

(امام بخاری کا لقب اور کنیت بتائیں؟)

۷- اذكر أسماء ثلثة شيوخ للامام البخاري.

(امام بخاری کے تین اساتذہ کے نام بتائیں؟)

۸- اذكر ثلاثة مصنفات للبخاري سوى الجامع؟

(صحیح بخاری کے علاوہ تین تصانیف بخاری بیان کریں)

۹- اذكر شرط البخاري لايراد الحديث في صحيحه.

(صحیح بخاری میں درج کے لیے امام بخاری کی شرائط بیان کریں؟)

۱۰- ماهو حكم تعليقات البخاري؟

(تعلیقات بخاری کا حکم کیا ہے؟)

جواب: جوابات الاسئلة المذكورة:

(۱) وهو ولد في سنة ۱۹۴ ھ۔ (۲) وهو كان شافعيا ولكنه مجتهد۔ (۳) الاسم الاصلي الصحيح البخاري: الجامع الصحيح المسند المختصر من امور رسول الله صلى الله عليه وسلم۔ (۴) اثنان عشرون حديثا۔ (۵) وسبب ذهابه من بخارا الحسد من اهل بخارا۔ (۶) امير المؤمنين في الحديث، ابو عبدالله۔ (۷) (i) محمد بن عبدالله، (ii) ابو عاصم النبيل، (iii) قتيبه بن سعيد۔ (۸) (i) التاريخ الكبير، (ii) التاريخ الصغير، (iii) الادب المفرد۔ (۹) لقاء الشيخ بلاواسطة۔ (۱۰) تعليقات البخاري غير صحيح۔

☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/1215ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح مسلم﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه:السؤال الرابع اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين

السؤال الأول:عن أبی هريرة قال من اشترى شاة مصراة فهو بالخيار ثلثة أيام فان ردهارد معها صاعامن طعام لاسمراء .

(الف)ترجم الحديث ووضح مفهومه؟ ۸

(ب)عرف المصراة واذكر اختلاف الائمة فی بيعها مع الدلائل واذكر أيضا مذهب امامك بالدليل وأجب عن الحديث جوابا شافيا ان لم يؤيدك؟ ۲۰

(ج)مامعنى قوله "لاسمراء" و ماعرابه؟ ۵

السؤال الثانی:عن أم سلمة مخنثا كان عندها ورسول الله صلی الله عليه وسلم فی البيت فقال لأخی أم سلمة يا عبدالله بن أمية ان فتح الله لكم الطائف غدا فانی أدلك على بنت غيلان فانها تقبل بأربع وتدبر بثمان قال فسمعه رسول الله صلی الله عليه وسلم فقال لايدخل هؤلا ء عليكم؟

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ۱۰

(ب)بين صيغة مخنث ومعناه واسم هذا المخنث؟ ما المراد بقوله

تقبل باربع وتدبربثمان؟ ۱۵

(ج)لم قال صلی الله عليه وسلم "لايدخل هؤلاء عليكم" . هل تحتجب النساء من الخنث والخصی؟ ۸

السؤال الثالث:عن النبی صلی الله عليه وسلم قال اذاقاتل أحد كم اخاه فليجتنب الوجه فان الله خلق آدم على صورته .

(الف)ترجم الحديث وبين مفهومه؟ ۵

(ب)الأمرفی قوله"فليجتنب"للوجوب أو للاستحباب؟أية حكمة فی النهی عن ضرب الوجه؟ ۱۰

(ج)فی مرجع ضمير"صورتة"ثلثة احتمالات بينها مع بيان المعنی على كل احتمال؟ ۱۸

السؤال الرابع:عن أبی هريرة أن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال كل انسان تلده أمه على الفطرة وأبواه بعد يهودانه أو ينصرانه أو يمجسانه فان كانا مسلمين فمسلم كل انسان تلده أمه يلكز الشيطان فی حضنيه الا مريم وابنها؟

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ۱۰

(ب)لم سلط اللعين على الصبی حين ولا دته؟ وماهو السبب فی حفظ مريم وابنها عن لكز اللعين؟ ۱۵

(ج)هل حفظ نبينا المصطفیٰ عليه التحية والثناء عن لكز اللعين؟ ۹

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ دوم: صحیح مسلم﴾

سوال 1: عن أبی هريرة قال من اشتری شاة مصراة فهو بالخيار ثلثة أيام فان ردها رد معها صاعا من طعام لاسمراء .

(الف) ترجم الحديث ووضع مفهومه .

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس مفہوم کی وضاحت کریں؟)

(ب) عرف المصراة واذكر اختلاف الائمة فی بيعها مع الدلائل واذكر أيضا مذهب امامك بالدليل وأجب عن الحديث جوابا شافيا ان لم يؤيدك .

(مصراہ کی تعریف کریں اور اس کی بیع کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلیل بیان کریں؟ زیر بحث حدیث سے آپ کے مؤقف کی تائید نہیں ہوتی تو اس کا جواب دیں؟)

(ج) مامعنی قوله "لاسمراء" و ماعرابه؟

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ جس آدمی نے دودھ روکے جانے والی بکری خریدی تو اسے تین دن تک اختیار ہے۔ اگر وہ پسند کرے تو وہ اسے واپس کر سکتا ہے اور واپسی کی صورت میں ایک صاع طعام بھی پیش کرے گا نہ کہ گندم۔

مفہوم حدیث:

اس روایت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے: جس نے ایسی بکری خریدی جس کا دودھ ا

کے پستانوں میں روکا گیا ہوتا کہ گاہک اس کا دودھ زیادہ تصور کر کے اس کی قیمت زیادہ لگائے۔ شاۃ مصراۃ کے بارے میں صورت حال واضح ہونے پر تین دن تک مشتری کو بکری واپس کرنے کا اختیار حاصل رہے گا، واپس کرنا مقصود ہو تو ایک صاع طعام بھی پیش کرے تا کہ یہ استعمال کیے جانے والے دودھ کا معاوضہ بھی ہو سکے لیکن طعام گندم کی شکل میں نہیں دیا جائے گا' بلکہ آٹا وغیرہ کی شکل میں دیا جائے گا۔

(ب) بیع مصراۃ کی تعریف:

اس سے مراد ایسا جانور ہے جس کے دودھ کو اس کے پستانوں میں جمع رکھا جائے تا کہ اس کا دودھ زیادہ خیال کرتے ہوئے مشتری زیادہ رقم دینے کے لیے تیار ہو جائے۔ یہ بیع منع ہے' کیونکہ اس میں دھوکا ہے۔

مسئلہ بیع مصراۃ میں مذاہب آئمہ:

مسئلہ مذکورہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل ہو گا لیکن ایک صاع کھجوریں یا اناج دینا واجب نہیں ہے، کیونکہ وہ ان کی قیمت بھی ادا کر سکتا ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اس سے مقصد دودھ کا عوض فراہم کرنا ہے، وہ جنہیں بھی ہو سکتا ہے اور اس کی قیمت بھی۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل ہو گا مگر وہ جانور کی واپسی کے ساتھ ایک صاع اناج بھی فراہم کرے گا، آپ نے زیر بحث حدیث سے دلیل اخذ کی ہے۔

۳- حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل ہو گا لیکن ایک صاع اناج دینا شرط نہیں ہے وہ اس کی قیمت بھی دے سکتا ہے کیونکہ قیمت دودھ کا عوض بن سکتی ہے۔

۴- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے

نزدیک صورت مذکورہ میں مشتری کو رجوع کا اختیار حاصل نہیں ہوگا۔ اس لیے کہ فریقین کے درمیان بیع منعقد ہو چکی ہے مگر مشتری کے نقصان کی بائع کی طرف سے تلافی کرانے کی کوشش کی جائے گی۔ وہ یوں کہ اگر چار کلو دودھ دینے والے جانور کی قیمت دس ہزار ہو تو کلو دودھ دینے والے جانور کی قیمت پانچ ہزار معین کر کے پانچ ہزار روپے بائع سے لے کر مشتری کو پیش کیے جائیں گے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ زیر بحث حدیث نص قرآنی اجماع امت اور قیاس کے متصادم ہونے کی وجہ سے قابل عمل اور قابل قبول ہو سکتی۔

(ج) ''لَاسَمْرَاءِ'' کا اعراب و معنی:

اس مقام پر اس کا اعراب یوں ہوگا: لَاسَمْرَاءِ' لفظ ''لَا'' عاطفہ ہے اس کا عطف طعام پر ہے۔ چونکہ معطوف اور معطوف علیہ کا اعراب اور عامل ایک ہوتا ہے۔ لہٰذا ''سَمْرَاءِ'' کے نیچے زیر ہوگی اس کا معنی یہ ہے کہ رجوع کی صورت میں دیگر اجناس کھجوریں تو فراہم کی جا سکتی ہیں مگر گندم فراہم کرنا درست نہیں ہے۔

سوال 2: عَنْ أُمِّ سَلَمَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا اَنَّ مُخَنَّثًا كَانَ عِنْدَهَا وَرَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِي الْبَيْتِ فَقَالَ لِأَخِيْ أُمِّ سَلَمَةَ يَا عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ أُمَيَّةَ اِنْ فَتَحَ اللّٰهُ لَكُمُ الطَّائِفَ غَدًا فَإِنِّيْ أَدُلُّكَ عَلٰى بِنْتِ غَيْلَانَ فَإِنَّهَا تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ قَالَ فَسَمِعَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ لَا يَدْخُلُ هٰؤُلَاءِ عَلَيْكُمْ.

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بین صیغة مخنث ومعناه واسم هذا المخنث. ما المراد بقوله تقبل باربع وتدبر بثمان؟

(''مخنث'' صیغہ بتائیں' اس کا معنی اور نام بتائیں' علاوہ ازیں ''تقبل باربع وتدبر ثمان'' سے کیا مراد ہے؟)

(ج) لم قال صلی الله علیه وسلم "لایدخل هؤلاء علیکم". هل تحتجب النساء من الخنث والخصی والمجبوب؟

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ''لایدخل هؤلاء علیکم'' کیوں فرمایا؟ کیا خواتین مخنث' خصی مرد اور مقطوع الذکر سے پردہ کریں گے)

جواب: (الف) اعراب و ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت اُم سلمہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ان کے ہاں ایک خنثیٰ تھا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بھی گھر میں تشریف فرما تھے۔ خنثیٰ نے میرے بھائی سے یوں کہا: اے عبداللہ بن ابی امیہ! اگر اللہ تعالیٰ کل تمہارے لیے طائف کی فتح یقینی بنا دیتا ہے تو میں تمہیں بنت غیلان کے بارے میں آگاہ کرتا ہوں کہ وہ چار سلوٹوں کے ساتھ آتی ہے اور آٹھ سلوٹوں کے ساتھ واپس پلٹتی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی یہ بات سن کر فرمایا: یہ لوگ تمہارے ہاں نہ آیا کریں۔

''مُخَنَّثٌ'' صیغہ کا حل:

لفظ ''مُخَنَّثٌ'' صیغہ واحد مذکر اسم مفعول ثلاثی مزید فیہ از باب تفعیل ہے۔ اس کا معنی ہے: نحیف و کمزور' نرم و نازک۔ عادات میں خواتین کے مشابہہ ہونے کی وجہ سے ان میں ناز نخرے اور کمزوری و ضعف کی صفات موجود ہوتی ہیں۔

''تُقْبِلُ بِأَرْبَعٍ وَتُدْبِرُ بِثَمَانٍ'' کا مطلب:

خنثیٰ نے بنت غیلان کے اوصاف بیان کرتے ہوئے کہا کہ وہ ایک موٹی تازہ اور فربہ لڑکی ہے۔ وہ جب آتی ہے تو اس کے جسم پر چار سلوٹ ہوتے ہیں اور واپس جاتے وقت آٹھ سلوٹ موجود ہوتے ہیں۔

(ج) خواتین کے پاس خنثوں کے آنے کی ممانعت کی وجہ:

خنثےٰ نہ مردوں میں شمار ہوتے ہیں اور نہ خواتین میں لہٰذا ان میں برائی کرنے کی خواہش وطاقت نہیں ہوتی لیکن اپنی حرکات بد کے سبب عورتوں کو برائی کی ترغیب دیتے ہیں۔ ان کی حرکات کے سبب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا کہ وہ خواتین کے پاس نہ آئیں۔

خنثیٰ، خصی اور مقطوع الذکر سے پردہ:

خنثیٰ، خصی اور مقطوع الذکر لوگ خواہ از خود برائی کرنے پر قادر نہیں ہوتے، تاہم عورتوں میں برائی کرنے کے جذبات، خواہشات اور رجحانات ضرور پیدا کرتے ہیں۔ جس وجہ سے خواتین کا ان سے مکمل پردہ کرنا ضروری ہے۔

سوال 3: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال اذاقاتل أحد کم أخاه فلیجتنب الوجه فان الله خلق آدم علی صورته .

(الف) ترجم الحدیث وبین مفهومه؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم بیان کریں؟)

(ب) الأمر فی قوله "فلیجتنب" للوجوب أو للاستحباب؟ أية حكمة في النهي عن ضرب الوجه؟

("فلیجتنب" امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے؟ چہرے پر مارنے سے منع کرنے کی حکمت کیا ہے؟)

(ج) فی مرجع ضمیر "صورته" ثلثة احتمالات بینها مع بیان المعنی علی کل احتمال

(لفظ "صورته" کی ضمیر کے مرجع میں تین احتمالات ہیں، آپ احتمالات بیان کریں اور ہر احتمال کا معنیٰ بھی بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم

میں کوئی اپنے بھائی سے لڑائی کرے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے چہرے پر ضرب لگانے سے احتراز کرے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو اپنے صورت پر پیدا فرمایا۔

مفہوم حدیث:

انسان فطرتی طور پر جلد باز، جھگڑالو اور حد اعتدلال سے تجاوز کرنے والا واقع ہوا ہے۔ بات بات پر زیادتی، دوسرے کو زیر کرنا اور اپنے آپ کو فوقیت دینا اس کی عادت کا حصہ ہے۔ لڑائی اور جھگڑا کرنا بھی اس کے نزدیک بعید از عقل و قیاس نہیں ہے۔ دوران لڑائی یا ہاتھا پائی کے وقت اپنے مقابل کے چہرے پر طمانچہ رسید بھی کرتا ہے لیکن اسلام اس کی اجازت نہیں دیتا، حدیث مطالعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی بھی صورت کسی انسان کے چہرے پر طمانچہ مارنے یا اسے زخمی کرنے کی اجازت نہیں ہے۔

(ب) "فَلْيَجْتَنِبْ" کا حکم:

زیر مطالعہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ لڑائی جھگڑے کے دوران مقابل کے چہرے پر ضرب لگانے اور نقصان پہنچانے سے احتراز کیا جائے۔ اس بارے میں لفظ 'فَلْيَجْتَنِبْ' استعمال ہوا ہے۔ سوال یہ ہے کہ یہ لفظ امر ہے تو کیا یہاں امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں امر میں دونوں احتمال ہو سکتے ہیں لیکن راقم الحروف کے نزدیک وجوب کے لیے ہے یعنی دوسرے کے چہرے کو زخمی کرنا حرام اور اس پر ضرب لگانا منع ہے۔

(ج) "صُوْرَتِهٖ" کی ضمیر کا مرجع:

زیر بحث میں لفظ "صُوْرَتِهٖ" استعمال ہے، دریافت طلب یہ بات ہے کہ "ہ" ضمیر کا مرجع کیا چیز ہے؟ لفظ "صُوْرَتِهٖ" کی ضمیر کے مرجع میں تین احتمال ہیں، درج ذیل ہیں:

(۱) اللہ ۔ (۲) اخاہ ۔ (۳) احد ۔

سوال 4: عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ عَلَى الْفِطْرَةِ وَأَبَوَاهُ بَعْدُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ أَوْ يُمَجِّسَانِهِ

فَإِنْ كَانَا مُسْلِمَيْنِ فَمُسْلِمٌ كُلُّ إِنْسَانٍ تَلِدُهُ أُمُّهُ يَلْكُزُ الشَّيْطَانُ فِيْ حَضْنَيْهِ إِلَّا مَرْيَمَ وَابْنَهَا .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو ترجمہ کریں؟)

(ب)لم سلط اللعين على الصبى حين ولادته؟ وماهو السبب فى حفظ مريم وابنها عن لكز اللعين؟

(بچے کی ولادت شیطان کو اس پر مسلط کیوں کیا جاتا ہے؟ حضرت مائی مریم اور ان کے بیٹے (حضرت عیسیٰ علیہ السلام) کو شیطان کے تسلط سے محفوظ رکھنے کی وجہ کیا ہے؟)

(ج)هل حفظ نبينا المصطفىٰ عليه التحية والثناء عن لكز اللعين؟

(کیا ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطان کے تسلط سے محفوظ تھے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب وترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر انسان کو اس کی ماں فطرت پر پیدا کرتی ہے۔ پھر بعد میں اس کے والدین اسے یہودی یا نصرانی یا مجوسی بنا لیتے ہیں۔ اگر والدین دونوں مسلمان ہوں تو وہ (بچہ) مسلمان ہوتا ہے۔ جب ماں اپنے بچے کو جنم دیتی ہے تو شیطان اس کے دونوں پہلوؤں میں انگلیاں مارتا ہے۔

(ب) ولادت کے وقت بچے پر شیطان کے مسلط کیے جانے کی وجہ:

دنیا دار الامتحان ہے، بچے کی پیدائش کے وقت شیطان کو اس پر مسلط کر کے بتایا جاتا ہے کہ پیدائش کے ساتھ ہی انسان کے امتحان کا آغاز ہو جاتا ہے' جو تا حیات جاری رہتا ہے۔ بچہ جوں جوں بڑا ہوتا جاتا ہے تو اس کے امتحانات میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اور

اس کی پوری زندگی امتحان میں گزرتی ہے۔

لہٰذا انسان کو اپنے ازلی دشمن سے چھٹکارا حاصل کرنے کا واحد راستہ اطاعت خداوندی' اسوۂ رسول اور محبت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

(ج) حضرت مریم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو شیطانی تسلط سے محفوظ رکھنے کی وجہ:

حضرت مائی مریم رضی اللہ عنہا کی مقبول بندی' صاحبہ تقویٰ اور زاہدہ وطاہرہ خاتون تھیں۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں مراتب وکمالات سے سرفراز فرمایا اور ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اطاعت خداوندی اور اس کی یاد میں گزرا تھا۔ ان اوصاف کی وجہ سے انہیں شیطان سے محفوظ رکھا گیا۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ولادت بغیر باپ کے اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ سے ہوئی، پھر انہیں نبوت ورسالت سے سرفراز کیا گیا اور آپ کی قوم سے بچاتے ہوئے انہیں آسمانوں پر اٹھایا گیا۔ آپ بھی آسمان چہارم پر تشریف ہیں اور قرب قیامت میں باذن الٰہی زمین پر نزول فرمائیں گے۔ علاوہ ازیں آپ کی ولادت کے وقت لوگوں نے آپ کی والدہ پر انگشت نمایاں کیں' تو آپ نے خود والدہ کی طہارت و پاکدامنی کا اعلان کیا تھا۔ ان خصوصیات کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ولادت کے وقت ان پر شیطان کو مسلط نہیں ہونے دیا۔

(ج) سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطانی تسلط سے محفوظ رکھے گئے:

حضرت مائی مریم رضی اللہ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیطانی تسلط سے محفوظ رکھے گئے تھے۔ جب مقتدی محفوظ رکھے گئے تو یقیناً امام کو بھی محفوظ رکھا گیا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے شیطان میرے عمر رضی اللہ عنہ کے سایہ سے دوڑتا ہے۔ جن کے خادم کے سایہ سے شیطان دوڑتا ہو تو ایسے خادم کے آقا کے پاس وہ کیسے آسکتا ہے؟ لہٰذا یقینی طور پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر شیطان کا تسلط نہیں ہوا تھا۔ علاوہ ازیں آپ کا شیطان مسلمان ہو چکا تھا اور آپ کو ہرگز ضرر رسائی نہیں کر سکتا تھا۔ ہمارا تو یہ عقیدہ ہے کہ تمام انبیاء اور مرسلین علیہم السلام شیطانی تسلط سے محفوظ تھے اور ہیں۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/1215ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذی﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه: السوال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين

السؤال الأول: عن ابن عمر رضی الله عنهما قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم وهو يسئل عن الماء يكون فی الفلاة من الارض وما ينوبه من السباع والدواب قال اذا كان الماء قلتين لم يحمل الخبث؟

(الف) شكل الحديث وترجمه الی الأردية وأعرب الكلمات المخطوط عليها؟ ۱۶

(ب) متی يتنجس الماء بوقوع النجاسة فيه أذكر اختلاف الائمة مع الدلائل؟ وأجب عن الحديث ان كان حجة عليك؟ ۱۸

السؤال الثانی: عن أنس رضی الله عنه قال كان رسول الله صلی الله عليه وسلم وأبوبكر و عمرو عثمان يفتتحون القراءة بالحمد لله رب العالمين.

(الف) ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟ ۵

(ب) ظاهر الحديث أنهم كانوا لايقرءون البسملة أصلاً مع أن الأئمة متفقون علی قرائتها فما الجواب عنه؟ ۱۰

(ج) هل البسملة جزء من الفاتحة أم لا؟ بين اختلاف الأئمة مع الدلائل؟ ۱۵

(د) ما الفائدة فی ذكر الأصحاب الثلثة الأجلة بعد الرسول صلی الله عليه وسلم؟ ۳

السؤال الثالث: قال قتادة قلت لأنس بن مالك كم حج النبی صلی الله عليه وسلم قال حجة واحدة واعتمر أربع عمر. عمرة فی ذی القعدة و عمرة الحديبية و عمرة مع حجة و عمرة الجعرانة.

(الف) ترجم الحديث الی الأردية واشرحه شرحا بسيطا؟ ۱۵

(ب) لم اقتصر النبی صلی الله عليه وسلم علی حجة واحدة ولم أخرها؟ وأية عمرة أريدت بقوله وعمرة فی ذی العقدة؟ ۱۸

السوال الرابع: عن أنس قال ان كان رسول الله صلی الله عليه وسلم ليخالطنا حتی ان كان ليقول لأخ لی صغير يا أبا عمير مافعل النغير.

(الف) ترجم الحديثوبين مفهومه؟ ۱۵

(ب) كلمة "ان" فی الموضعين شرطية أو غيرها؟ وعلی الأول فما جوابها. اللام فی قوله "ليخالطنا" و"ليقول" مفتوحة أو مسكورة. وأية لام هی؟ ۱۰

(ج) هل يجوز جلس الطيور واللعب بها و بيعها وشرائها؟ واذكر شرائط جواز المزاح واذكر أيضاً نبذة من مزاح النبی صلی الله عليه وسلم؟ ۱۳

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ سوم: جامع ترمذی﴾

سوال ۱: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يُسْئَلُ عَنِ الْمَاءِ يَكُوْنُ فِي الْفَلَاةِ مِنَ الْأَرْضِ وَمَا يَنُوْبُهُ مِنَ السِّبَاعِ وَالدَّوَابِّ قَالَ إِذَا كَانَ الْمَاءُ قُلَّتَيْنِ لَمْ يَحْمِلِ الْخُبْثَ۔

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية وأعرب الكلمات المخطوط عليها۔

(حدیث پر اعراب لگائیں، اُردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ پر اعراب کی وضاحت کریں؟)

(ب) متى يتنجس الماء بوقوع النجاسة فيه أذكر اختلاف الائمة مع الدلائل وأجب عن الحديث ان كان حجة عليك؟

(پانی میں نجاست گرنے سے وہ کب پلید ہوتا ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف مع دلائل بیان کریں؟ اگر یہ حدیث آپ کے مؤقف کے خلاف ہے تو اس کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے میدانوں کے پانی کے بارے میں دریافت کیا جن سے درندے اور چارپائے پیتے

ہیں؟ آپ نے جواب دیا جب پانی دو قلوں کی مقدار ہو تو وہ پلید نہیں ہوتا۔

خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی وضاحت:

حدیث بالا کے خط کشیدہ کلمات کے اعراب کی وضاحت درج ذیل ہے:

۱- عُمَرَ: مضاف الیہ ہے لیکن غیر منصرف ہونے کی وجہ سے منصوب ہے لیکن حقیقت میں مکسور ہے۔

۲- وَهُوَ: واؤ حالیہ ہے هُوَ ضمیر برائے واحد مذکر غائب، اس کا مرجع آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذات ہے جو منصوب محلاً حال ہے۔

۳- يَكُوْنُ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل مضارع معروف ثلاثی مجرد اجوف واوی، از باب نَصَرَ يَنْصُرُ مرفوع لفظاً بسبب خالی ہونے ناصب وجازم کے۔

۴- قُلَّتَيْنِ: قُلَّتَيْنِ تثنیہ اور منصوب لفظاً ہے بسبب كَانَ کی خبر ہونے کے۔

(ب) کھڑے ہوئے پانی میں نجاست گرنے کی صورت میں اس کے نجس ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ:

کھڑے ہوئے پانی میں نجاست گرنے کی صورت میں اس کے نجس ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ کھڑے ہوئے پانی کی مقدار دہ دردہ ہو تو اس میں نجاست گرنے سے اس وقت تک نجس نہیں ہوگا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے یعنی رنگ، بو اور ذائقہ۔ اگر پانی کی مقدار دہ دردہ سے کم ہو تو نجاست گرتے ہی وہ پلید ہو جائے گا خواہ نجاست قلیل ہو یا کثیر اور خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل ہوا ہو یا نہ۔ آپ نے مشہور روایت سے استدلال کیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب نہ کرے اور پھر اس سے وہ غسل کرے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ جب کھڑا پانی قلتین یعنی پانچ مشکیزوں کی مقدار میں

ہوتو نجاست گرنے سے جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہوجائے وہ نجس نہ ہوگا۔تاہم پانی کی مقدار قلتین سے کم ہوتو نجاست گرنے سے وہ پلید ہوجائے گا اور اس کے لیے اوصاف ثلاثہ میں سے کسی کے تبدیل ہونے کی قید نہیں ہے۔انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱-یہ روایت متناً وسنداً مضطرب ہونے کے سبب نا قابل قبول اور نا قابل عمل ہے۔

۲-قلتین والی حدیث مجہول المقدار ہونے کے سبب نا قابل عمل ہے۔

سوال 2: عن أنس رضی اللہ عنہ قال کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وأبوبکر و عمرو عثمان یفتحون القراءۃ بالحمد للہ رب العالمین .

(الف)ترجم الحديث وأجب عن الأسئلة التالية؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور درج ذیل سوالات کے جواب دیں؟)

(ب)ظاهر الحديث أنهم كانوا لايقرء ون البسملة أصلاً مع أن الأئمة متفقون على قرائتها فما الجواب عنه ؟

(زیر مطالعہ حدیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ قرأت کے وقت تسمیہ نہیں پڑھتے تھے جبکہ آئمہ اربعہ کے نزدیک تسمیہ پڑھی جائے گی؟ اس کا جواب کیا ہے؟)

(ج)هل البسملة جزء من الفاتحة أم لا؟ بين اختلاف الأئمة مع الدلائل؟

(کیا تسمیہ سورہ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(د)ماالفائدة في ذكر الأصحاب الثلثة الأجلة بعدالرسول صلى الله عليه وسلم ؟

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اجلہ اصحابہ ثلاثہ کا ذکر کرنے کا کیا فائدہ ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابوبکرؓ، حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم (نماز میں) قرأت کا آغاز اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے کرتے ہیں۔

(ب) تسمیہ سورۃ فاتحہ کی جز ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیا بسملہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کے مختلف اقوال ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک تسمیہ قرآن کی جز ہے لیکن ہر سورت کی مستقل جز نہیں ہے۔تاہم سورۃ توبہ کی مستقل جز ہے۔

۲-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ تسمیہ قرآن کی جز ہے اور سورۃ فاتحہ کی بھی۔

۳-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ تسمیہ نہ قرآن کا حصہ ہے اور نہ سورۃ فاتحہ کی جز ہے۔

(د) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء ثلاثہ کا ذکر کرنے کی وجوہات:

زیر مطالعہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفاء ثلاثہ کا ذکر کرنے کی متعدد وجوہات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

۱-اس میں عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَ سُنَّۃِ خُلَفَآءِ رَاشِدِیْنَ کا درس مزید مقصود ہو۔

۲-خلفاء ثلاثہ کی بالترتیب خلافت ونیابت کی طرف اشارہ ہونا۔

۳-خلفاء ثلاثہ کی عظمت وکرامت اور شان کی طرف اشارہ ہونا۔

سوال 3: قال قتادة قلت لأنس بن مالك كم حج النبي صلى الله عليه وسلم؟ قال حجة واحدة واعتمر أربع عمر . عمرة في ذي القعدة و عمرة

الحدیبیة و عمرة مع حجة و عمرة الجعرانة .

(الف)ترجم الحدیث الی الأردیة و اشرحه شرحا بسیطا؟ ۱۵

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کی تشریح کریں؟)

(ب) لم اقتصر النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی حجة واحدة ولم اخرها؟ وأیة عمرة أریدت بقوله وعمرة فی ذی العقدة؟

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج پر اکتفاء کیوں کیا اور اسے مؤخر کیوں کیا؟ ذی القعدہ کے عمرہ سے کون سا عمرہ مراد ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے میں نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنے حج کیے تھے؟ انہوں نے جواب دیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیا تھا اور چار عمرے ادا فرمائے تھے۔ پہلا عمرہ ذی القعدہ میں دوسرا عمرہ حدیبیہ کے موقع پر، تیسرا عمرہ حج کے ساتھ اور چوتھا عمرہ جعرانہ سے احرام باندھ کر ادا کیا تھا۔

تشریح وتوضیح حدیث:

سیرت نگاروں اور مؤرخین نے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم کے معمولات واحوال اور سیرت طیبہ کا ایک ایک پہلو محفوظ کرنے کی کوشش کی ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حجوں اور عمروں کی تعداد کے بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: آپ نے حج ایک ادا فرمایا تھا اور عمرے چار کیے تھے۔ آٹھ ہجری میں حج فرض ہوا جبکہ حج کے مہینے ختم ہو چکے تھے۔ نو ہجری کو مسلمانوں نے پہلا حج ادا کیا جس میں آپ شامل نہ ہوئے۔ مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں حج کیا۔ دس ہجری میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت میں حج ادا کیا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اور آخری حج تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے

عمروں کی تفصیل کچھ یوں ہے: پہلا عمرہ چھ ہجری کو حدیبیہ کے موقع پر ادا کیا، دوسرا عمرہ سات ہجری کو ادا فرمایا جو عمرۃ القضا کہلاتا ہے، تیسرا عمرہ آٹھ ہجری کو فتح مکہ کے موقع پر ادا کیا اور چوتھا عمرہ دس ہجری کو حجۃ الوداع کے ساتھ ادا فرمایا۔ یہ سب کے سب عمرے ذوالقعدہ مہینے میں ادا کیے گئے تھے۔

(ب) ایک حج ادا کرنے اور اسے تاخیر سے ادا کرنے کی وجہ:

سوال یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک حج کیوں کیا تھا اور اسے تاخیر سے کیوں ادا کیا تھا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آٹھ ہجری میں حج فرض ہوا جبکہ حج کے مہینے ختم ہو چکے تھے، نو ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل میں مسلمانوں نے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی قیادت میں پہلا حج ادا کیا۔ دس ہجری میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلا اور آخری حج ادا کیا اور گیارہ ہجری میں حج کے مہینے آنے سے قبل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہو گیا۔ آپ کے ایک حج ادا کرنے کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں پر زندگی میں ہر سال یا متعدد حج فرض نہ ہو جائیں۔ علاوہ ازیں فرضیت حج کے بعد مزید حج ادا کرنے کا موقع بھی میسر نہ آیا۔ تاخیر سے حج ادا کرنے کی یہ وجوہات تھیں (۱) حج فرض ہی تاخیر سے ہوا تھا۔ (۲) قبول اسلام کے سبب بکثرت مسلمان آپ کی قیادت میں حج کی کرنے کی سعادت حاصل کر سکیں۔

ذوالقعدہ کے عمرہ سے مراد:

ذوالقعدہ کے عمرہ سے مراد، حدیبیہ کے موقع پر کیا جانے والا عمرہ ہے۔ جب مسلمان عمرہ کی نیت سے حدیبیہ کے مقام پر پہنچے تو کفار مکہ نے انہیں مکہ میں داخل نہ ہونے دیا۔ صلح کی شرائط کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانیاں کرنے کے بعد صحابہ کو احرام کھولنے کا حکم دے دیا۔ خواہ یہ عمرہ ادا نہ ہوا لیکن مسلمان عازمین عمرہ کے طور پر گئے تھے، اس لیے اسے عمرہ قرار دیا گیا ہے۔

سوال 4: عن أنس قال ان كا ن رسول الله صلى الله عليه وسلم ليخ
لطنا حتى ان كان ليقول لأخ لى صغير يا أبا عمير مافعل النغير ـ

(الف) ترجم الحديث وبين مفهومه ـ

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم بیان کریں؟)

(ب) كلمة " ان" فى الموضعين شرطية أو غير ها؟ و على الأول فم
جوابها ـ اللام فى قوله " ليخالطنا" و"ليقول" مفتوحة أو مسكورة ـ وأي
لام هى؟

(ج) هل يجوز جلس الطيور واللعب بها و بيعها وشرائها؟ واذكر
شرائط جواز المزاح ـ واذكر ايضاً نبذة من مزاح النبى صلى الله علي
وسلم ـ

(کیا دونوں جگہ میں کلمہ "ان" شرطیہ ہے یا نہیں؟ علی سبیل الاول اس کا جواب شرط کی
ہے؟ حدیث کے الفاظ "لیخالطنا" اور "لیقول" میں لام مسکورہ ہے یا مفتوحہ؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے خوش طبعی ومزاح کرتے ہوئے ہم میں گھل مل جاتے تھے۔ حتیٰ میرے چھوٹے بھائی سے یوں فرماتے: اے ابوعمر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

مفہوم حدیث:

خاتم الانبیاء سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم بلند اخلاق اور مزاح پسند تھے، کسی سے مذاق نہ فرماتے جس سے کسی کی دل آزاری ہوتی ہے۔ آپ کا ہر عمل اور ہر قول حقیقت پر مبنی ہوتا تھا۔ خادم خاص حضرت انس رضی اللہ عنہ کے ہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی عموماً آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ان کے چھوٹے بھائی کو "ابوعمیر" کی کنیت سے یاد فرماتے، وہ عموماً ایک چڑیا کے ساتھ کھیلا کرتے تھے اور وہ مرگئی۔ آپ دوستانہ حیثیت اختیار فرما کر ان

سے مزاح فرماتے تھے۔ چڑیا کے مرنے پر آپ نے اظہار افسوس کرتے ہوئے حضرت انس رضی اللہ عنہ کے چھوٹے بھائی سے فرمایا: اے ابوعمیر! تمہاری چڑیا کا کیا بنا؟

(ب) حدیث میں مذکور دونوں جگہ میں 'اِنْ' کی حالت:

زیر بحث حدیث میں دونوں مقامات میں "اِنْ" نہ شرطیہ ہے اور ناصبہ ہے بلکہ حرف مشبہ بفعل ہے۔ دونوں جگہ میں اِنْ کا اسم مذکور ہے مگر خبر محذوف ہے۔ اصل عبارت یوں تھی: انه كان رسو ل الله الخ على هذا لقياس :انه كان ليقول الخ۔

دونوں جگہ لام کی حرکت ووضاحت:

حدیث مذکورہ میں دونوں الفاظ "لَيُخَالِطُنَا" اور "لَيَقُوْلُ" میں لام مکسور نہیں ہے بلکہ مفتوحہ ہے، جو مضارع میں تاکید کے معنی پیدا کرنے کے لیے اور مضارع کو حال کے معنی کے ساتھ خاص کرنے کے لیے ہے۔

(ج) پرندوں کو قید کرنے، ان کے ساتھ کھیلنے اور ان کی خرید وفروخت کا حکم:

جواب: پرندے بھی انسانوں کی طرح آزاد مخلوق ہے، کھانے دانے کے بغیر انہیں قید کرنا درست نہیں ہے۔ انہیں اذیت دیئے بغیر اور مذہبی نقصان یعنی ترک نماز وغیرہ کے بغیر مزاح کے انداز میں ان سے کھیلنے میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ پرندے چونکہ حلال ہیں، لہٰذا ان کی خرید وفروخت میں بھی کوئی مضائقہ نہیں ہے بشرطیکہ وہ بند یا پکڑے ہوئے ہوں۔ ہوا میں اڑتے ہوئے یا آزاد پرندوں کی خرید وفروخت ممنوع ہے کیونکہ اس صورت میں مشتری کو نقصان پہنچنے کا قوی اندیشہ ہے۔

شرائط مزاح:

شرعی نقطہ نظر سے غیبت، مذاق اور چغلی کھانا حرام ہے لیکن مزاح جائز ہے۔ اس کے جواز کی چند ایک شرائط درج ذیل ہیں:

(۱) کذب بیان کی شکل نہ ہو۔ (۲) مذاق کی صورت نہ ہو۔ (۳) مسلسل نہ ہو بلکہ جزوی طور پر ہو۔ (۴) کسی کی دل آزاری واذیت رسانی کا سامان نہ ہو۔ (۵) کسی کے

مزاح کے منافی نہ ہو۔

مزاح رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک مثال:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مذاق سے احتراز کرتے مگر بعض اوقات مزاح فرمایا کرتے تھے۔ آپ کے مزاح کے کثیر واقعات ہیں، جن میں سے ایک بطور تمثیل پیش کیا جاتا ہے۔ ایک دفعہ ایک معمر خاتون آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی اور عرض گزار ہوئی: میرا اونٹ میرا نافرمان ہے، جو مجھے اپنے اوپر سوار نہیں ہونے دیتا۔ لہٰذا آپ مجھے اس پر سوار کرادیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہیں اونٹنی کے بچے سوار کرتا ہوں۔ وہ گھبرائی اور عرض کیا: یارسول اللہ! اونٹنی کا بچہ تو مجھے گرادے گا۔ آپ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا: اے مائی! گھبرائیں مت ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہوتا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظیم المدارس** لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۶ھ/1215ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن أبی داؤد و آثار السنن﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات — مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه: أجب عن اثنين من كل قسم

القسم الأول: سنن أبی داؤد

السؤال الأول: عن عائشه رضی الله عنها أنها قالت كان فيما أنزل الله من القرآن عشر رضعات يحرمن ثم نسخن بخمس معلومات يحرمن فتوفی رسول الله صلی الله عليه وسلم وهن مما يقرء من القرآن .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الی الأردية؟ ۱۰

(ب)اذكر اختلاف العلماء فی مقدار اللبن الذی يثبت بشربه حكم الرضاع مع الدلائل؟ ۱۵

السؤال الثانی: عن عبدالله بن مسعود رضی الله عنه قال نفلنی رسول الله صلی الله عليه وسلم يوم بدر سيف أبی جهل كان قتله .

(الف)ترجم الحديث الی الأردية و بين مفهومه واذكر مرجع الضمير المستكن فی "كان"؟ ۱۰

(ب)المشهور أن أبا جهل قتله معاذ و معوذ، فما معنی قوله "كان قتله"؟ ۱۰

(ج) اذكر اسم أبی جهل ومن كناه بهذه الكنية؟ وبين كنيته التی كان يكنى بها قبل البعثة؟ ۵

السؤال الثالث: ان نبی الله صلی الله عليه وسلم صعد أحد افتبعه أبو بكر و عمر و عثمان فرجف بهم فضربه نبی الله صلی الله عليه وسلم وقال

اثبت أحد، نبی وصدیق وشهیدان .

(الف)ترجم الحديث واذكر وجه رجف أحد بهم؟ ۱۰

(ب)من هو المراد بقوله صلى الله عليه وسلم "صديق"، و"شهيدان"؟ لم سمي جبل احد بهذا الاسم؟ ۱۰

(ج)في الحديث علم من أعلام النبوة أوضحه؟ ۵

القسم الثاني......آثار السنن

السؤال الرابع: ۱ -عن عائشة رضي الله عنها قالت من حدثكم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم بال قائما فلا تصدقوه، ما كان يبول الا جالسا .

۲- وعن حذيفة رضي الله عنه قال أتى النبي صلى الله عليه وسلم سباطة قوم فبال قائماثم دعا بماء فجئته بماء فتوضأ .

(الف)ترجم الحديثين، وارفع التعارض بينهما؟ ۱۵

(ب)هل البول قائما جائز أم لا؟ بينه بالدليل؟ ۱۰

السؤال الخامس: عن عائشة رضي الله عنها قالت سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول من صلىٰ صلاة لم يقرء فيها بأم القرآن فهي خداج .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية؟ ۵

(ب)اذكر اختلاف الائمة في القراءة خلف الامام وأيد مذهبك بالدلائل؟(۲۰)

السؤال السادس: عن أبي الخصيب قال كان يؤمنا سويد بن غفلة في رمضان فيصلي خمس ترويحات عشرين ركعة .

(الف)ترجم الحديث واذكر معنى الترويحة وسبب التسمية بها؟(۱۰)

(ب)اذكر الاختلاف في عدد التراويح وأيد مذهبك بالدلائل القوية؟ (۱۵)

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ چہارم: سنن ابی داوٗد﴾

سوال 1: عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهَا أَنَّهَا قَالَتْ كَانَ فِيمَا أَنْزَلَ اللهُ مِنَ الْقُرْآنِ عَشْرَ رَضَعَاتٍ يُحَرِّمْنَ ثُمَّ نُسِخْنَ بِخَمْسٍ مَعْلُومَاتٍ يُحَرِّمْنَ فَتُوُفِّيَ رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُنَّ مِمَّا يُقْرَأُ مِنَ الْقُرْآنِ .

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب)اذكر اختلاف العلماء في مقدار اللبن الذي يثبت بشربه حكم الرضاع مع الدلائل .

(دودھ کی وہ مقدار جس سے حرمت رضاعت ثابت ہوتی ہے اس کے بارے میں علماء کا اختلاف بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں، ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے قرآن میں یہ حکم اتارا تھا کہ دس دفعہ دودھ پینے سے حرمت ثابت ہوگی، پھر پانچ منسوخ قرار پاگئیں، پانچ مرتبہ دودھ پینے کا حکم اس وقت تک باقی تھا جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا انتقال ہوا۔

(ب) مقدار رضاعت میں مذاہب آئمہ:

تمام آئمہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صرف شیر خوارگی کے زمانہ میں دودھ نوش کرنے

سے رشتہ رضاعت ثابت ہوتا ہے لیکن دودھ کی مقدار میں اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہیں:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے: حرمت رضاعت کے لیے مطلق دودھ کا پینا کافی ہے خواہ ایک دو چسکیاں ہوں۔

ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: وَاُمَّھٰتُکُمُ الّٰتِیْٓ اَرْضَعْنَکُمْ "اور تمہاری مائیں وہ ہیں جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا"۔ یہ آیت مطلق دودھ کی دلیل ہے۔

(ii) اعلان قرآن ہے: وَاَخَوٰتُکُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ "یعنی تمہاری رضاعی بہنیں بھی تم پر حرام ہیں"۔

۲۔ حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک حرمت رضاعت کے ثبوت کے لیے پانچ چسکیاں پینا ضروری ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں پانچ چسکیاں پینے کی صراحت موجود ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ ہے کہ یہ خبر واحد ہے اور ہماری دلیل نص قرآنی ہے، جب خبر واحد اور نص قرآنی کا مقابلہ ہو جائے تو نص قرآنی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور خبر واحد متروک ہو جاتی ہے۔

سوال 2: عن عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ قال نفلنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یوم بدر سیف أبی جھل کان قتلہ۔

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة و بین مفھومه ۔ واذکر مرجع الضمیر المستکن فی "کان"؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم بیان کریں؟ اور "کَانَ" کی ضمیر کا مرجع بتائیں؟)

(ب) المشھور أن أبا جھل قتله معاذ و معوذ، فما معنی قوله "کان قتله"؟

(یہ بات مشہور ہے کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ نے ابوجہل کو قتل کیا تھا، پھر "کان قتلہ" کا کیا مطلب ہوا؟)

(ج) اذکر اسم أبی جھل ومن کناہ بھذہ الکنیة؟ وبین کنیته التی کان یکنی بھا قبل البعثة

(ابوجہل کا نام کیا تھا اور اس کی یہ کیفیت کس نے رکھی تھی؟ بعثت نبوی سے پہلے اس کی کنیت کیا تھی؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ غزوۂ بدر کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کی تلوار بھی مجھے عنایت فرمادی کہ انہوں نے اسے واصل جہنم کیا تھا۔

مفہوم حدیث:

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ اپنا ذاتی واقعہ بیان کرتے ہیں کہ غزوۂ بدر کے موقع پر دشمن اسلام و دشمن رسول ابوجہل میرے ہاتھوں واصل جہنم ہوا تھا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مال غنیمت سے مجھے حصہ عنایت فرمانے کے علاوہ "ابوجہل" کی تلوار بھی ازراہ شفقت عنایت فرمائی تھی۔

کَانَ کی ضمیر کا مرجع:

حدیث مذکور میں لفظ "کَانَ" کی ضمیر "ھُوَ" مستتر ہے، اس کا مرجع کیا ہے؟ مطالعہ حدیث سے ہوتا ہے کہ اس ضمیر کا مرجع حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ذات ہے۔

(ب) کَانَ قَتَلَهٗ سے مراد:

زیر مطالعہ حدیث سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ غزوہ بدر کے موقع پر حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کو قتل کیا تھا جبکہ تاریخی حقیقت اس کے خلاف ہے کہ حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہ نے اسے واصل جہنم کیا تھا؟

اس کے کئی جوابات ہیں جن میں چند ایک درج ذیل ہیں:

۱-حملہ کا آغاز دونوں بھائیوں نے کیا تھا مگر اسے واصل جہنم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے کیا تھا۔

۲-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ نے ابوجہل کے قتل کرنے میں حضرت معاذ اور حضرت معوذ رضی اللہ عنہما کی معاونت کی تھی۔

۳-ابتداءً حملہ حضرت معاذ و معوذ رضی اللہ عنہما نے کیا تھا مگر بعد میں حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بھی ان کے ساتھ شریک ہوگئے۔

۴-حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ابوجہل کے قتل میں شریک تھے جس کے نتیجہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ابوجہل کی تلوار عنایت کی تھی۔

(ج) ابوجہل کا نام:

کفار و مشرکین مکہ کے رؤساء اور اسلام دشمن پیشواؤں میں سے ایک ابوجہل تھا، اس کا اصل نام "عمر" تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر بایں الفاظ دعا کی تھی: **اللھم اعز الاسلام بعمر بن الخطاب او بعمر بن الھشام (او کما قال علیہ السلام)**۔
اے اللہ! تو عمر بن خطاب یا عمر بن ہشام میں سے ایک کے ذریعے اسلام کو غلبہ عطا کر"۔

ابوجہل کی قدیم اور جدید کنیت:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان نبوت سے قبل عمر بن ہشام کی کنیت ابوالحکم (صاحب عقل و دانش) لیکن آپ کے اعلان نبوت کے بعد اسلام دشمنی کے سبب مسلمانوں کی طرف سے اسے "ابوجہل" کی کنیت دی گئی اور وہ اس کنیت سے خوب مشہور ہوا۔

سوال 3: ان نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صعد أحد اتبعه أبو بکر و عمرو عثمان فرجف بھم فضربه نبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وقال اثبت أحد' نبی و صدیق و شھیدان .

(الف) ترجم الحدیث واذکروجه رجف أحد بھم؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور صحابہ ثلاثہ کی وجہ سے اُحد پہاڑ کیوں کانپا تھا؟)

(ب) من ھو المراد بقوله صلی اللہ علیہ وسلم "صدیق"، و "شھیدان"؟ لم سمی جبل احد بھذا الاسم؟

("صدیق اور شہیدان" سے کون لوگ مراد ہیں۔ احد پہاڑ کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟)

(ج) فی الحدیث علم من أعلام النبوة أوضحه؟

(حدیث میں علوم نبوت میں سے ایک علم غیب بیان ہوا ہے آپ اس کی وضاحت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم احد پہاڑ پر چڑھے تو آپ کے پیچھے ابوبکر صدیق، عمر اور عثمان بھی چڑھے، تو پہاڑ نے ان کی وجہ سے کانپنا شروع کر دیا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر (ایڑی سے) ضرب لگاتے ہوئے فرمایا: اے احد! تو اپنی حرکت بند کردے کہ تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔

احد پہاڑ کے کانپنے کی وجہ:

احد پہاڑ کا کانپنا زلزلہ کے نتیجہ میں نہیں تھا بلکہ تینوں بزرگوں کے استقبال اور خوشی میں جھومنا شروع کر دیا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جونہی اسے حرکت بند کرنے کا حکم دیا تو اس نے حرکت ختم کر دی۔

(ب) "صدیق" و "شہیدان" سے مراد:

حدیث مذکورہ میں لفظ 'صدیق' سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں اور "شہیدان" سے مراد حضرت فاروق اعظم اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہما ہیں۔

احد پہاڑ کی وجہ تسمیہ:

احد پہاڑ مدینہ طیبہ سے تین میل کے فاصلے پر واقع ہے۔ یہ پہاڑ دیگر طویل و عریض پہاڑی سلسلوں سے بالکل الگ ہے، اس لیے اسے "احد" کہا جاتا ہے۔

(ج) نبوت کے علوم میں سے ایک علم غیب ہونا اور اس کی وضاحت:

لفظ ''نبی'' کا معنی ہے: غیب کی خبریں دینے والا، اس کے علوم میں سے ایک علم ہے: علم غیب۔ حدیث مذکور میں اس کی توضیح یہ ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء ثلاثہ نے ''احد'' پہاڑ پر قدم رکھے تو وہ وجد میں آ گیا، آپ نے اسے حرکت بند کرنے کا حکم دیتے ہوئے فرمایا: اے اُحد! تجھ پر ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید ہیں۔ نبی سے مراد آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے، صدیق سے مراد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اور شہیدان سے مراد: حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ دنیا جانتی ہے کہ حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کا وصال ہوا تھا جبکہ حضرت عمر اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے جام شہادت نوش کیا تھا۔ ان دونوں خلفاء کی شہادت کی گواہی یا اطلاع زبان نبوت سے دی گئی تھی، تو اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی کیا۔

قسم ثانی: آثار سنن

سوال 4: ۱-عن عائشه رضی الله عنها قالت من حدثكم أن رسول الله صلی الله عليه وسلم بال قائما فلا تصدقوه، ما كان يبول الا جالسا۔

۲- وعن حذيفة رضی الله عنه قال أتى النبی صلی الله عليه وسلم سباطة قوم فبال قائمالم دعا بماء فجئته بماء فتوضا؟

(الف)ترجم الحديثين، وارفع التعارض بينهما؟

(دونوں احادیث کا ترجمہ کریں اور دونوں میں پایا جانے والا تعارض دور کریں؟)

(ب)هل البول قائما جائز أم لا؟ بينه بالدليل؟

(کیا کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں؟)

جواب: (الف) احادیث مبارکہ کا ترجمہ:

(۱) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ جو شخص تم سے یہ بات کہے کہ بیشک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، تو تم اس کی تصدیق نہ کرو، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ بیٹھ کر پیشاب کیا کرتے تھے۔

(۲) حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک قوم کی روڑی پر آئے تو آپ نے کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پھر آپ نے پانی طلب کیا تو میں نے پانی پیش کیا آپ نے اس سے طہارت کی۔

دونوں روایات میں تعارض اور اس کا جواب:

دونوں روایات میں تعارض اس طرح ہے کہ پہلی روایت سے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کی نفی معلوم ہوتی ہے اور دوسری روایت سے اس کا اثبات ہوتا ہے۔ اس تعارض کے متعدد جوابات ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- پہلی روایت عام حالت پر محمول ہے اور دوسری عذر پر محمول ہے۔

۲- پہلی روایت میں اندر خانہ کی حالت بیان ہوئی جبکہ دوسری روایت میں عام حالت بیان کی گئی ہے۔

۳- آپ کے گھٹنے میں درد تھا جس وجہ سے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔

۴- آپ نے غلاظت سے اجتناب کرتے ہوئے کھڑے ہو کر پیشاب کیا تھا۔

۵- پہلی حدیث ناسخ اور دوسری منسوخ ہے۔

(ب) کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا شرعی حکم:

کسی عذر کے بغیر کھڑے ہو کر پیشاب کرنا مکروہ ہے مگر عذر کی بنا پر مکروہ نہیں ہے، کیونکہ عذر کی وجہ سے کئی امور جائز ہو جاتے ہیں مثلاً بیٹھنے سے کپڑے آلودہ ہونے کا اندیشہ ہو یا بیٹھنے سے جسم کے کسی حصہ میں تکلیف ہوتی ہو تو کھڑے ہو کر پیشاب کرنا جائز ہے۔

پیشاب کی چھینٹوں سے احتراز کرنا ازبس ضروری ہے، اس بارے میں مشہور روایت موجود ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه(او كمال قال عليه السلام)** ''تم پیشاب کی چھینٹوں سے بچو' کیونکہ عموماً قبر کا عذاب اسی سے ہوتا ہے''۔

علاوہ ازیں ایک دفعہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ایک قبرستان سے ہوا، آپ دوقبور کے پاس رک گئے اور فرمایا: ان دوقبور والوں کو عذاب ہو رہا ہے۔ یہ عذاب ایک کو تو پیشاب کی چھینٹوں سے احتراز نہ کرنے کی وجہ سے اور دوسرے کو چغلی کھانے کی وجہ سے ہو رہا ہے۔ پھر آپ نے کھجور کی ٹہنی کے دو حصے کیے، ایک حصہ ایک قبر پر رکھ دیا اور دوسرا دوسری قبر پر رکھ دیا اور فرمایا: اب دونوں قبر والوں کے عذاب میں کمی واقع ہو گئی ہے۔

ان روایات سے ثابت ہوا کہ انسان کو غلاظت بالخصوص پیشاب کی چھینٹوں سے اجتناب کرنا چاہئے، کیونکہ اس کے سبب عذاب قبر کا اندیشہ ہے۔

سوال 5: عن عائشة رضی الله عنها قالت سمعت رسول الله صلی الله علیه وسلم یقول من صلیٰ صلاة لم یقرء فیها بأم القرآن فهی خداج .

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة .

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف الائمة فی القراء ة خلف الامام وأید مذهبك بالدلائل .

(مسئلہ قرأت خلف الامام کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں اور اپنا مذہب دلائل سے ثابت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا، جس شخص نے نماز ادا کی پھر اس نے اس میں ام القرآن (سورۃ فاتحہ) نہ پڑھی، پس وہ نہ تمام ہے۔

(ب) مسئلہ قرأت خلف الامام میں مذاہب آئمہ:

کیا امام کی اقتداء میں قرأت کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-فقہاء احناف کا مؤقف ہے کہ امام کی اقتداء میں پڑھی جانے والی نماز میں قرأت منع ہے۔ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: جب قرآن کی تلاوت کی جائے تو تم توجہ سے سنو اور خاموشی اختیار کرو۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قراۃ الامام له قراۃ (امام کی قرأت مقتدی کی قرأت ہے)

(iii) حضرت علی رضی اللہ عنہ کا قول ہے: جس نے امام کی اقتداء میں قرأت کی اس نے غلطی کی۔

(iv) حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: جو امام کی اقتداء میں قرأت کرے میں اس کے منہ میں پتھر ٹھونس دوں۔

۲-حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قرأت خلف الامام (واجب وشرط) ہے، کیونکہ اس کے بغیر نماز نہیں ہوتی۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔علاوہ ازیں انہوں نے اس روایت سے بھی استدلال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَاصَلٰوۃَ اِلَّابِفَاتِحَةِ الْكِتَابِ ۔یعنی سورۃ فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہے۔

احناف کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ ہماری دلیل نص قطعی ہے اور اس کے مقابل ان کی دلیل خبر واحد ہے۔جب دونوں میں مقابلہ ہو جائے تو نص قرآنی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے اور خبر واحد متروک ہوتی ہے۔

سوال 6: السؤال السادس: عن أبی الخصیب قال کان یؤمنا سوید بن غفلة فی رمضان فیصلی خمس ترویحات عشرین رکعة .

(الف) ترجم الحدیث وأذکر معنی الترویحة وسبب التسمیة بها؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور ترویحہ کا معنی بتاتے ہوئے اس کی وجہ تسمیہ بیان کریں؟)

(ب) اذکر الاختلاف فی عدد التراویح وأید مذهبك بالدلائل

القریۃ؟

(تراویح کی تعداد کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں اور اپنے مذہب کو دلائل سے ثابت کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوخصیب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت سوید بن غفلہ رضی اللہ عنہ ماہ رمضان میں ہمیں نماز پڑھایا کرتے تھے، وہ پانچ ترویحوں میں بیس رکعات نماز پڑھاتے تھے۔

ترویحہ کا معنی اور اس کی وجہ تسمیہ:

لفظ ''ترویحہ'' ثلاثی مزید فیہ باب تفعیل کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنی ہے: آرام کرنا، ستانا۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنی ہے کہ چار رکعت نماز تراویح ادا کرنے کے بعد چار رکعت کے وقت کے برابر آرام کرنا یعنی بیٹھے رہنا، ذکر واذکار میں مصروف رہنا۔ چونکہ چار رکعت کے وقت کے برابر ٹھہرے رہنے سے خوب آرام واستراحت ہو جاتا ہے، اس لیے اسے ''ترویحہ'' کہا جاتا ہے۔

(ب) نماز تراویح کی تعداد رکعات میں مذاہب آئمہ:

نماز تراویح کی تعداد رکعات کتنی ہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز تراویح بیس رکعات ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں بیس رکعات نماز تراویح اور تین وتر پڑھتے تھے۔

(ii) خلفاء راشدین اپنے اپنے دور میں بیس رکعت نماز تراویح پڑھا کرتے تھے، جن کے بارے میں ارشاد نبوی ہے: عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ خُلَفَاءِ رَّاشِدِیْنَ تم پر

میرا اور میرے خلفاء راشدین کا طریقہ لازم ہے۔

(iii) حرمین شریفین نسل بعد نسل تا عصر حاضر مسلمان بیس رکعات نماز تراویح پڑھتے ہیں۔

۲-حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رمضان میں نماز تراویح چھتیس رکعات ہیں، آپ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے جس میں چھتیس رکعات کی تصریح موجود ہے۔

نماز تراویح کے حوالے سے آٹھ رکعات والی روایت اور اس کا جواب:

غیر مقلدین کا مؤقف ہے کہ نماز تراویح آٹھ رکعات ہیں، وہ حضرت ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے رمضان المبارک میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب میں فرمایا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم رمضان وغیر رمضان میں گیارہ رکعات سے زائد نماز نہیں پڑھتے تھے۔ (صحیحین)

اس روایت کے متعدد جوابات ہیں، جو درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ نے سائل کے جواب میں نماز تراویح کی نہیں بلکہ نماز تہجد کی تفصیل بتائی ہے۔

(ii) حضرت نافع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابن ابی ملیکہ رضی اللہ عنہ رمضان میں بیس رکعات تراویح پڑھایا کرتے تھے۔

(iii) حضرت عطاء رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ ہم نے خود دیکھا لوگ نماز وتر سمیت 23 رکعات ادا کرتے تھے۔

(iv) حضرت ابن رفیع رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہ رمضان المبارک میں مدینہ طیبہ میں بیس رکعت نماز تراویح اور تین وتر پڑھا کرتے تھے۔

☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ١٤٣٦هـ/1215ء

﴿الورقة الخامسة: لسنن النسائى وسنن ابن ماجة﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:١٠٠

الملاحظه: أجب عن سؤالين من كل قسم .

السؤال الأول: عن ابن عمر رضى الله عنهما قال بينما الناس بقباء فى صلوة الصبح جاء هم آت فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قدانزل عليه الليلة قرآن وقدأمرأن يستقبل القبلة فاستقبلوها وكانت وجوههم الى الشام فاستداروا الى الكعبة .

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية وبين اعراب الكلمات المخطوطة؟ ١٥

(ب) كيف تركوابخبر الواحد استقبال الكعبة المعظمة الثابت بدليل قطعى؟ ١٠

السؤال الثانى: عن جبيربن معطم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا بنى عبد مناف لاتمنعن أحداطاف بهذا البيت وصلى أى ساعة شاء من ليل أو نهار .

(الف) ترجم الحديث وأوضح مفهومه؟ ١٠

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى جواز الصلوة بعد العصر وبعد الصبح مع الدلائل؟ ١٥

السؤال الثالث: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الهاكم التكاثر

حتى زرتم المقابر قال يقول ابن آدم مالى مالى . وانما مالك ماأكلت فافنيت أو لبست فابليت أو تصدقت فامضيت .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وأوضح مفهومه؟ ١٠

(ب) أية فائدة أفادها النبى صلى الله عليه وسلم بقوله "يقول ابن آدم مالى مالى . وكيف حصر النبى صلى الله عليه وسلم ماله فى ثلثة أشياء مع ان ماتركه بعدموته هوأيضًا ماله؟ ١٥

القسم الثانى: ابن ماجة

السؤال الرابع: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذالعن أخرهذه الأمة أولها فمن كتم حديثا فقد كتم ماأنزل الله .

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية واوضح مفهومه؟ ١٠

(ب) بين المراد بقوله "لعن أخر هذه الأمة اولها" و بين صورجواز كتمان العلم وعدمه؟ ١٥

السؤال الخامس: عن عمر رضى الله عنه أنه كان عليه نذر ليلة فى الجاهلية يعتكفها فسأل النبى صلى الله عليه وسلم فامره أن يعتكف .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟ ٥

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى أنه يصح الاعتكاف بدون الصوم مع الدلائل وبين دليل امامك الامام الأعظم رضى الله عنه واجب عن الحديث ان لم يؤيد مذهب امامك؟ ٢٠

السؤال السادس: قال رجل من أهل الصفة يا رسول الله ان أرضنا أرض مضبة فما ترى فى الضباب قال بلغنى أنه أمة قدمسخت فلم يأمربه ولم ينه عنه؟

(الف) ترجم الحديث الى الاردية؟ ٥

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى حل أكل الضب مع الدلائل؟ وحديث الباب حجة الباب فريق؟ ٢٠

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2015ء

﴿پرچہ پنجم: سنن نسائی وسنن ابن ماجہ﴾

قسم اوّل: سنن نسائی

سوال ۱: عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ بَيْنَمَا النَّاسُ بِقُبَاءَ فِیْ صَلٰوةِ الصُّبْحِ جَآءَ هُمْ آتٍ فَقَالَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَدْ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اللَّيْلَةَ قُرْآنٌ وَقَدْ اُمِرَ اَنْ يَّسْتَقْبِلَ الْقِبْلَةَ فَاسْتَقْبَلُوْهَا وَكَانَتْ وُجُوْهُهُمْ اِلَى الشَّامِ فَاسْتَدَارُوْا اِلَى الْكَعْبَةِ.

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية وبين العراب الكلمات المخطوطة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اُردو ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کے اعراب واضح کریں؟)

(ب) كيف تركوا بخبر الواحد استقبال الكعبة المعظمة الثابت بدليل قطعی؟

(استقبال قبلہ دلیل قطعی سے ثابت تھا' تو لوگوں نے اسے خبر واحد کے ساتھ کیوں ترک کردیا گیا؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ:

اعراب اوپر لگادیے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک دفعہ لوگ مسجد قباء میں فجر کی نماز ادا کررہے تھے۔ ان کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے کہا:: بیشک رات کے وقت نبی کریم

صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن اتارا گیا۔ جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا قبلہ تبدیل کرنے کا حکم دیا گیا ہے، لہٰذا تم بھی کعبہ کی طرف پھر جاؤ۔ وہ اپنے چہرے کے ملک شام کی طرف کیے ہوئے تھے، تو وہ کعبہ کی طرف پھر گئے۔

خط کشیدہ الفاظ کے اعراب کی نشاندہی:

۱- آتٍ: صیغہ واحد مذکر اسم فاعل ثلاثی مجرد ناقص یائی از باب ضَرَبَ يَضْرِبُ. آنے والا۔

۲- اَللَّيْلَةَ: واحد ہے، اس کی جمع اَللَّيَالِیْ آتی ہے۔ رات۔ اُنْزِلَ کا مفعول ثانی ہے۔ مفعول فیہ ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

۳- قُرْآنٌ: آخری آسمانی کتاب جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اتاری گئی۔ اُنْزِلَ کا نائب فاعل۔ نائب فائل ہونے کی وجہ سے فاعل والا اعراب (رفع) اسے دیا گیا ہے۔

۴- اَلْقِبْلَةَ: يَسْتَقْبِلُ کا مفعول ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔

(ب) نص قطعی کے مقابل خبر واحد پر عمل کی وجہ:

سوال یہ ہے کہ قبلہ کا تعین نص قطعی سے ثابت ہے جبکہ یہاں اسے خبر واحد سے تبدیل کیا گیا یعنی لوگوں نے خبر واحد کے سبب اسے تبدیل کردیا، جو درست نہیں ہوسکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں خبر واحد کو نص قطعی پر ترجیح نہیں دی گئی اور نہ اس پر عمل کرتے ہوئے نص قطعی کو ترک کیا گیا ہے بلکہ خبر متواتر پر عمل کیا گیا ہے۔ وہ اس طرح کہ ان دنوں یہودیوں کی طرف سے تبدیلی کعبہ کا مطالبہ عروج پر تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے خواہاں تھے اور ہر گھر میں یہی مسئلہ بحث موضوع بنا ہوا تھا۔ یہ قرائن ہیں کہ خبر واحد پر عمل کی وجہ سے نص قطعی ترک نہیں کی گئی بلکہ خبر متواتر کی وجہ سے نص قطعی متروک ہوئی ہے، جس کے جواز میں کوئی حرج نہیں ہے۔

سوال 2: عن جبير بن معطم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال يا بنى عبد مناف لاتمنعن احدا طاف بهذا البيت وصلى اى ساعة شاء من ليل

أو نهار .

(الف)ترجم الحديث وأوضح مفهومه؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب)اذكر اختلاف الائمة في جواز الصلوة للطواف بعد العصر وبعد الصبح مع الدلائل؟

(نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف ادا کرنے کے جواز وعدم جواز پر مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب:(الف) ترجمہ حدیث:

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے عبد مناف کی اولاد! تم کسی شخص کو بھی اس گھر کا طواف کرنے اور شب وروز کسی بھی وقت نماز ادا کرنے سے ہرگز نہ روکو۔

مفہوم حدیث:

بنی عبد مناف بیت اللہ اور مسجد حرام کے کلید بردار اور متولی تھے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اہم اور مفید نصیحت کرتے ہوئے فرمایا کہ تم لوگ زائرین کو طواف اور نماز سے کسی بھی وقت منع نہ کرنا خواہ وہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد بھی طواف کرنا چاہیں تب بھی انہیں اس سعادت سے محروم نہ کرنا۔

(ب) نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز عصر اور نماز صبح کے بعد نوافلِ طواف ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف جائز ہیں، انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں ہمہ وقت بالخصوص ان دو اوقات میں نماز طواف کا جواز ثابت ہوتا ہے۔

۲-حضرت امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں دو اقوال ہیں۔(۱) حضرت امام مالک اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔(۲) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہیں۔

۳-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل طواف ادا کرنا منع ہے۔ وہ بطور دلیل حضرت معاذ بن عفراء رضی اللہ عنہ کی روایت پیش کرتے ہیں کہ انہوں نے نماز عصر اور نماز فجر کے بعد طواف کیا لیکن نوافل ادا نہ کیے، ان سے اس بارے میں دریافت کیا گیا تو انہوں نے جواب میں فرمایا: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الصلوة بعد صلوة الصبح حتى تطلع الشمس وبعد العصر حتى تغرب الشمس ۔یعنی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فجر کی نماز کے بعد سورج طلوع ہونے تک اور نماز عصر کے بعد سورج کے غروب ہونے تک نماز ادا کرنے سے منع کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اس حدیث میں کوئی مسئلہ یا حکم بیان نہیں کیا گیا بلکہ اس میں محض مقصد بنی عبد مناف کو اپنے فرائض وخدمات کی انجام دہی سے آگاہ کرنا تھا، کیونکہ دوسری روایت میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ نماز عصر اور نماز فجر کے بعد نوافل ادا کرنا منع ہے۔

سوال 3: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم الهاكم التكاثر حتى زرتم المقابر قال يقول ابن آدم مالي مالي . وانما مالك ما اكلت فافنيت أو لبست فابليت أو تصدقت فامضيت .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وأوضح مفهومه؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب)أية فائدة أفادها النبي صلى الله عليه وسلم بقوله"يقول ابن آدم مالي مالي . وكيف حصر النبي صلى الله عليه وسلم ماله في ثلثة أشياء مع

أن ماتركه بعدموته هوأيضاً ماله؟

(آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد "یقول ابن آدم الی مالی" سے کونسا فائدہ حاصل ہوا؟ آپ نے مال کو تین حصوں میں بند کردیا جبکہ مال وراثت بھی اسی کا ہوتا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

کثرت تکبر وفخر نے تمہیں غفلت میں مبتلا کردیا، یہاں تک کہ تم قبرستان کی نذر ہو گئے۔ ابن آدم کہتا ہے: میرا مال، میرا مال۔ یقیناً تیرا مال تو وہ ہے جو تو نے کھا کر ہضم کرلیا یا پہن کر بوسیدہ کردیا یا صدقہ وخیرات کی صورت میں آگے بھیج دیا۔

مفہوم حدیث:

آدمی حرص پسند اور لالچی ہے، کثرت مال ودولت پر فخر کرتا ہے اور وہ دولت کو ذریعہ عزت و وقار قرار دیتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے آدمی کا مال تین قسم کا ہوسکتا ہے:

(i) جو اس نے طعام کی شکل میں کھا کر ہضم کرلیا۔

(ii) جو اس نے کپڑے کی صورت میں پہن کر بوسیدہ کردیا۔

(iii) جو اس نے صدقہ وخیرات کی شکل میں آخرت کے لیے آگے بھیج دیا۔

(ب) آدمی کے مال کی کیفیت:

آدمی کو اپنے مال ودولت سے بہت پیار ہے اور اس کو دیکھ کر وہ اظہار مسرت وفرحت کرتا ہے۔ اس کے حصول وجمع کے لیے شب وروز کوشاں رہتا ہے بلکہ بیرون ملک کا سفر کرنے میں بھی راحت محسوس کرتا ہے۔ زیر مطالعہ حدیث میں بتایا گیا ہے کہ انسان خواہ دنیا بھر کی دولت جمع کرلے صرف تین مال اس کے ہوسکتے ہیں: جو اس نے طعام کی صورت میں کھایا، جو اس نے لباس کی شکل میں پہنا اور جو خیرات کے نام سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔ جہاں تک مال وراثت کا تعلق ہے، تو وہ آدمی (میت) کا نہیں ہوتا بلکہ ورثاء کا ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ تقسیم کے بعد حسب حصہ وصول کرتے ہیں۔

قسم ثانی: سنن ابن ماجه

سوال 4: عن جابر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذالعن آخر هذه الأمة أولها فمن كتم حديثا فقد كتم ماأنزل الله .

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية واوضح مفهومه؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، اُردو میں اس کا ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) بين المراد بقوله "لعن أخر هذه الأمة اولها" و بين صور جواز كتمان العلم وعدمه؟

(ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم "لعن أخر هذه الأمة اولها" کا مفہوم واضح کریں؟ کتمان علم کے جواز اور عدم جواز کی صورتیں واضح کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب اس امت کے آخری لوگ اپنے پہلے لوگوں پر لعنت کریں گے تو (اس وقت) جس شخص نے حدیث چھپائی بیشک اس نے حکم خداوندی کو چھپایا۔

مفہوم حدیث:

انسان جھگڑالو اور عجلت پسند واقع ہوا ہے۔ وہ بات بات پر کذب بیانی اور چغلی کھانے کے علاوہ دوسروں کو لعن طعن کا نشانہ بھی بناتا ہے۔ یہ حرکت اس کے لیے نقصان دہ، قابل مذمت اور قابل مؤاخذہ ہے۔ پھر عام لوگ اپنے اسلاف واکابر کے کاموں سے کیڑے نکالیں اور ان کی تقلید وپیروی کے بجائے انہیں لعن طعن کا نشانہ بنائیں، یہ اس سے بھی زیادہ شنیع حرکت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی حرکت سے منع کرتے ہوئے فرمایا: جو شخص مجھے دو امور کی ضمانت دیتا ہے: (۱) حفاظت زبان۔ (۲) حفاظت شرمگاہ۔ تو میں اسے جنت کی ضمانت دیتا ہوں"۔

(ب) الفاظ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ''لعن اخر هذه الامة اولها '' کا

مفہوم:

اکابر واسلاف اپنے سنہری کارناموں اور قابل تقلید خدمات کے باعث محترم اور قابل تحسین ہیں۔ اگر عام لوگ ان پر تنقید، انگشت نمائی اور لعن طعن کا سلسلہ شروع کر دیں تو یہ قابل مذمت حرکت ہے۔ اس حدیث ''اخر هذه الامت '' سے مراد دور حاضر کے اور عام لوگ ہیں۔ ''اولها'' سے مراد سلاف اور کابر دین لوگ ہیں۔

کتمان علم کے جواز وعدم جواز کی صورتیں:

درج ذیل صورتوں میں کتمان علم منع ہے:

۱-جب کوئی صحیح العقیدہ اور مؤدب طالب علم حصول علم کی غرض سے حاضر ہو۔

۲-جب کوئی طالب علم رضائے الٰہی اور خدمت دین کی نیت سے علمی استفادہ کے لیے حاضر ہو۔

۳-جب نیک نیت سے کوئی مذہبی وشرعی مسئلہ معلوم کرنے کے لیے حاضر ہو۔

۴-تبلیغ واشاعت دین کے جذبہ سے سرشار ہو کر کوئی طالب حلقہ درس میں شامل ہو۔

درج ذیل سورتوں میں کتمان علم جائز ہے:۔

۱-نااہل ونالائق اور گستاخ طالب علم حصول تعلیم کے لئے حاضر۔

۲-جب کوئی حصول دنیا کی نیت سے دین سیکھنے کے لیے حاضر ہو۔

۳-جب کوئی بدعقیدہ بے ادب اور مطلق العنان طالب علم حاضر ہو۔

سوال 5: عن عمر رضی الله عنه انه كان عليه نذر ليلة في الجاهلية يعتكفها فسأل النبي صلى الله عليه وسلم فامره أن يعتكف .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة في انه يصح الاعتكاف بدون الصوم مع

الدلائل وبين دليل امامك الامام الأعظم رضی عنه واجب عن الحديث ان لم يؤيد مذهب امالك؟

(بغیر روزہ کے اعتکاف کے صحیح ہونے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل بیان کریں؟ اگر حدیث آپ کے مذہب کے خلاف ہے تو اس کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے زمانہ جاہلیت میں ایک رات کا اعتکاف کرنے کی نذر مانی تھی۔ پھر (بعد از اسلام) انہوں نے اس بارے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اعتکاف پورا کرنے کا حکم دیا۔

(ب) بغیر روزہ کے اعتکاف میں مذاہب آئمہ:

کیا بغیر روزہ کے اعتکاف جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے روزہ کے بغیر اعتکاف کرنا جائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس میں روزہ کا ذکر نہیں جبکہ اعتکاف کا ذکر موجود ہے۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بغیر روزہ کے اعتکاف جائز نہیں ہے، گویا اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ اعتکاف کے لیے روزہ شرط ہے، اگر شرط پائی گئی تو مشروط یعنی اعتکاف درست ہوگا ورنہ نہیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے زیر بحث حدیث کا جواب یوں دیا جاتا ہے: (۱) اس روایت میں رات کے وقت اعتکاف کرنے کا ذکر ہے، جبکہ روزہ دن کے وقت رکھا جاتا ہے۔ (۲) اس روایت میں زمانہ جاہلیت کی نذر پوری کرتے ہوئے

اعتکاف کا ذکر ہے اور اس وقت روزہ فرض نہیں تھا۔

سوال 6: قال رجل من أهل الصفة يا رسول الله! ان أرضنا أرض مضبة فما ترى في الضباب قال بلغني أنه أمة قد مسخت فلم يأمر به ولم ينه عنه .

(الف) ترجم الحديث الى الاردية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة في حل أكل الضب مع الدلائل؟ وحديث الباب حجة لأي فريق؟

(گوہ کھانے کے حلال ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟ اور حدیث باب کس فریق کی دلیل ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

اصحاب صفہ میں سے ایک صحابی نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: یارسول اللہ! ہماری زمین میں بکثرت گوہیں پائی جاتی ہیں تو گوہوں کے بارے میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: مجھے معلوم ہوا کہ یہ مسخ شدہ ایک قوم ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہ ان کے کھانے کا حکم دیا اور ان سے منع کیا۔

(ب) گوہ کھانے کی حلت یا حرمت میں مذاہب آئمہ:

کیا گوہ کھانا حلال ہے یا حرام؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ گوہ کھانا حلال ہے۔ انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے۔

(i) حضرت عبداللہ بن عباس صلی اللہ علیہ وسلم نقل کرتے ہیں: اكل الضب على مائدة رسول الله صلى الله عليه وسلم وفيهم ابوبكر رضي الله عنه . یعنی نبی

کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دسترخوان پر گوہ کھائی گئی اور کھانے والے حضرات میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ بھی شامل تھے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: ان النبي صلى الله عليه وسلم سئل عن اكل الضب فقال لا اكله ولا احرمه۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے گوہ کھانے کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے جواب دیا: میں نہ اسے کھاتا ہوں اور نہ اسے حرام قرار دیتا ہوں''۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ گوہ کھانا مکروہ تحریمی (حرام) ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت عبدالرحمٰن بن شبل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نهى عن اكل لحم الضب ۔ بیشک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوہ کا گوشت کھانے سے منع کیا ہے۔

(۲) ارشاد خداوندی ہے: ويحرم عليهم الخبائث (الاعراف) اور ان لوگوں پر بری چیزیں حرام قرار دی گئی ہیں۔

ان دلائل سے ثابت ہوا کہ گوہ کھانا حرام ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- دونوں روایات میں حلت و حرمت کے اعتبار سے تعارض ہے۔ جب ان امور کے مابین تعارض آجائے تو احتیاط کی بناء پر حرمت والی جہت کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۲- حلت والی حدیث، حکم خداوندی: ويحرم عليهم الخبائث سے منسوخ ہے۔

زیر بحث حدیث حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی مؤید ہے، اس کا جواب سطور بالا میں مذکور ہو چکا ہے۔

☆☆☆☆☆

الاختيار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ١٤٣٨ھ/1216ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح البخارى﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام:١٠٠

الملاحظه: السؤال الأول اجبارى ولك الخيارفى البواقى ان تجيب عن اثنين فقط

السؤال الأول: عن عمر بن الخطاب أن رجلا من اليهود قال له يا امير المؤمنين اٰية فى كتابكم تقرء ونها لو علينا معشر اليهود نزلت لا تخذنا ذلك اليوم عيدا قال أىُّ اية قال اليوم اكملت لكم دينكم واتممت عليكم نعمتى ورضيت لكم الاسلام دينا قال عمر قد عرفنا ذلك اليوم و المكان الذى نزلت فيه على النبى صلى الله عليه وسلم وهو قائم بعرفة يوم جمعة .

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ ١٥

(ب) ما المناسبة بين الحديث وترجمة الباب؟ وهى باب زيادة الايمان ونقصانه؟ ١٥

(ج) قديستدل بهذا الحديث على جواز عمل المولد وتسمية يوم الميلاد عيدافما وجه الاستدلال وكيف يصح من قول يهودى؟ وهل يصح لرجل ان يعمل عمل المولد وهولايصلى ولايصوم؟ ١٠

السؤال الثانى: عن ابن عباس رضى الله عنهما امر النبى صلى الله عليه

وسلم ان يسجد على سبعة أعظم ولايكف شعراولا ثوبا

(الف) ترجم الحديث الى اللغة الأردية، ثم اذكر اعضاء السبعة؟ ١٠

(ب) فصل اختلاف الآئمة فيما يجزئ السجود عليه من الأعضاء السبعة؟ ٢٠

السؤال الثالث: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما أنا بشر وانه ياتينى الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض فاحسب أنه قد صدق واقضى له بذلك فمن قضيت له بحق مسلم فانما هى قطعة من النارفليأ خذها اوفليتر كها .

(الف) انقل الحديث الى الاريدية؟ ١٠

(ب) هل يمكن ان يقضى النبى صلى الله عليه وسلم على خلاف الواقع وقدأوتى علم الأولين والأخرين فما معنى قوله عليه السلام فاحسب أنه قد صدق وأقضى له بذلك؟ ١٠

(ج) مامعنى نفى علم الغيب عنه صلى الله عليه وسلم وهل هذاالحصرفى قوله "انما انابشر" حصر حقيقى او اضافى؟ عليك بالتوضيح؟ ١٠

السؤال الرابع: عن ابن عمر قال لما فتح هذان المصران اتو اعمر فقالوايا امير المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جورعن طريقنا وانا ان اردناقرن شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحد لهم ذات عرق .

(الف) انقل الحديث الى الاردية وبين ماهو المراد من "هذان المصران"؟ ١٥

(ب) بين ان ذات عرق صارت ميقاتا بتوقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ام باجتهاد عمررضى الله عنه؟ ١٥

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ اوّل: صحیح بخاری﴾

سوال ۱: عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ أَنَّ رَجُلًا مِّنَ الْيَهُوْدِ قَالَ لَهٗ يَا اَمِيْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ اٰيَةٌ فِيْ كِتَابِكُمْ تَقْرَءُوْنَهَا لَوْ عَلَيْنَا مَعْشَرَ الْيَهُوْدِ نَزَلَتْ لَاتَّخَذْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ عِيْدًا قَالَ أَيُّ اٰيَةٍ قَالَ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا قَالَ عُمَرُ قَدْ عَرَفْنَا ذٰلِكَ الْيَوْمَ وَالْمَكَانَ الَّذِيْ نَزَلَتْ فِيْهِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ قَائِمٌ بِعَرَفَةَ يَوْمَ جُمُعَةٍ

(الف) شکل الحدیث ثم ترجمه الی الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) ما المناسبة بين الحديث وترجمة الباب؟ وهی باب زيادة الايمان ونقصانه؟

(حدیث اور ترجمۃ الباب (عنوان) کے درمیان مطابقت کیا ہے؟ ترجمۃ الباب یہ ہے: ایمان میں اضافہ اور اس میں کمی کا بیان)

(ج) قد يستدل بهذا الحديث على جواز عمل المولد وتسمية يوم الميلاد عيدا فما وجه الاستدلال وكيف يصح من قول يهودی؟ وهل يصح لرجل ان يعمل عمل المولد وهو لايصلی ولا يصوم؟

(اس حدیث سے میلاد شریف کے جواز اور یوم میلاد کو عید کہنے پر استدلال کیا جاتا ہے، آپ وجہ استدلال بتائیں؟ کیا یہودی کا قول درست ہے؟ جو شخص نماز نہ پڑھتا ہو اور روزہ نہ رکھتا ہو وہ میلاد شریف منا سکتا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

اعراب او پر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک ایک یہودی شخص نے ان سے کہا: اے امیر المؤمنین! تمہاری کتاب (قرآن کریم) میں ایک آیت ہے، جس کی تم تلاوت کرتے ہو، اگر وہ آیت ہم (یہودیوں) پر نازل ہوتی تو ہم اس کے یوم نزول کو یوم عید بنا لیتے۔ آپ نے فرمایا: وہ کون سی آیت ہے؟ اس نے کہا: وہ یہ ہے کہ: آج میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے، میں نے اپنی نعمت تم پر مکمل کر دی ہے اور تمہارے لیے دین اسلام کا انتخاب کر لیا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: بیشک ہم جانتے ہیں اس دن اور جگہ کو جس میں یہ آیت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم میدان عرفات میں تشریف فرما تھے اور جمعۃ المبارک کا دن تھا۔

(ب) حدیث اور ترجمۃ الباب سے مطابقت:

کیا ایمان میں زیادتی و کمی ہوتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے: الایمان لایزید ولا ینقص یعنی ایمان زیادتی و نقصان کو قبول نہیں کرتا۔ آپ کے نزدیک ایمان بسیط ہے جو تصدیق قلب کا نام ہے یعنی جمیع احکام الٰہیہ کو قبول کرنا اور ان پر پختہ یقین رکھنا جس میں نقص و زیادتی کا احتمال نہیں ہو سکتا۔ اگر اس میں زیادتی و نقص کو جائز رکھا جائے تو شک، وہم اور شبہ کا دروازہ کھل جائے گا جو کفر کا باعث بن سکتا ہے۔

جمہور محدثین کا نقطہ نظر ہے: الایمان یزید و ینقص یعنی ایمان اضافہ و نقص کو قبول کرتا ہے، ان کے نزدیک ایمان بسیط نہیں بلکہ مرکب ہے یعنی ایمان تصدیق قلب اور اعمال کے مجموعہ کا نام ہے۔ لہٰذا جتنے اعمال زیادہ کرتے جائیں گے ایمان میں اضافہ ہوتا جائے گا اور اعمال خیر میں کمی کے سبب ایمان میں نقص کی صورت پیدا ہونا بھی یقینی ہے۔

اس تمہید کے بعد حدیث کی ترجمۃ الباب کے ساتھ مناسب اس طرح ہے کہ امام

بخاری وغیرہ محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ ایمان مرکب ہے جو تصدیق قلب اور اعمال کا مجموعہ ہے۔ حدیث میں آیت قرآنی بیان کی گئی ہے اور تلاوت قرآن عمل ہے اور جمہور کے نزدیک اعمال میں اضافہ سے ایمان میں اضافہ ہوتا ہے اور ان میں کمی کے باعث ایمان میں کمی واقع ہوتی ہے۔

(ب) جواز میلاد اور یوم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر استدلال:

یہاں اعتراض یہ ہے کہ جواز میلاد اور یوم عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر استدلال ایک یہودی کے قول سے کیا گیا ہے، جو درست نہیں ہوسکتا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں استدلال یہودی کے قول سے ہرگز نہیں کیا گیا بلکہ قرآنی آیت، عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اجتہاد فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سے کیا گیا ہے۔ اس قرآنی آیت کی اہمیت تو عیاں ہے جس میں ہمارے لیے تکمیل دین اور دین اسلام کے انتخاب کی نوید سنائی گئی ہے۔ علاوہ ازیں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے عمل رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اجتہاد کرتے ہوئے اسے ڈبل عید کا دن قرار دیا، ایک یوم عرفہ (یعنی حج) اور دوسرا یوم جمعہ ہونے کی وجہ سے۔ ہاں تکمیل قرآن اور (تمہارے لیے) دین اسلام کے انتخاب کو بھی یوم عید قرار دیا جائے تو مزید ایک یوم عید یعنی ایک دن میں تین عیدیں ثابت ہو جاتی ہیں۔ ان تینوں میں سے کسی ایک کا یہودی کے قول سے ہرگز تعلق نہیں ہے۔

بے نمازی وغیرہ کا میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منانے کا شرعی حکم:

سوال یہ ہے کہ بے نمازی شخص میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم منا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب: اس بات میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ عمل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم مستحسن اور قابل اجر وثواب ہے بشرطیکہ وہ غیر شرعی امور سے خالی ہو۔ باقی رہا یہ سوال کہ صوم وصلوٰۃ سے غافل شخص اس عمل خیر میں حصہ لے سکتا ہے یا نہیں؟ اس کا سیدھا سادا جواب یہ ہے کہ وہ اس عمل خیر میں حصہ لے سکتا ہے، کیونکہ ممکن ہے کہ اس عمل کی برکت سے وہ صرف صوم وصلوٰۃ ہی نہیں بلکہ تمام احکام شرعی کا پابند بن جائے۔ اس طرح کے کئی انقلابی واقعات

سامنے آچکے ہیں۔ تاہم ایسے شخص کو ایسے عمل خیر کے ساتھ ساتھ اپنی اصلاح وتربیت بھی کرنا چاہیے یعنی مریض کو نہیں ختم کرنا چاہیے بلکہ بذریعہ علاج مرض کا خاتمہ کرنا چاہیے۔

سوال 2: عن ابن عباس رضی اللہ عنہما امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم ان یسجد علی سبعة أعظم ولا یکف شعرا ولا ثوبا

(الف) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة، ثم اذکر اعضاء السبعة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ پھر سات اعضاء بتائیں جن پر سجدہ کیا جاتا ہے؟)

(ب) فصل اختلاف الآئمة فیما یجزئ السجود علیه من الأعضاء السبعة؟

(جن سات اعضاء پر سجدہ جائز ہوسکتا ہے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ سات ہڈیوں پر سجدہ کیا جائے۔ بالوں اور کپڑے کو نہ سمیٹا جائے۔

سات اعضاء سجدہ:

اعضاء سجدہ سات ہیں جو درج ذیل ہیں:

(۲،۱) دونوں پاؤں (۴،۳) دونوں گھٹنے (۶،۵) دونوں ہاتھ (۸،۷) پیشانی مع بنی

(ب) اعضاء سجدہ میں اقوال فقہاء:

اعضاء سجدہ کی تعداد کتنی ہے؟ اس بارے میں فقہا کے مشہور دو اقوال ہیں:

قول اوّل:

یہ سات ہیں: (۲،۱) دونوں ہاتھ (۴،۳) دونوں پاؤں (۶،۵) دونوں گھٹنے (۸،۷) پیشانی مع بنی

سوال ثانی:

آٹھ اعضاء سجدہ ہیں: (۱،۲) دونوں ہاتھ۔ (۳،۴) دونوں پاؤں۔ (۵،۶) دونوں گھٹنے۔ (۷) پیشانی۔ مع بینی۔

سوال 3: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انما أنا بشر وانه ياتيني الخصم فلعل بعضكم ان يكون ابلغ من بعض فاحسب أنه قد صدق واقضى له بذلك فمن قضيت له بحق مسلم فانما هي قطعة من النار فليأخذها اوفليتركها .

(الف) انقل الحديث الى الاردية؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هل يمكن ان يقضى النبي صلى الله عليه وسلم على خلاف الواقع وقد أوتي علم الأولين والأخرين فما معنى قوله عليه السلام فاحسب أنه قد صدق وأقضى له بذلك؟

(کیا یہ ممکن ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خلاف واقع (غلط) فیصلہ کرسکیں حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اوّلین وآخرین سب علم عطا کیا گیا ہے؟ آپ کے ارشاد گرامی: ”فاحسب انه قد صدق واقضى له بذلك“ کا کیا مطلب ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں محض بشر ہوں، میرے پاس مقدمہ آتا ہے ممکن ہے کہ تم میں سے ایک شخص دوسرے سے زیادہ بلیغ ہو اور میں اسے سچا خیال کرتے ہوئے اس کے حق میں فیصلہ کردوں۔ جس مسلمان کے حق میں، میں ایسا فیصلہ کردوں تو وہ چیز آگ کا ایک انگارہ ہے وہ چاہے تو اسے پکڑے یا اسے چھوڑ دے۔

(ب) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام فیصلے برحق ہیں:

کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ہوسکتا ہے؟ یہ ایک ناقابل تردید

حقیقت ہے جس کا کوئی صحیح العقیدہ شخص انکار نہیں کرسکتا کہ آپ کا کوئی فیصلہ بھی خلاف واقع نہیں ہوسکتا، کیونکہ یہ عمل نبوت ورسالت کی عظمت وشان کے خلاف ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رسول و نبی ہی نہیں ہیں بلکہ امام الانبیاء والمرسلین۔ بھی ہیں اور حبیب رب العلمین ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اولین وآخرین سب علوم وفنون سے نوازا گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ کا ہر فعل اور عمل وحی خداوندی کے مطابق ہوتا تھا جبکہ وحی کا خلاف واقع یا غلط ہونا محال ہے اور آپ کا کوئی فیصلہ خلاف واقع ہونا بھی محال ہے۔

”فاحسب انه قد صدق واقضى له بذالك“ کا مفہوم:

درحقیقت اس عبارت کا یہ مفہوم نہیں ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خلاف واقع فیصلہ کرسکتے ہیں بلکہ اس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تاقیامت آنے والے قضاۃ اور ججز کے لیے ایک ضابطہ اخلاق بتادیا ہے کہ وہ کسی کی گفتگو، فصاحت وبلاغت اور چرب لسانی سے متأثر ہو کر خلاف واقع یا غلط فیصلہ ہرگز نہ کریں ورنہ وہ چیز جس سے غیر کو منافع ہوسکتا ہو، وہ اس کے لیے آتش جہنم کا انگارہ ثابت ہوگی اور اس غلط فیصلے کے نتیجہ میں قاضی یا جج بھی عذاب الٰہی سے نہیں بچ سکے گا۔

(ج) ما معنى نفي علم الغيب عنه صلى الله عليه وسلم وهل هذا الحصر في قوله "انما انابشر" حصر حقيقي او اضافي؟ عليك بالتوضيح .

(آپ کے علم غیب کی نفی کا کیا مطلب ہے؟ ارشاد نبوی ”انما انابشر“ میں کون سا حصر مراد ہے؟)

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی علمی وسعت:

قرآن وسنت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی وسعت بالتفصیل بیان کی گئی ہے۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

۱- ارشاد خداوندی ہے: وَعَلَّمَكَ مَالَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ سکھادیا

جو آپ نہیں جانتے تھے"۔

۲-ارشادِ ربانی ہے: وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتَابَ تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۔ "اور ہم نے آپ پر ایسی کتاب اتاری جو ہر چیز کو بیان کرتی ہے"۔

۳-عن حذيفة رضى الله عنه قال لقد خطبنا النبى صلى الله عليه وسلم خطبة ماترك فيها شيئا الى قيام الساعة الاذكر علمه من علمه وجهله من جهله الحديث ۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم سے وعظ فرمایا جس میں تاقیامت پیش آنے والے تمام واقعات بیان فرمادیئے۔ جس شخص اسے جان لیا اس نے جان لیا اور جس نے بھلادیا، اس نے بھلادیا۔

۴-عن عمرو قال قام فينا رسول الله صلى الله عليه وسلم مقاماً فاخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل اهل الجنة منازلهم واهل النار منازلهم حفظ ذالك من حفظه ونسيه من نسيه ۔

حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے درمیان تشریف فرما ہوئے تو آپ نے ابتداءِ مخلوق سے لے کر انتہا تک حتیٰ کہ اہل جنت کے جنت میں داخل ہونے تک اور اہل جہنم کے اپنے ٹھکانوں میں جانے تک سب کچھ بیان کردیا۔ جس نے یاد رکھا اس نے یاد رکھا اور جس نے بھلادیا اس نے بھلادیا۔

علم غیب کی نفی کی وجہ اور حصر حقیقی مراد ہونا:

زیر بحث حدیث میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آپ کو محض بشر قرار دیتے ہوئے علم غیب کی نفی بھی کی ہے، اس سے مراد علم ذاتی کی نفی ہے یا عجز وانکسار مراد ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے علم غیب کی وسعت بھی قرآن وحدیث میں بالتفصیل بیان کی گئی ہے۔ جس کے چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:۔

۱-ارشادِ خداوندی: عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا o اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى

مِنْ رَّسُوْلٍ ۔ "وہ عالم الغیب ہے، جو اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا مگر رسولوں میں سے جسے پسند کرے"۔

۲-اعلانِ قرآن ہے: وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۔ اللہ کی شایانِ شان نہیں ہے کہ تم کو غیب پر مطلع کرے لیکن اپنے رسولوں میں سے جس کا وہ انتخاب کرلیتا ہے۔

۳-ارشادِ خداوندی: وَمَا هُوَ عَلَى الْغَيْبِ بِضَنِيْنٍ ۔ "نبی غیب بتانے میں بخل سے کام نہیں لیتا"۔

۴-عن ثوبان رضى الله عنه قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان الله زوى لى الارض فرأيت مشارقها و مغاربها ۔

حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے تمام روئے زمین کو میرے لیے لپیٹ دیا اور میں نے اس کے مشارق و مغارب کو دیکھ لیا۔

زیر بحث حدیث کے الفاظ "اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ" سے مراد حصر حقیقی ہے، کیونکہ یہی شان نبوی کے لائق ہے، کیونکہ آپ تو حبیب خدا، امام المرسلین اور مبداء کائنات ہیں۔

سوال 4: عن ابن عمر قال لما فتح هذان المصران اتو اعمر فقالوا يا امير المؤمنين ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حد لاهل نجد قرنا وهو جور عن طريقنا وانا ان اردنا قرن شق علينا قال فانظروا حذوها من طريقكم فحد لهم ذات عرق ۔

(الف) انقل الحديث الى الاردية وبين ماهو المراد من "هذان المصران"؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ "هذان المصران" سے کون سے شہر مراد ہیں؟)

(ب) بين ان ذات عرق صارت ميقاتا بتوقيت رسول الله صلى الله عليه وسلم ام باجتهاد عمر رضى الله عنه؟

("ذات عرق" نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے میقات مقرر فرمایا تھا یا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اجتہاد سے مقرر ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب یہ دونوں شہر فتح ہوئے تو لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور انہوں نے عرض کیا: اے امیر المؤمنین! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے (بطور میقات) قرن مقرر فرمایا تھا وہ ہمارے راستہ سے ہٹا ہوا ہے۔ اگر ہم قرن کا قصد کرتے ہیں تو ہمارے لیے پریشان کن ہے۔ آپ نے فرمایا: تم اپنے راستہ سے متصل کوئی جگہ تلاش کرو اور آپ نے ان کے لیے "ذات عرق" میقات مقرر کر دیا۔

"هذان المصران" سے مراد:

ان دونوں مصروں سے مراد ہے:

۱- وادی عراق

۲- شام (نجد)

(ب) اہل نجد کیلئے "ذات عرق" فاروقی اجتہاد سے "میقات" مقرر ہونا:

اہل نجد کے لیے میقات "ذات عرق" کیسے مقرر ہوا؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجد کے لیے میقات "قرن" مقرر فرمایا تھا لیکن حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں اس خطہ کے لوگ حاضر ہوئے عرض گزار ہوئے: اے امیر المؤمنین! ہمارے لیے مقرر کردہ "میقات" ہمارے سیدھے راستہ سے ہٹا ہوا ہے اور ہمیں اس وجہ سے پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ آپ نے ان کی خواہش کے مطابق اپنے اجتہاد سے "ذات عرق" میقات مقرر کر دیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا اجتہاد بھی ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: "عَلَيْكُمْ بِسُنَّتِيْ وَ سُنَّةِ خُلَفَآءِ الرَّاشِدِيْنَ" کے مطابق حدیث کا درجہ رکھتا ہے۔

الاختيار السؤى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1216ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح مسلم﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الملاحظة: السؤال الأول اجبارى ولك اخيار فى البواقى ان تجيب عن اثنين فقط

السؤال الأول: عن ابى رافع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استسلف من رجل بكرا فقدمت عليه ابل من ابل الصدقة فامر ابا رافع ان يقضى الرجل بكره فرجع اليه ابو رافع فقال لم أجد فيها الاخيارا رباعيا فقال أعطه اياه ان خيار الناس أحسنهم قضاء.

(۱) ترجم الحديث الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟ (۱۰)

(۲) اذكر مفصلا المسائل التى يمكن الاستنباط من الحديث المذكور؟ ۱۰

(۳) فصل مذاهب الأئمة والعلماء رحمهم الله تعالىٰ فى جواز اقتراض الحيوان؟ ۱۰

(۴) ان النبى صلى الله عليه وسلم كيف امر بالقضاء من ابل الصدقة والحال أن الناظر فى الصدقات لايجوز تبرعه منها؟ ۱۰

السؤال الثانى: عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عنى خذوا عنى فقد جعل الله لهن سبيلا البكر

بالبكر جلد مائة ونفى سنة و الثيب بالثيب جلد مائة والرجم .

(۱) هل يجب نفى سنة حدا؟ بين هذه المسئلة فى ضوء أقوال الفقهاء الكرام مع دلائلهم؟ ۱۵

(۲) فصل الاختلاف فى جلد الثيب مع الرجم، ورجح مذهب الجمهور بالدليل مع الجواب عن هذا الحديث؟ ۱۵

السؤال الثالث: عن جابر بن سمرة رضى الله عنهما يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لايزال الاسلام عزيزالى اثنى عشر خليفة .

(۱) مامعنى الخلافة والامارة هل بينهما فرق أم لا؟ وبين هل يزيد بن معاوية معدود فى اثنى عشر خليفة أم لا؟ ۱۰

(۲) جاء فى الحديث الصحيح الخلافة بعدى ثلاثون سنة فما معنى هذا الحديث الشريف؟ ۱۰

(۳) استدل بعض الناس بهذا الحديث على امامة أئمة أهل البيت هل يصح استد لالهم؟ أجب شافيا؟ ۱۰

السؤال الرابع: عن أبى هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتسبوا أصحابى لاتسبوا أصحابى فوالذى نفسى بيده لو أن أحد كم أنفق مثل أحد ذهبا ماأدرك مداحدهم ولا نصيفه .

(۱) شكل الحديث و ترجمه الى الأردية؟ ثم بين هل يطلق اسم الصحابى على الطفل الصغير الذى راه صلى الله عليه وسلم؟ ۱۵

(۲) اكتب مقالة مشتملة على فضل الصحابة ورد الروافض؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ دوم: صحیح مسلم﴾

سوال 1: عن ابى رافع أن رسول الله صلى الله عليه وسلم استسلف من رجل بكرا فقدمت عليه ابل من ابل الصدقة فامر ابارافع ان يقضى الرجل بكره فرجع اليه ابو رافع فقال لم أجد فيها الأخيارا رباعيا فقال أعطه اياه ان خيار الناس أحسنهم قضاء .

(۱) ترجم الحديث الى الأردية واشرح الكلمات المخطوطة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کلمات کی وضاحت کریں؟)

(۲) اذكر مفصلا المسائل التى يمكن الاستنباط من الحديث المذكور؟

(اس حدیث سے ثابت ہونے والے مسائل بیان کریں؟)

(۳) فصل مذاهب الأئمة والعلماء رحمهم الله تعالىٰ فى جواز اقتراض الحيوان؟

(جانوروں کو بطور قرض حاصل کرنے کے جواز میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۴) ان النبى صلى الله عليه وسلم كيف امر بالقضاء من ابل الصدقة والحال أن الناظر فى الصدقات لايجوز تبرعه منها؟

(نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ کے اونٹ سے قرض کی ادائیگی کا کیوں دیا حالانکہ صدقہ پر نگران بھی آپ کی طرف سے تعینات تھا جو اپنی ذمہ داری سے الگ نہیں ہو سکتا تھا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک شخص سے ایک جوان جانور بطور قرض لیا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں صدقہ کے اونٹ پیش کیے گئے تو آپ نے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو مذکورہ آدمی کا قرض ادا کرنے کے لیے جوان اونٹ دینے کا حکم دیا۔ حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: (یارسول اللہ!) ان اونٹوں میں صرف سات سال کے اونٹ ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں فرمایا: یہی اسے دے دو، کیونکہ بہترین لوگ وہ ہیں جو اچھے طریقے سے اپنا قرضہ ادا کرتے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

اِسْتَسْلَفَ: صیغہ واحد مذکر غائب فعل ماضی معروف ثلاثی مزید فیہ از باب استفعال، کوئی چیز ادھار لینا۔

بِکْرًا: واحد ہے اس کی جمع ابکار آتی ہے۔ والدین کا پہلا بچہ، جوان جانور، کنواری لڑکی یا کنوارا لڑکا۔

رَبَاعِیًا: وہ اونٹ جس کے سامنے والے دانت گر گئے ہوں، سات سال کا جانور

(ب) حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل:

زیر بحث حدیث سے مستنبط ہونے والے مسائل درج ذیل ہیں:

۱- کسی سے کوئی چیز بطور قرض لینا جائز ہے۔

۲- جانور بطور قرض (عاریۃ) لینا جائز ہے۔

۳- مقروض کا قرض کی واپسی کا اہتمام از خود کرنا چاہیے۔

۴- بطور عاریہ لی ہوئی چیز واپس نہ کرنے کی صورت میں اس سے عمدہ چیز لوٹانا۔

۵- مال و اسباب پر نگران ومحافظ مقرر کرنا جائز ہے۔

(ج) جانور بطور قرض حاصل کرنے کے شرعی حکم میں اقوال علماء:

حدیث سے بظاہر ثابت ہوتا ہے کہ اجناس کی طرح جانور کو بطور قرض حاصل کرنا جائز

ہے لیکن یہاں قرض سے مراد عاریۃ حاصل کرنا ہے۔ مثلاً جانور کو بطور سواری حاصل کرنا۔ اس میں علماء کے مشہور دو اقوال ہیں:

۱- وہی جانور بغیر نقصان کے مالک کو واپس کیا جائے۔

۲- اگر وہی جانور واپس کرنا ممکن نہ ہو تو متبادل اور اس سے عمدہ جانور واپس کیا جائے۔

(د) نگران کے فرائض میں تصرف کی وجہ:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کو جانور پر نگران ومحافظ مقرر فرمایا گیا تھا، پھر صدقہ کے اونٹ آنے پر اسے قرضہ یعنی بطور عاریہ لیے ہوئے جانور کا متبادل اور عمدہ اونٹ واپس کرنے کا حکم دینا اور حضرت ابورافع رضی اللہ عنہ کے اس پر عمل کرنے سے فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں ہے بلکہ عین فرض کی ادائیگی ہے۔ اس لیے پہلا حکم آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور دوسرا حکم بھی آپ کا ہی ہے۔ لہٰذا دوسرے حکم کو ناسخ اور پہلے کو منسوخ قرار دیا جائے۔

سوال 2: عن عبادة بن الصامت قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم خذوا عني خذوا عني فقد جعل الله لهن سبيلا البكر بالبكر جلد مائة ونفي سنة والثيب بالثيب جلد مائة والرجم.

(۱) هل يجب نفي سنة حدا؟ بين هذه المسئلة في ضوء أقوال الفقهاء الكرام مع دلائلهم؟

(کیا ایک سال تک جلاوطن کرنا حد میں شامل ہے؟ یہ مسئلہ فقہاء کے اقوال کی روشنی میں بیان کریں؟)

(۲) فصل الاختلاف في جلد الثيب مع الرجم، ورجح مذهب الجمهور بالدليل مع الجواب عن هذا الحديث؟

(شادی شدہ آدمی کو رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا کی تفصیل بیان کریں؟ جمہور کے

مذہب کو ترجیح دیتے ہوئے اس حدیث کا جواب لکھیں؟)

جواب: (الف) جلاوطن کرنا کوڑوں کی حد کا حصہ ہونے میں اقوالِ فقہاء:

جب کنوارا مرد اور کنواری عورت زنا کا ارتکاب کریں تو حدیث میں ان کی سزا یہ مقرر کی گئی ہے کہ ایک سال جلاوطن کرنا اور ایک سو کوڑے مارنا۔ سوال یہ ہے کہ کیا جلاء وطن کرنا بھی حد کا حصہ ہے یا نہیں؟ اس میں فقہار کے دو اقوال ہیں:

۱- بعض فقہاء کے نزدیک جلاوطن کرنا، حد کا حصہ ہے یعنی دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

۲- اکثر فقہاء کے نزدیک جلاوطن کرنا، حد کا حصہ نہیں ہے بلکہ امیر وقت یا قاضی یہ سزا اپنی صواب دید کے مطابق دے سکتا ہے اور معاف بھی کر سکتا ہے۔ ان کی دلیل یہ آیت ہے: اَلزَّانِيَةُ وَالزَّانِيْ فَاجْلِدُوْا كُلَّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا مِائَةَ جَلْدَةٍ۔

(ب) رجم کے ساتھ کوڑوں کی سزا میں مذاہبِ فقہاء:

جب شادی شدہ مرد اور عورت زنا کا ارتکاب کریں، تو کیا انہیں کوڑوں اور رجم دونوں سزائیں دی جائیں گی یا صرف رجم کی سزا دی جائے گی؟ اس مسئلہ میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے؟

۱- بعض فقہاء کا مؤقف ہے کہ کوڑوں کی سزا، حد کا حصہ ہے۔ لہٰذا یہ دونوں سزائیں دی جائیں گی۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں دونوں سزاؤں کی صراحت ہے۔

۲- جمہور فقہاء کرام کے نزدیک کوڑوں کی سزا، حد کا حصہ نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں سزائیں نہیں دی جائیں گی۔ انہوں نے اس آیت سے استدلال کیا ہے جو منسوخ التلاوت اور محفوظ الحکم ہے یعنی شادی شدہ مرد وزن کے زنا کرنے کی صورت میں دونوں کو رجم کیا جائے گا۔ حدیث ماعز سے بھی رجم کرنے کی سزا کا ثبوت ملتا ہے۔ جمہور کی طرف سے زیر بحث حدیث کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ نص قطعی اور خبر واحد کا جب مقابلہ ہو جائے تو نص

قطعی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔ لہٰذا نص قطعی پر عمل کرتے ہوئے زیر بحث حدیث ترک کر دیں گے۔

سوال 3: عن جابر بن سمرة رضي الله عنهما يقول سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم لايزال الاسلام عزيزالى اثنى عشر خليفة .

(۱) مامعنى الخلافة والامارة هل بينهما فرق أم لا؟ وبين هل يزيد بن معاوية معدود في اثنى عشر خليفة أم لا؟

(خلافت اور امارت کا کیا معنیٰ ہے اور دونوں میں فرق ہے یا نہیں؟ یزید بن معاویہ بارہ خلفاء میں شامل ہے یا نہیں؟)

(۲) جاء في الحديث الصحيح الخلافة بعدى ثلاثون سنة فما معنى هذا الحديث الشريف؟

(حدیث میں ہے کہ "میرے بعد خلافت تیس سال تک ہوگی" اس کا کیا مفہوم ہے؟)

(۳) استدل بعض الناس بهذا الحديث على امامة أئمة أهل البيت هل يصح استدلالهم؟ أجب شافيا؟

(کچھ لوگوں نے اس حدیث سے آئمہ اہل بیت کے لیے استدلال کیا ہے، کیا یہ درست ہے؟ اس کا شافی جواب لکھیں؟)

جواب: (الف) خلافت و امارت کا معنیٰ اور ان دونوں میں فرق:

خلافت کا معنیٰ ہے: امامت، امارت اور جانشینی۔

علامہ راغب اصفہانی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق خلافت کا معنیٰ ہے: ایک شخص کا دوسرے آدمی کا قائمقام ہونا۔ اس کی چار صورتیں ہو سکتی ہیں:

(i) اصل آدمی کی غیر موجودگی میں دوسرے کا قائمقام ہونا۔

(ii) اصل آدمی کی وفات کے بعد دوسرے کا قائمقام ہونا۔

(iii) اصل آدمی کے قاصر آنے پر دوسرے کا قائمقام ہونا۔

(iv) اصل کا دوسرے کو اپنی نیابت سے نوازنے کے لیے اپنا قائمقام بنانا۔

فائدہ: خلافت و امارت ایک ہی چیز کے دو نام ہیں اور دونوں میں کوئی امتیاز و فرق نہیں ہے۔ دونوں کے درمیان تساوی کی نسبت ہے۔

یزید بن معاویہ کا شمار بارہ خلفاء میں:

کیا یزید بن معاویہ کا شمار بارہ خلفاء میں ہوتا ہے یا نہیں؟ یزید بن معاویہ کا شمار بارہ خلفاء میں ہوتا ہے لیکن وہ خلیفہ برحق نہیں ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کے مظالم و زیادتیوں کی داستانیں کائنات میں مشہور و معروف ہیں۔

(ب) بارہ خلفاء اور تیس سال کی روایات میں تعارض کا جواب:

زیر بحث حدیث میں بارہ خلفاء کا تذکرہ ہے، جن کے دور میں اسلام باسلامت و باوقار رہنے کا ذکر ہے۔ دوسری روایت میں تیس سالہ دور خلافت قرار دیا گیا ہے، جس میں حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ سمیت صرف پانچ خلفاء بنتے ہیں۔ اس طرح دونوں قسم کی روایات میں تعارض ہوا؟

اس کا جواب یہ ہے کہ دونوں روایات کا محمل و محل الگ الگ ہے۔ جس روایت میں بارہ خلفاء کے زمانہ میں اسلام کے باوقار و باسلامت رہنے کا ذکر ہے۔ اس سے مطلق خلافت مراد ہے وہ خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو یا نہ ہو مگر اس میں غلبہ اسلام ضرور ہو۔ تیس سال تک خلافت والی روایت سے خاص خلافت مراد ہے جو خلافت علیٰ منہاج النبوت ہو خواہ اس میں غلبہ اسلام ہو یا نہ ہو۔

(ج) آئمہ بیت کی امامت پر استدلال کا بطلان اور بارہ خلفاء کی تفصیل و تعیین:

بارہ خلفاء کی تفصیل و تعیین کے حوالے سے مشہور دو اقوال ہیں جو درج ذیل ہیں:

قول اوّل:

وہ بارہ خلفاء مراد ہیں جن کے دور میں اسلام کو غلبہ حاصل ہوا، ان کی باقاعدہ بیعت کی

گئی، لوگ متحد و متفق رہے اور ان کی حکومت تسلیم بھی کی گئی۔ ان بارہ خلفاء کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت صدیق اکبر۔ (۲) حضرت فاروق اعظم۔ (۳) حضرت عثمان۔ (۴) حضرت علی۔ (۵) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ (۶) یزید بن معاویہ۔ (۷) عبدالملک بن مروان۔ (۸) ولید بن عبدالملک۔ (۹) سلمان بن عبدالملک۔ (۱۰) طمر بن عبدالعزیز۔ (۱۱) یزید بن عبدالملک۔ (۱۲) ولید بن یزید بن عبدالملک۔

فائدہ: جب ولید بن یزید بن عبدالملک چار سال حکومت کر چکے تو انہیں قتل کر دیا گیا پھر فتنوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو گیا۔

قول دوم:

وہ بارہ خلفاء مراد ہیں جو عادل، صاحب تقویٰ اور انصاف پسند تھے خواہ ان کا زمانہ متصل نہ ہو بلکہ انقطاع کے ساتھ ہو۔ ان بارہ خلفاء کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں:

(۱) حضرت صدیق اکبر۔ (۲) حضرت عمر۔ (۳) حضرت عثمان۔ (۴) حضرت علی۔ (۵) حضرت حسن۔ (۶) حضرت امیر معاویہ۔ (۷) حضرت عبداللہ بن زبیر۔ (۸) حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ عنہما۔ (۹) مہدی عباسی۔ (۱۰) طاہر عباسی۔ (۱۱،۱۲) دو خلفاء ابھی نہیں آئے۔

پہلے قول پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ آپ لوگوں نے اہل بیت کے قاتل اور باغی یزید بن معاویہ کو خلفاء میں شمار کر دیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے تاریخی طور پر تمام خلفاء کو شمار کیا ہے خواہ وہ برحق ہیں یا برحق نہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یزید بن معاویہ خلیفہ تو تھا لیکن برحق نہیں تھا۔

سوال 4: عن أبي هريرة رضي الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاتسبوا أصحابي لاتسبوا أصحابي فوالذي نفسي بيده لو أن أحد كم أنفق مثل أحد ذهبا ماأدرك مدأحدهم و لا نصيفه .

(۱) شكل الحديث و ترجمه الى الأردية؟ ثم بين هل يطلق اسم الصحابي على الطفل الصغير الذى راه صلى الله عليه وسلم؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ کیا اس چھوٹے بچے پر صحابی کا اطلاق ہوسکتا ہے جس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہو؟)

(۲) اكتب مقالة مشتملة على فضل الصحابة ورد الروافض؟

(فضائل صحابہ اور ردّ روافض کے حوالہ سے مضمون سپرد کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگادیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

تم میرے صحابہ کو گالی مت دو، تم میرے صحابہ کو گالی مت دو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے تم میں سے کوئی شخص احد پہاڑ کے برابر سونا (اللہ کی راہ میں) خرچ کرے وہ ان کے ایک مٹھی جو (جنس) یا اس کے نصف کے برابر بھی نہیں ہوسکتا۔

بچے پر صحابی کا اطلاق:

بلاشبہ مسلمان والدین کا وہ خوش قسمت بچہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کا شرف حاصل کیا ہو، وہ صحابی ہے، کیونکہ درجہ صحابیت پر فائز ہونے کے لیے بلوغت شرط نہیں ہے۔

(ب) فضائل صحابہ کرام اور ردّ روافض پر مضمون:

فضائل صحابہ کرام رضی اللہ عنہ اور رد روافض پر مختصر مگر جامع مضمون درج ذیل ہے:

(i) فضائل صحابہ بزبان قرآن:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے فضائل قرآن کریم میں بیان کیے گئے ہیں۔ اس سلسلہ میں چند دلائل درج ذیل ہے:

۱- مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗٓ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ

(حضرت) محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں اور آپ کے ساتھی کافروں پر سخت اور آپس میں نہایت نرم دل ہیں۔

۲- رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۔ اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے۔

۳- وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ الْمُؤْمِنِيْنَ الخ اور جس شخص نے ہدایت واضح ہونے کے بعد نبی کو اذیت دی اور مومنوں کے علاوہ راستہ اختیار کیا، اس کے لیے عذاب ہے۔

ان روایات میں فضیلت صحابہ بالکل عیاں اور ظاہر و باہر ہے۔ سبیل المؤمنین سے مراد "صحابہ" کا راستہ ہے۔

(ii) فضائل صحابہ بزبان مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم:

قرآن کریم کے علاوہ احادیث نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں بھی تفصیل سے فضائل صحابہ بیان کیے گئے ہیں۔ اس بارے میں چند احادیث مبارک درج ذیل ہیں:

۱- خیر امتی قرنی ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ۔ میری امت کا بہترین زمانہ میرا ہے، پھر اس کے بعد آنے والے لوگوں کا اور پھر بعد میں آنے والے لوگوں کا۔

۲- اکرموا اصحابی فانهم خیارکم ثم الذین یلونهم ثم الذین یلونهم ۔ تم میرے صحابہ کا احترام کرو، کیونکہ وہ تم سے بہتر لوگ ہیں۔ پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں پھر وہ لوگ ہیں جو ان کے بعد آنے والے ہیں۔

۳- لاتمس النار مسلما رانی اور رأی من رانی ۔ اس مسلمان کو آگ نہیں چھوئے گی جس نے مجھے دیکھا یا میرے دیکھنے والے کو دیکھا۔

۴- الله الله فی اصحابی، الله الله فی اصحابی لاتتخذوا غرضا من بعدی ۔ فمن احبهم فحبی احبهم ومن ابغضهم فبغضی ابغضهم ومن اذاهم

فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی الله ومن اذی الله فیوشك ان یاخذہ ۔ تم میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، تم میرے صحابہ کے بارے میں اللہ سے ڈرو، میرے بعد انہیں نشانہ نہ بنانا۔ جس شخص نے ان سے محبت کی اس نے میری محبت کی وجہ سے ان سے محبت کی اور جس نے ان سے بغض رکھا اس نے میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔ جس شخص نے انہیں اذیت دی اس نے مجھے اذیت دی، جس نے مجھے اذیت دی اس نے اللہ کو اذیت دی اور جس نے اللہ تعالیٰ کو اذیت تو وہ جلد اللہ کی گرفت میں ہوگا۔

۵-مثل اصحابی فی امتی کا لملح فی الطعام لایصلح الطعام الابالملح ۔ میری امت میں میرے صحابہ کی مثال وہی ہے جو کھانے میں نمک کی ہے اور کھانا نمک کے بغیر مزیدار نہیں ہوتا۔

۶- مامن احد من اصحابی یموت بارض الابعث قائد اونورالهم یوم القیامة ۔ میرا صحابی جس جگہ بھی انتقال کرے گا وہ وہاں سے قائد کی حیثیت سے اٹھے گا اور قیامت کے دن اس کے پاس نور ہوگا۔

۷- اذا رأیتم الذین یسبون اصحابی فقولو العنة الله علی شرکم ۔ جب تم ایسے لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو گالی دیتے ہیں تو تم یوں کہو: تمہارے شر پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو۔

۸- اصحابی کالنجوم فبایهم اقتدیتم اهتدیتم ۔ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں تم ان میں سے جس کی بھی اقتدا کرو گے ہدایت یافتہ ہو جاؤ گے۔

ان روایات واحادیث مبارکہ میں عظمت وفضیلت صحابہ کے جہاں فضائل وکمالات بیان کیے گئے ہیں وہاں ان کے مخالفین کی مذمت وشقاوت پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔

(iii) ردّ روافض:

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہایت قابل احترام ہستیاں ہیں، ان کا ادب واحترام امت

پر فرض ہے لیکن کچھ لوگ ان کی شان کے خلاف زبان طعن دراز کرتے نہیں تھکتے۔ حتیٰ کہ وہ ان پر سب وشتم سے بھی باز نہیں آتے۔ بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر زیادہ سب وشتم کرتے ہیں۔ ایسی حرکات کا مرتکب گروہ ''روافض'' کے نام سے مشہور ہے۔ ان کے عقائد وافکار نہایت غلیظ اور قابل نفرت ہیں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظیم المدارس** لأهل السنة باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1216ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذی﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظه:السوال الأخیر اجباری وأجب عن اثنین فقط من البواقی

السؤال الأول:عن علی رضی اللّٰه عنه قال الوتر لیس بحتم كصلاتكم المكتوبة ولكن سن رسول الله صلی الله علیه وسلم قال ان الله وتر یحب الوترفأوتروایا أهل القرآن .

(۱)ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة؟ ۵

(۲)اذكر الاختلاف بین الائمة فی وجوب الوتر و عدم وجوبه مع دلائلهم؟ ۱۴

(۳)فصل الاختلاف بین الائمة فی عدد ركعات الوتر ورجح مذهب الامام الأعظم رحمه الله تعالی بالدلائل؟ ۱۴

السؤال الثانی:ان رجلا سأل رسول الله صلی الله علیه وسلم قال حلقت قبل أن أذبح فقال اذبح ولا حرج وسأله أخر فقال نحرت قبل أن أرمی قال ارم ولا حرج

(۱)بین مفهوم الحدیث؟ ۵

(۲)اذكر الاختلاف بین الائمة فی وجوب الترتیب و سنته مع دلائلهم؟ ۱۴

(۳)اكتب وجوه ترجیح الاحناف فی وجوب الترتیب و وجوب الدم فی تركه؟ ۴

السؤال الثالث:عن أبی وائل أن علیا رضی الله عنه قال لأبی الهیاج الأسدی ابعثك علی مابعثنی النبی صلی الله علیه وسلم ان لاتدع قبر امشرفا الا سویه ولاتمثالا الاطمسته؟

(۱)انقل الحدیث الی الأردیة و بین المراد بالقبر المشرف الذی حكمه التسویة؟ ۵

(۲)من هم الذین بعث علی رضی الله عنه الی تسویة قبور هم أهم المشركون أم مسلمون؟ ۱۴

(۳)ما حكم القبور المرتفعة للأولیاء و العلماء؟ و ما حكم الأبنية علی قبور الصلحاء؟ ۱۴

السؤال الرابع:عن ابن عباس رضی الله عنهما قال انما كانت المتعة فی أول الاسلام كان الرجل یقدم البلدلیس له بها معرفة فیتزوج المرأة بقدر مایری أنه یقیم فتحفظ له متاعا و تصلح له شیئه حتی اذا نزلت الأیة الا علی أزواجهم أو ما ملكت أیما نهم؟

(۱)شكل الحدیث ثم انقله الی الاردیة؟ ۱۰

(۲)ماالفرق بین نكاح المتعة و نكاح المؤقت؟ ۱۰

(۳)فصل مذهب أهل السنة والجماعة و أهل التشیع فی جواز المتعة و عدم جواز ها مع دلائلهم؟ ۱۴

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ سوم: جامع ترمذی﴾

سوال: عن علی رضی اللہ عنہ قال الوتر لیس بحتم کصلاتکم المکتوبۃ ولکن سن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال ان اللہ وتر یحب الوتر فأوتروا یا أهل القرآن ۔

(۱) ترجم الحدیث الی اللغۃ الأردیۃ؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) اذکر الاختلاف بین الائمۃ فی وجوب الوتر و عدم وجوبہ مع دلائلھم؟

(وتر کے وجوب یا عدم وجوب کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۳) فصل الاختلاف بین الائمۃ فی عدد رکعات الوتر ورجح مذھب الامام الأعظم رحمہ اللہ تعالٰی بالدلائل؟

(نماز وتر کی تعداد رکعات کے حوالے سے مذاہب آئمہ بیان کریں؟ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہم اللہ تعالٰی کے مذہب کو دلائل سے ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا: تمہاری فرض نماز کی طرح وتر قطعی نہیں ہیں لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ وتر (طاق) ہے اور وتر (طاق چیز) کو پسند کرتا ہے۔ پس اے اہل قرآن!

تم (نماز) وتر ادا کیا کرو۔

(ب) وجوب وتر یا عدم وجوب میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز وتر واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ وتر واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) **عن عبداللہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال: الوتر واجب علی کل مسلم** ”حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر ہر مسلمان پر واجب ہے“۔

(ii) زیر بحث حدیث بھی آپ کی دلیل ہے۔

(iii) **عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ مرفوعا: من نام عن الوتر اونسیہ فلیصل اذا ذکرا و اذا استیقظ ۔** ”حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: جو شخص نماز وتر سے سوجائے یا بھول جائے جب اسے یاد آ جائے یا وہ بیدار ہو تو پڑھ لے“۔

۲- حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالٰی کے نزدیک وتر سنت مؤکدہ ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) **عن عبادۃ بن الصامت رضی اللہ مرفوعًا: ان اللہ کتب علیکم فی کل یوم ولیلۃ خمس صلوات** ”حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: بیشک اللہ تعالٰی نے تم پر ایک دن رات میں پانچ نمازیں فرض فرمائی ہیں“۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک اعرابی سے پانچ نمازوں کا ذکر کیا تو اس نے عرض کیا: هَلْ عَلَيَّ غَيْرُهُنَّ ؟ کیا مجھ پر ان کے علاوہ بھی واجب الادا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِلَّا تَطَوَّعَ (مشکوۃ ص ۱۳)

حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جمہور کے دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

اوّل: پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ ہم وتر کی فرضیت کے قائل نہیں ہیں بلکہ اس کے وجوب کے قائل ہیں۔

دوم: دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ نماز وتر نماز عشاء کے تابع ہے، لہٰذا اسے الگ سے نہیں پڑھ سکتے۔

(ج) وتر کی تعداد رکعات میں مذاہب آئمہ:

وجوب وعدم وجوب وتر کی طرح نماز وتر کی تعداد رکعات میں بھی آئمہ فقہ کا اختلاف ہے؛ جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام ابوحنیفہ اور صاحبین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر تین رکعات ایک سلام کے ساتھ ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نماز وتر تین رکعات ادا فرماتے تھے اور ان کے آخر میں سلام پھیرتے تھے۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں: ثم اوتر بثلاث۔

۲- حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز وتر ایک رکعت سے لے کر نو رکعات تک جائز ہیں جبکہ تین رکعات دو سلاموں کے ساتھ افضل ہیں۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) اُم المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ویوتر بواحدۃ

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں:

الوتر رکعۃ من اخر اللیل (مشکوٰۃ ص۱۰۵) رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت وتر ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب

یوں دیا جاتا ہے:

اوّل: یہ روایت ابتداء اسلام پر محمول ہے، جو بعد میں منسوخ ہوگئی۔

دوم: ہماری روایت قوی ہے، جو معمول بہ بنانے کے زیادہ لائق ہے۔

سوال 2: ان رجلا سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم قال حلقت قبل أن أذبح فقال اذبح ولا حرج وسأله اخر فقال نحرت قبل أن أرمي قال ارم ولا حرج

(۱) بين مفهوم الحديث؟

(حدیث کا مفہوم بیان کریں؟)

(۲) اذكر الاختلاف بين الائمة في وجوب الترتيب و سنته مع دلائلهم؟

(ارکان حج میں وجوب ترتیب یا اس کے مسنون ہونے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۳) اكتب وجوه ترجيح الاحناف في وجوب الترتيب و وجوب الدم في تركه؟

(وجوب ترتیب اور اس کے ترک پر وجوب دم کے حوالے سے احناف کے مذہب کو ترجیح حاصل ہونے کی وجوہات سپرد قلم کریں؟)

جواب: (الف) مفہوم حدیث:

حجۃ الوداع کے موقع پر حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سواری پر تشریف فرما تھے اور لوگوں کے سوالات کے جوابات دے رہے تھے۔ ایک صحابی نے عرض کیا: میں نے لاعلمی کی بنا پر قربانی کرنے سے قبل اپنا سر مونڈوا لیا ہے؟ آپ نے فرمایا: تم اب قربانی کرلو، اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ دوسرے صحابی نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے شیطان کو کنکریاں مارنے سے پہلے بھول کر قربانی کرلی ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم اب

شیطان کو کنکریاں مارلو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ وقوف عرفات حج کا رکن اعظم ہے، جب وہ پورا کرلیا ہے تو باقی ارکان میں کمی کوتاہی یا تقدیم تاخیر ہونے سے حج پورا ہوجاتا ہے اور اس نقص کی وجہ سے وجود حج کی نفی نہیں ہوسکتی۔ تاہم ارکان ومناسک کی تقدیم وتاخیر سے اجروثواب میں کمی ضرور آجاتی ہے۔

(ب) مناسک حج کی ترتیب کے وجوب یا مسنون ہونے میں مذاہب آئمہ:

دسویں ذوالحجہ کے مناسک حج کی ترتیب یوں ہے: جمرہ کبریٰ کو کنکریاں مارنا، قران یا تمتع کی صورت میں قربانی کرنا اور بعدازاں سر منڈوانا۔

سوال یہ ہے کہ مناسک وارکان حج کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہے یا سنت؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل سطور ذیل میں پیش کی جاتی ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مناسک حج کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہے اور ان میں تقدیم وتاخیر کی وجہ سے دم لازم آتا ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں جس شخص نے مناسک حج کی ادائیگی میں تقدیم وتاخیر کردی تو اس پر ضروری ہے کہ وہ ایک جانور کا خون بہائے۔

(ii) حضرت ابراہیم رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: جو شخص ذبح سے قبل اپنا سر منڈوالیتا ہے تو اس پر خون بہانا ضروری ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی: وَلَا تَحْلِقُوْا رُؤُسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْىُ مَحِلَّهٗ ۔ یعنی ”جب تک قربانی اپنی جگہ تک نہ پہنچ جائے تو تم اپنے سر نہ منڈاؤ“۔

(iii) سوال کرنا، مناسک کی ادائیگی میں ترتیب واجب ہونے کا قرینہ ہے۔

۲- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترتیب سنت ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت سے ”لاحرج“ کے الفاظ موجود ہیں۔

حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت امام رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) لاحرج بمعنی لامعصیۃ ہے۔

(۲) سوال کرنا، اس کی ترتیب کے وجوب کی طرف اشارہ ہے۔

(ج) امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترجیح حاصل ہونے کی وجوہات:

حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے مقابل حضرت امام ابواعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے مذہب کو ترجیح حاصل ہونے کی وجوہ درج ذیل ہیں:

۱- یہ مسلک قوی دلائل وبراہین سے مزین ہے۔

۲- یہ مسلک حقیقت کے قریب تر ہے۔

۳- یہ مسلک زیر بحث حدیث سے بھی ثابت ہے۔

۴- صحابی کی طرف سے سوال کرنا بھی اس کے لزوم کا تقاضا کرتا ہے۔

سوال 3: عن ابی وائل ان علیا رضی اللہ عنہ قال لأبی الهیاج الأسدی ابعثک علی مابعثنی النبی صلی اللہ علیه وسلم ان لاتدع قبرا مشرفا الا سویته ولاتمثالا الاطمسته .

(۱) انقل الحدیث الی الأردیة و بین المراد بالقبر المشرف الذی حکمه التسویة؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں؟ نیز جس قبر کو برابر کرنے کا حکم ہے، وہ کون سی قبر ہے؟)

(۲) من هم الذین بعث علی رضی اللہ عنه الی تسویة قبور هم أهم المشرکون أم مسلمون؟

(حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قبور مشرکین برابر کرنے کا حکم ہوا تھا یا مسلمانوں کی قبور کا؟)

(۳) ما حكم القبور المرتفعة للأولياء و العلماء؟ و ما حكم الأبنية على قبور الصلحاء؟

(اولیاء اور علماء کی قبور کو بلند رکھنے کا کیا حکم ہے؟ نیز صالحین کی قبور پر عمارت بنانے کا کیا حکم ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابو وائل رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو ہیاج رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "میں تجھے ایسے کام کے لیے روانہ کرتا ہوں جس کے لیے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے روانہ فرمایا تھا۔ وہ یہ ہے کہ تم ہر بلند قبر کو مساوی کردو اور تم ہر تصویر کو مٹادو"۔

(ب) جس قبر کے برابر کرنے کا حکم دیا گیا:

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم وہ خوش قسمت نفوس تھے جن کی موجودگی میں قرآن اترا اور انہوں نے براہ راست حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلیم و تربیت کی دولت حاصل کی۔ وہ ہر معاملے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت حاصل کرتے اور ہر کام آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق انجام دیتے تھے۔ وہ لوگ پیدائش سے لے کر وفات تک تمام معاملات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کے مطابق کرتے تھے۔ جب وہ اپنے پیاروں کی قبور کی بلندی یا پستی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے مطابق رکھتے تھے، تو پھر انہیں گرانے یا برابر کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ درحقیقت جن قبور کو برابر کرنے کا حکم دیا گیا ہے، وہ مشرکین کی قبور تھیں۔ جن کو وہ بلند و بالا بناتے، ان کی تعظیم و توقیر کرتے اور ان کے سامنے سجدہ ریز ہوتے تھے۔

(ج) اولیاء، صالحین اور علماء کی قبور و مزارات کا حکم:

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ ہر دور میں اولیاء، صالحین اور علماء کرام رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر گنبد بنائے گئے، کیونکہ یہ مزارات شعائر اسلام میں شمار ہوتے ہیں اور

ان کا احترام ضروری ہے۔ ان کا جواز اجماع امت سے ثابت ہے اور اجماع امت ادلہ اربعہ میں ایک شرعی دلیل تسلیم کی گئی ہے۔

آج ہم دنیا بھر میں مزارات اولیاء و صالحین اور علماء پر گنبد دیکھتے ہیں مثلاً روضہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ برصغیر میں حضرت داتا گنج بخش لاہوری، خواجہ معین الدین چشتی، حضرت پیر مکی، حضرت مجدد الف ثانی، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء دہلوی، حضرت میراں حسین زنجانی، حضرت خواجہ خاوند محمود المعروف حضرت ایشاں، حضرت عبداللہ شاہ غازی، حضرت خواجہ رکن عالم، حضرت خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانی، حضرت سید بلھے شاہ قصوری اور حضرت سید وارث شاہ وغیرہم رحمہم اللہ تعالیٰ کے مزارات پر گنبد موجود ہیں۔

جن روایات میں تعمیر گنبد یا عمارت بنانے کی ممانعت وارد ہے، وہ بلاضرورت و فضول عمارت بنانے پر محمول ہیں۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مزارات پر گنبد بنانے کو جائز قرار دیا ہے یا یہ روایات اس پر محمول ہیں کہ عین قبر کو ہموار کر کے اس کے اوپر عمارت بنائی جائے یا بلاضرورت قبور پر لکھا جائے یا چونا پھیرا جائے۔ تاہم اگر قبر کے اطراف میں چار دیواری بنائی جائے یا سرہانے کی طرف کتبہ لگایا جائے یا زائرین کی سہولت کے لیے چار دیواری پر چھت ڈالی جائے تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

سوال 4: عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا قَالَ اِنَّمَا كَانَتِ الْمُتْعَةُ فِيْ اَوَّلِ الْاِسْلَامِ كَانَ الرَّجُلُ يَقْدَمُ الْبَلْدَةَ لَيْسَ لَهٗ بِهَا مَعْرِفَةٌ فَيَتَزَوَّجُ الْمَرْاَةَ بِقَدْرِ مَا يَرٰى اَنَّهٗ يُقِيْمُ فَتَحْفَظُ لَهٗ مَتَاعًا وَّ تُصْلِحُ لَهٗ شَيْئَهٗ حَتّٰى اِذَا نَزَلَتِ الْاٰيَةُ اِلَّا عَلٰى اَزْوَاجِهِمْ اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ۔

(۱) شكل الحديث ثم انقله الى الاردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) ما الفرق بين نكاح المتعة و نكاح المؤقت؟

(نکاح متعہ اور نکاح مؤقت کے درمیان کیا فرق ہے؟)

(۳) فصل مذهب أهل السنة والجماعة و أهل التشيع في جواز

المتعة و عدم جواز ها مع دلائلهم؟

(اہل سنت اور اہل تشیع کے مہب میں جواز متعہ یا عدم جواز متعہ کی تفصیل مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اُردو ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث درج ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے "متعہ ابتدائے اسلام میں جائز تھا، جب کوئی شخص کسی شہر میں جاتا جہاں اس کی واقفیت نہ ہوتی تو وہ جتنی مدت کسی شہر میں اقامت کرتا اتنی مدت تک کسی عورت سے نکاح کر لیتا تھا، تاکہ وہ عورت اس کے اموال و اسباب کی حفاظت کرے۔ حتیٰ کہ یہ ارشاد خداوندی نازل ہوا کہ وہ اپنی بیویوں اور اپنی کنیزوں سے جماع کر سکتے ہیں"۔

(ب) نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں فرق:

نکاح متعہ اور نکاح مؤقت میں کئی اعتبار سے فرق ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- نکاح شرعی میں دو گواہ ہوتے ہیں جبکہ متعہ میں دو گواہوں کا ہونا ضروری نہیں ہے۔

۲- نکاح مؤقت میں لفظ "نکاح" بولا جاتا ہے اور متعہ کے لیے لفظ "استمتاع" متعہ استعمال کیا جاتا ہے۔

۳- نکاح مؤقت میں شوہر کے ذمہ مہر، نفقہ، سکنیٰ، میراث اور دیگر امور جاری ہوتے ہیں جبکہ متعہ میں جاری نہیں ہوتے۔

(ج) متعہ کے جواز و عدم جواز میں مذہب اہل سنت و اہل تشیع:

کیا متعہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اہل سنت اور اہل تشیع میں اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- متعہ کا مطلب ہے کہ مقررہ مدت تک عوض و معاوضہ دے کر نکاح کرنا اور زوجین کا

باہم خواہشات کی تکمیل کر کے علیحدگی اختیار کر لینا۔ اس بارے میں اہل سنت کا مؤقف ہے کہ ابتداء اسلام میں یہ جائز تھا لیکن بعد میں اس کی ممانعت کر دی گئی۔ اب ہمارے لیے نکاح تو جائز ہے لیکن متعہ جائز نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد خداوندی ہے: فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۔ جو عورتیں تمہیں پسند ہوں اُن سے نکاح کرو، دو سے، تین سے یا چار سے۔ پس اگر تم کو انصاف نہ کرنے کا خوف ہو، تو ایک عورت یا لونڈیاں تمہارے لیے کافی ہیں"۔

(ii) زیر بحث حدیث میں صراحت ہے کہ متعہ ابتداء اسلام میں جائز تھا لیکن بعد میں منسوخ قرار دیا گیا تھا۔ اب اہل سنت کے نزدیک یہ جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے۔

۲- اہل تشیع کے نزدیک متعہ جائز ہے بلکہ باعث اجر و ثواب ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) شیخ کلبی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابوجعفر رضی اللہ عنہ سے متعہ کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب میں کہا: متعہ کے حوالے سے قرآن کریم میں یہ آیت نازل ہوئی:

تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا تو انہیں اس کا معاوضہ دو۔ اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار ادا کرنے پر رضامند ہو جاؤ تو اس میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔

(ii) بعض قرأتوں میں: ارشاد قرآن: "فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ" کے بعد یوں بھی پڑھا گیا ہے: اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى، تو اس کا مفہوم یوں ہوا، جن عورتوں سے تم نے مقررہ مدت تک استفادہ کیا، انہیں اس کی اجرت فراہم کر دو۔

اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع کے ان دلائل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

۱- پہلی دلیل کا جواب یہ ہے کہ اس آیت سے متعہ کا جواز ثابت نہیں ہوتا بلکہ غلبہ شہوت والے شخص کے علاج کے دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں: (۱) وہ کنیزوں سے نکاح کرے۔ (۲) وہ تجرد و ضبط نفس کا طریقہ اختیار کرے۔

۲- دوسری دلیل کا جواب یہ ہے کہ ارشاد: فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ " کے بعد "اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی " کے الفاظ مقدر مان کر اس سے استدلال بر جواز متعہ تب درست ہو سکتا ہے کہ ان الفاظ کو قرآن کریم کا جز تسلیم کیا جائے۔ حالانکہ یہ قرآن کا جز ہرگز نہیں ہیں۔ اس طرح اس سے استدلال بھی درست نہیں ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف **تنظیم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1216ء

﴿الورقة الرابعة: لسنن أبی داؤد آثار السنن﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات   مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: عليك أن تجيب عن اثنين من كل قسم

القسم الأول...... لسنن أبی داؤد

السؤال الأول: عن عبدالله بن عمر وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للغازی أجره وللجاعل أجره و أجر الغازی

(۱) فصل الاختلاف بين الائمة فی المسئلة المذكورة فی الحديث مع دلائلهم؟ ۱۵

(۲) ما المراد بالجاعل؟ ولم جعل الشارع عليه الصلوٰة والسلام له أجرين وللغازی أجرا واحدا؟ ۱۰

السؤال الثانی: أنبأنا مخنف بن سليم قال ونحن و قوف مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات قال قال يا أيها الناس ان على اهل كل بيت فی كل عام اضحية وعتيرة أتدرون ماالعتيرة هذه التی يقول الناس الرجبية

(۱) بين الاختلاف فی وجوب الاضحية وعدمه بين الامام أبی حنيفة والامام الشافعی رحمهما الله تعالىٰ مع دلائلهما؟ ۱۵

(۲) هل الأضحية الواحدة تكفی عن أصحاب البيت كله أم لا؟ ان قلت لا، فاذكر الوجه والجواب عن الحديث المذكور؟ ۱۰

- السؤال الثالث: عن أبی سعید الخدری أن أهل قریظة لما نزلوا علی حکم سعد أرسل الیه النبی صلی الله علیه وسلم فجاء علی حمار أقمر فقال النبی صلی الله علیه وسلم قوموا الی سید کم أو الی خیر کم فجاء حتی قعد الی رسول الله صلی الله علیه وسلم .

(۱) فصل الاختلاف فی جواز قیام التعظیم و عدم جوازه فی ضوء الحدیث؟ ۱۵

(۲) اذکر الدلائل علی جواز قیام التعظیم مع الجواب عن الاحادیث التی ورد فیها النهی؟ ۱۰

القسم الثانی......لآثار السنن

السؤال الرابع: عن البراء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم لابأس ببول ماأکل لحمه .

(۱) بین اختلاف الائمة فی حکم بول مایؤکل لحمه مع دلائلهم؟(۱۰)

(۲) اذکر أجوبة الأحناف عن حدیث العرنیین؟ ۱۵

السؤال الخامس: عن أنس رضی الله عنه قال ذکروا النار والناقوس فذکرو الیهود و النصاری فامر بلال أن یشفع الأذان وأن یوتر الاقامة

(۱) ترجم الحدیث الی الأردیة و بین معنی الأذان لغة و اصطلاحا؟(۱۰)

(۲) ماحکم الشرعی للأذان عند الفقهاء الکرام؟ فصل أقوالهم بالدلائل ۱۵

السؤال السادس: عن حذیفة رضی الله عنه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فرکع فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم وفی سجوده سبحان ربی الأعلی .

(۱) ماحکم التسبیح فی الرکوع والسجود عندالائمة العظام رحمهم الله تعالیٰ؟ ۱۰

(۲) الفاظ التسبیح للرکوع والسجود مخصوص أم لا؟ بین اختلاف الائمة فی هذه المسئلة؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ چہارم: سنن ابی داؤد و آثار سنن﴾

قسم اوّل: سنن ابی داؤد

سوال 1: عن عبدالله بن عمر وأن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال للغازى أجره وللجاعل أجره و أجر الغازى

(۱) فصل الاختلاف بين الائمة فى المسئلة المذكورة فى الحديث مع دلائلهم؟

(مذکورہ مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف مع دلائل بیان کریں؟)

(۲) ماالمراد بالجاعل؟ ولم جعل الشارع عليه الصلوة والسلام له أجرين وللغازى أجرا واحدا؟

(جاعل سے کیا مراد ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے دوگنا اجر اور غازی کے لیے ایک اجر کا حقدار کیوں قرار دیا؟)

جواب: (الف) حدیث میں مذکور مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

کیا اجر وثواب کی نیت سے جہاد کرنا یا سواری پیش کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اپنے آپ کو جہاد کے لیے اجرت کے عوض پیش کرنا مکروہ ہے۔ تاہم لوگوں (مسلمان مجاہدین) کو ضعف و کمزوری کی وجہ سے ضرورت ہو تو جائز ہے۔ ایسی صورت میں مسلمان باہم مالی معاونت بھی کر سکتے ہیں۔ آپ اپنے مؤقف پر صحیح بخاری کی یہ روایت پیش کرتے ہیں کہ حضرت امام مجاہد رحمہ

اللہ تعالیٰ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا: میں جہاد میں شرکت کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اس پر حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: میں چاہتا ہوں کہ میں اپنے مال سے کچھ معاونت کروں۔ میں نے عرض کیا: "حضور! میرے پاس کافی دولت موجود ہے۔ انہوں نے فرمایا: تمہارا مال تمہیں مبارک ہو لیکن میں تو اس بات کو پسند کرتا ہوں کہ میرا کچھ مال جہاد کے لیے خرچ ہو جائے"۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اجرت پر جہاد کرنا اور سواری فراہم کرنا مکروہ ہے۔

۳- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اجرت کے عوض جہاد جائز نہیں ہے۔ اگر اس کا نام جہاد ہے تو میں اسے مسترد کرتا ہوں۔ وہ اپنے نقطہ نظر پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ جہاد کرنا فرض کفایہ ہے، جو ایک یا چند افراد کی شمولیت سے ادا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا اس کے لیے اجرت یا معاوضہ وعوض پر شرکت کرنا درست نہیں ہے۔

(ب) "جاعل" کی تعریف اور اس کے لیے دوگنا ثواب کی وجہ:

"جاعل" سے مراد وہ شخص ہے جو کسی مجاہد کو سواری وغیرہ فراہم کرتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے اسے دوگنا اجر کا مستحق قرار دیا گیا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نے جہاد کے لیے مجاہد تیار کیا اور ساتھ ہی اسے سواری فراہم کی یعنی ایک اجر جہاد کے لیے ذہن سازی کا ہے اور دوسرا سواری پیش کرنے کا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

سوال2: أنبأنا مخنف بن سليم قال ونحن و قوف مع رسول الله صلى الله عليه وسلم بعرفات قال قال يا أيها الناس ان على اهل كل بيت فى كل عام اضحية وعتيرة أتدرون ماالعتيرة هذه التى يقول الناس الرجبية

(۱) بين الاختلاف فى وجوب الاضحية وعدمه بين الامام أبى حنيفة والامام الشافعى رحمهما الله تعالىٰ مع دلائلهما؟

(قربانی کے وجوب یا عدم وجوب کے بارے میں حضرت امام ابوحنیفہ اور حضرت

امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا اختلاف بیان کریں؟)

(۲) هل الأضحية الواحدة تكفي عن أصحاب البيت كله أم لا؟ ان قلت لا، فاذكر الوجه والجواب عن الحديث المذكور؟

(کیا ایک قربانی تمام اہل خانہ کی طرف سے کافی ہوتی ہے یا نہیں؟ اگر جواب نفی میں ہے تو حدیث مذکور کا جواب کیا ہے؟)

جواب: (الف) قربانی کے وجوب وعدم وجوب میں مذاہب آئمہ:

کیا قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ہر مسلمان، عاقل، بالغ، صاحب نصاب اور مقیم پر قربانی واجب ہے۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ۔ "تم اپنے پروردگار کے لیے نماز پڑھو اور قربانی کرو"

(ii) ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ من وجد سعة ولم يضح فلا يقربن مصلانا۔ "جو شخص طاقت ہونے کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب بھی نہ آئے"۔

(iii) فرمان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے: ضحوا "یعنی تم قربانی کرو"۔

۲-حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی، حضرت امام احمد بن حنبل اور ایک قول کے مطابق حضرت اما ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک قربانی کرنا سنت موکدہ ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قربانی مجھ پر فرض کی گئی ہے اور تم پر فرض نہیں کی گئی۔

(ii) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم قربانی کرو، کیونکہ یہ تمہارے باپ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔

(iii) حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ دو سال کے وقفہ سے قربانی کرتے تھے، تا کہ لوگ اسے واجب نہ خیال کرلیں۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کے دلائل کا جواب دیا جاتا ہے۔

۱-یہ روایات منسوخ ہیں یا ضعیف ہیں۔

۲-ہماری روایات قوی ہونے کی وجہ سے راجح ہیں۔

(ب) سب اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کرنے کا شرعی حکم:

جب ایک گھر میں متعدد گھرانے آباد ہوں اور ہر گھرانے کا سربراہ دوسری شرائط کے ساتھ صاحب نصاب بھی ہو تو ایک قربانی سب کی طرف سے کافی نہیں ہوگی بلکہ ہر گھرانے کے سربراہ کو الگ سے قربانی کرنا واجب ہے۔

اونٹ یا گائے وغیرہ کی سات افراد کی طرف سے قربانی کی جاسکتی ہے۔ علاوہ ازیں حج قران وحج تمتع کی وجہ سے اونٹ کی قربانی بھی سات افراد کی طرف سے روا ہے۔ اسی پر قیاس کرتے ہوئے گھر کے جتنے افراد صاحب نصاب ہوں گے، سب کی طرف سے الگ قربانی کرنا واجب ہوگی۔

حدیث کی توجیہ:

حدیث مذکورہ کی توجیہ یوں کی جائے گی کہ صاحب نصاب آدمی عموماً اپنے گھر کا سربراہ ہوتا ہے جس پر قربانی واجب ہوتی ہے۔ اسی مناسبت سے تمام اہل خانہ کی طرف سے ایک قربانی کافی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔

سوال 3: عن أبي سعيد الخدري أن أهل قريظة لما نزلوا على حكم سعد أرسل اليه النبي صلى الله عليه وسلم فجاء على حمار أقمر فقال النبي صلى الله عليه وسلم قوموا الى سيد كم أو الى خير كم فجاء حتى قعد الى

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔

(۱) فصل الاختلاف فی جواز قیام التعظیم و عدم جوازہ فی ضوء الحدیث؟

(قیام تعظیمی کے جواز یا عدم جواز کے بارے میں اختلاف تفصیلاً بیان کریں؟)

(۲) اذکر الدلائل علی جواز قیام التعظیم مع الجواب عن الاحادیث التی ورد فیہا النہی؟

(قیام تعظیمی کے جواز کے دلائل بیان کریں؟ نیز ممانعت والی روایات کا جواب سپرد قلم کریں؟)

جواب: قیام تعظیم کے دلائل اور منکرین کے سوالات کے جوابات:

1۔ قیام تعظیمی کی پہلی دلیل:

بخاری شریف کی مشہور حدیث جو حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ مدینہ طیبہ کے قبیلہ بنو قریظہ نے جب حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو اپنا حاکم مان لیا تو حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں طلب کیا۔ ابھی وہ اپنی سواری پر ہی تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انصار کو حکم دیا: تم اپنے سردار کی تعظیم کے لیے کھڑے ہو جاؤ۔ اس حدیث میں نہایت صراحت سے کھڑے ہونے کا حکم ہے۔

منکرین قیام کی طرف سے اس حدیث کے جواب میں کہا جاتا ہے چونکہ حضرت سعد رضی اللہ عنہ زخمی تھے۔ اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ تھا کہ لوگ آگے بڑھ کر انہیں سواری سے اتار لیں۔ اس لیے اس قیام سے قیام تعظیمی ثابت نہیں ہوتا۔ چونکہ کھڑے ہونے کا حکم سردار کی نسبت کے ساتھ ہے۔ اس لیے یہ لفظ ظاہر کرتا ہے کہ کھڑے ہونے کا حکم اظہار تعظیم کے لیے تھا اور اسی کا نام قیام تعظیمی ہے۔

2۔ قیام تعظیمی کی دوسری دلیل:

اس حدیث کو امام ابو داؤد نے روایت کیا ہے وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک حضور اکرم

صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مسجد میں تشریف فرما تھے کہ ان کے رضاعی باپ یعنی حضرت سعدیہ رضی اللہ عنہا کے شوہر حاضر ہوئے تو آپ نے انہیں بٹھانے کے لیے اپنی چادر شریف کا ایک کونہ بچھا دیا۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رضاعی ماں حاضر ہوئیں تو ان کے لیے دوسرا کونہ بچھایا۔ پھر آخیر میں رضاعی بھائی حاضر ہوئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو گئے اور انہیں اپنے سامنے بٹھایا۔ اس حدیث سے دوسرے کے لیے خود آپ کا قیام ثابت ہے۔

اس حدیث کے جواب میں منکرین قیام کی طرف سے کہا جاتا ہے کہ رضاعی بھائی کے لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اکرام کے لیے نہیں تھا بلکہ جگہ بنانے کے لیے تھا کیونکہ آپ اگر اکرام کے لیے قیام فرماتے تو ماں باپ اس کے زیادہ مستحق ہے۔

اس کا جواب دیا جاتا ہے کہ اول تو اس حدیث میں ان کے لیے قیام کی نفی نہیں ہے اور عدم ذکر عدم قیام کا ثبوت نہیں ہوتا۔ دوسرا یہ کہ بٹھانے کے لیے اپنی چادر بچھا دینا ان کے اکرام کے لیے بہت کافی تھا۔ رضاعی بھائی کے سلسلے میں حدیث کے الفاظ یہ ہیں: (قام فاجلس بین یدیہ) یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنے سامنے انہیں بٹھایا۔ اگر جگہ کی قلت کی وجہ سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ہوتا تو حدیث کے الفاظ یہ ہوتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہوئے اور اپنی جگہ پر انہیں بٹھایا۔ دوسرا یہ کہ جگہ بنانے کے لیے کھسک جانا کافی تھا۔ کھڑے ہونے کی کوئی حاجت نہیں تھی۔

3۔ قیام تعظیمی کی تیسری دلیل:

فتح مکہ کے دن ابو جہل کے بیٹے حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ خوف کی وجہ سے یمن کی طرف بھاگ گئے تھے۔ اسی حالت میں انہیں خدا نے توفیق دی اور وہ اسلام لے آئے۔ اس کے بعد ان کی اہلیہ انہیں اپنے ہمراہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں۔ جیسے ہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا جذبہ مسرت میں کھڑے ہو گئے اور ان کا استقبال کیا۔

اسی طرح فتح خیبر کے دن حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ حبشہ سے واپس تشریف لائے

تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور فرمایا: میں نہیں بتا سکتا کہ جعفر کے آنے سے مجھے زیادہ خوشی ہوئی یا خیبر کی فتح سے۔

اسی طرح کی ایک حدیث اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہ سے بھی منقول ہے وہ بیان کرتی ہیں کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ بولے بیٹے حضرت زید بن حارث رضی اللہ عنہ جب ہجرت کے بعد مدینہ منورہ آئے تو اس وقت آپ میرے حجرے میں تشریف رکھتے تھے۔ میں نے دیکھا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں دیکھتے ہی کھڑے ہو گئے اور انہیں گلے سے لگایا۔

ان تینوں حدیثوں میں دوسروں کے لیے خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام کرنا ثابت ہوا۔ اس بنیاد پر یہ کہنا صحیح ہے کہ دوسرے کے لیے قیام کرنا جائز ہے بلکہ سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ہے۔

4۔ قیام تعظیمی کی چوتھی دلیل:

امام ابوداؤد نے اپنی سنن میں حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے یہ حدیث نقل کی ہے، وہ بیان کرتے ہیں کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم ہم لوگوں کے ساتھ بات کرتے تھے اور سلسلہ گفتگو ختم ہو جانے کے بعد جب آپ کھڑے ہوتے تو ہم لوگ بھی کھڑے ہو جاتے اور اُس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دولت کدے میں داخل نہ ہو جاتے۔ اس حدیث سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے صحابہ کرام کا کھڑا ہونا اور کھڑا رہنا ثابت ہو گیا۔

5۔ قیام تعظیمی کی پانچویں دلیل:

اس حدیث کو اُم المؤمنین سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے ابوداؤد، ترمذی اور حاکم رحمہم اللہ تعالیٰ نے روایت کیا ہے۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ سیدہ فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس تشریف لاتی تھیں تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے لیے قیام فرماتے تھے اور ان کی پیشانی کو بوسہ دیتے تھے۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: (قَامَ اِلَيْهَا فَقَبَّلَهَا ثُمَّ

اَخَذَ بِيَدِهَا حَتّٰى يُجْلِسَهَا فِيْ مَكَانِهٖ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کھڑے ہو کر ان کا استقبال کرتے، ان کی پیشانی چومتے اور ان کا ہاتھ پکڑ کر اپنی جگہ پر بٹھاتے تھے۔ اس حدیث سے بھی دوسروں کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام ثابت ہو گیا۔

منکرین قیام کی طرف سے اس حدیث کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ ان کے لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قیام اکرام کے طور پر نہیں تھا بلکہ جگہ کی تنگی تھی۔ اس لیے جگہ بنانے کے لیے تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جگہ بنانے کے لیے کھڑے ہونے کی ضرورت نہیں تھی صرف کھسک جانا کافی تھا۔ اگر جگہ اتنی تنگ تھی کہ دو آدمی کے بیٹھنے کی گنجائش نہیں تھی تو اس سے لازم آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بٹھا کر باہر چلے جاتے ہوں حالانکہ کسی حدیث میں ایسی روایت نہیں ملتی۔

6۔ قیام تعظیمی کی چھٹی دلیل:

امام ابوداؤد کی یہ حدیث ہے جسے انہوں نے حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا۔ وہ بیان کرتی ہیں کہ حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا اٹھنے، بیٹھنے، بات چیت اور اپنی جملہ عادات واطوار میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سب سے زیادہ متا بہت رکھتی تھیں۔ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر تشریف لے جاتے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تعظیماً کھڑی ہو جاتی تھیں، آپ کے دست مبارک کا بوسہ لیتی تھیں اور انہیں اپنی جگہ پر بٹھاتی تھیں۔

اس حدیث کی روشنی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا کا قیام تعظیمی ایک آدھ بار کا نہیں تھا بلکہ پوری زندگی ان کا معمول ہی یہ تھا۔ پھر یہ بات بھی گہرائی میں اتر کر سوچنے کی ہے کہ اگر ان کا یہ قیام تعظیمی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک ناجائز ہوتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس فعل سے انہیں یقیناً روک دیتے لیکن جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قیام تعظیمی سے انہیں نہ روکا تو چودھویں صدی کے لوگوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ وہ ہمیں آپ کے قیام تعظیمی سے روکیں؟

7۔ قیام تعظیمی کی ساتویں دلیل:۔

یہ حدیث حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے امام طبرانی اور خطیب بغدادی رحمہما اللہ تعالیٰ سے روایت کی ہے جیسا کہ کنز العمال میں اس کی صراحت موجود ہے۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ ایک موقع پر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہر شخص اپنی جگہ سے اپنے بھائی کے لیے اٹھے مگر بنو ہاشم دوسرے کے لیے نہ اٹھیں۔ حدیث کے الفاظ یہ ہیں: یقوم الرجل من مجلسه لاخيه الا بنوها شم لا يقومون لا حد۔ اس حدیث سے دوسرے کے لیے قیام تعظیمی کا نہ صرف جواز ثابت ہوا بلکہ استحباب بھی ثابت ہوگیا' کیونکہ امر کا ادنیٰ درجہ استحباب ہے۔

قسم ثانی: آثار سنن

سوال 4: عن البراء رضی الله عنه قال: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لاباس ببول ماأكل لحمه.

(۱) بین اختلاف الائمة فی حکم بول مایؤکل لحمه مع دلائلهم؟
(ماکول اللحم جانور کے پیشاب کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۲) اذکر أجوبة الأحناف عن حديث العرينيين؟
(حدیث عرنیین کے بارے میں احناف کی طرف سے جوابات تحریر کریں؟)

جواب: (الف) ماکول اللحم جانوروں کے پیشاب کے شرعی حکم بارے میں مذہب آئمہ:

کیا ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور گوبر پاک ہے یا نجس؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ جس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ ماکول اللحم جانوروں کا پیشاب اور گوبر پاک ہے۔ ان کے دلائل درج ذیل ہے۔

(i) حدیث مذکورہ ہے جس میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لاباس ببول ما اکل لحمه۔

(ii) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اونٹ پر بیٹھ کر کعبہ کی طرف سفر کیا بلکہ بیت اللہ کا طواف کیا۔

ظاہر ہے کہ اونٹ نے پیشاب کیا ہوگا اور اس کا گوبر بھی مسجد میں گرا ہوگا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ ماکول اللحم جانور کا پیشاب اور گوبر طاہر ہے ورنہ اسے استعمال میں ہرگز نہ لایا جاتا۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک ماکول اللحم جانور کا پیشاب اور گوبر نجس ہے، دلائل یہ ہیں:

(i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: استنزهوا عن البول فان عامة عذاب القبر منه، یعنی تم پیشاب سے پرہیز کرو، کیونکہ عموماً عذاب قبر اسی وجہ سے ہوتا ہے''۔

(ii) روایات میں مذکور ہے کہ ایک دفعہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا دو قبور کے پاس سے گزر ہوا۔ آپ نے فرمایا: ان قبروالوں کو عذاب قبر ہو رہا ہے اور یہ عذاب کسی بڑے جرم کی وجہ سے نہیں ہو رہا۔ ان میں سے ایک تو پیشاب کے قطروں سے پرہیز نہیں کرتا تھا اور دوسرا چغلی کھاتا تھا۔ پھر آپ نے کھجور کی تر شاخ کے دو ٹکڑے کیے، ایک ایک دونوں قبروں پر رکھ دیا اور فرمایا: اب ان کے عذاب میں تخفیف ہوگئی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام ابو یوسف رحمہم اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے دلائل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اونٹ کو مسجد میں داخل کرنے سے ہرگز یہ لازم نہیں آتا کہ وہ پیشاب اور گوبر بھی ضرور کرے گا۔

(ب) اہل عرینہ کو پیشاب پینے کی اجازت کی وجوہات:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل عرینہ کو صدقہ کے اونٹوں کا پیشاب پینے کا جو حکم دیا تھا وہ اس کے پاک ہونے کی وجہ سے نہیں تھا۔ اس کی کئی وجوہات تھیں جو درج ذیل ہیں:۔

۱۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی بتا دیا گیا تھا کہ ان لوگوں کے مرض کا علاج

پیشاب پینے میں رکھا گیا ہے۔

۲-الخبیثات للخبیثین، پر عمل کرتے ہوئے ان کا علاج پیشاب پینا تجویز کیا گیا تھا۔

۳-بطور عبرت ان لوگوں کے لیے یہ علاج تجویز کیا گیا تھا، کیونکہ انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ پر جو مظالم ڈھائے تھے، اس کی مثال نہیں ملتی۔

سوال 5: عن أنس رضی الله عنه قال ذکروا النار والناقوس فذکروا الیهود و النصاری فامر بلال أن یشفع الأذان وأن یوتر الاقامة

(۱) ترجم الحدیث الی الأردیة و بین معنی الأذان لغة و اصطلاحا؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور اذان کا لغوی واصطلاحی معنی بیان کریں؟)

(۲) ماحکم الشرعی للأذان عند الفقهاء الکرام؟ فصل أقوالهم بالدلائل؟

(فقہاء کے نزدیک اذان کا شرعی حکم کیا ہے؟ اس بارے میں ان کے اقوال نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں (صحابہ کرام) نے آگ جلانے اور ناقوس استعمال کرنے کا ذکر کیا۔ علاوہ ازیں انہوں نے یہود و نصاریٰ کے طریقہ کا بھی ذکر کیا۔ پھر حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو حکم دیا گیا کہ وہ اذان کے الفاظ دو دو بار اور اقامت کے الفاظ ایک ایک بار کہیں۔

اذان کا لغوی و اصطلاحی:

لفظ کلام اور سلام کی طرح لفظ اذان، بھی خلاف قیاس بروزن فعال باب تفعیل کا مصدر ہے۔ لفظ ''اذان'' کا لغوی معنی ہے: مطلق اعلان۔ چنانچہ اس ارشاد ربانی میں بھی ''اذان'' کا یہی معنی مراد لیا گیا ہے: اَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِه، یعنی ''یہ اللہ تعالیٰ اور اس کے

رسول کی طرف سے اعلان ہے''۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنی ہے: مخصوص الفاظ کے ساتھ مخصوص لوگوں کو مخصوص اوقات میں مخصوص عبادت کی دعوت دینا۔

(ب) اذان کی شرعی حیثیت میں اقوال فقہاء:

نماز پنجگانہ اور نماز جمعہ کے لیے اذان پڑھی جائے گی، اس کی شرعی حیثیت میں فقہاء کے دو اقوال ہیں:

۱-سنت مؤکدہ ہے۔

۲-واجب ہے۔

سوال 6: عن حذیفة رضی الله عنه قال صلیت مع رسول الله صلی الله علیه وسلم فرکع فقال فی رکوعه سبحان ربی العظیم وفی سجوده سبحان ربی الأعلی۔

(۱) ماحکم التسبیح فی الرکوع والسجود عندالائمة العظام رحمهم الله تعالیٰ؟

(آئمہ کرام کے نزدیک رکوع اور سجود میں تسبیح کا کیا حکم ہے؟)

(۲) الفاظ التسبیح للرکوع والسجود مخصوص أم لا؟ بین اختلاف الائمة فی هذه المسئلة؟

(رکوع اور سجود میں بطور تسبیح استعمال ہونے والے الفاظ مخصوص ہیں یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) رکوع وسجود میں تسبیح کہنے کا حکم:

رکوع وسجود میں تسبیح پڑھنے کی شرعی حیثیت میں فقہاء وعلماء کے دو اقوال ہیں:

۱-یہ سنت ہے۔ ۲-یہ واجب ہے۔

(ب) رکوع اور سجود کی تسبیح میں اقوال فقہاء:

رکوع اور سجود کی تسبیح کے الفاظ میں فقہاء کے دو، دو اقوال ہیں۔

رکوع کی تسبیح کے الفاظ میں اقوال:

قول اوّل:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ کم ازکم تین باریازیادہ اورزیادہ کی صورت میں طاق عدد ہونا چاہیے۔

قول دوم:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ تین بار، سُبُّوْحٌ قُدُّوْسٌ رَبُّنَا وَرَبُّ الْمَلَائِكَةِ وَالرُّوْحِ، ایک بار

سجود کی تسبیح میں اقوال:

قول اوّل:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی کم ازکم تین باریازیادہ اورزیادہ کی صورت میں طاق عدد ہونا چاہیے۔

قول دوم:

سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰی تین بار سُبْحَانَكَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَا وَبِحَمْدِكَ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِیْ ۔ ایک بار

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف **تنظيم المدارس** لأهل السنة باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية"

الطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/1216ء

﴿الورقة الخامسة: لسنن النسائى و ابن ماجه﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظه: أجب عن اثنين من كل قسم

القسم الأول ...... لسنن النسائى

السؤال الأول: أجب عن الأسئلة التالية باللغة العربية؟

(۱) ماهو مسلك الامام النسائى؟ اذكر الأقوال المختلفة فيه؟ ۱۰

(۲) ماقال العلماء فى شان الامام النسائى؟ ۱۰

(۳) ماهو اسم الامام ابن ماجة و ما وجه كنيته بابن ماجة؟ ۵

السؤال الثانى: عن أبى سعيد الخدرى قال قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انتوضأ من بيئر بضاعة وهى بئر يطرح فيها لحوم الكلاب والحيض والنتن فقال الماء طهور لاينجسه شيء؟

(۱) فصل اختلاف الائمة فى نجاسة الماء الراكد مع دلائلهم؟ ۱۵

(۲) من استدل بقوله صلى الله عليه وسلم الماء طهور لاينجسه شيء؟ وماالجواب عند الأحناف؟ ۱۰

السؤال الثالث: عن أبى عمير بن أنس عن عمومة له أن قوما رأوا الهلال فأتوا النبى صلى الله عليه وسلم فأمرهم أن يفطروا وبعد ماارتفع النهار و أن يخرجوا الى العيد من الغد

(۱) فصل الاختلاف بين الائمة في وجوب صلوة العيد وعدم وجوبه مع دلائل كل فريق؟ ۱۵

(۲) بين أن تاخير صلوة عيدالفطر جائز الى اليوم الثاني بعذر أم لا؟ وأى عذر معتبر فيه؟ ۱۰

القسم الثاني......سنن ابن ماجة

السؤال الرابع: عن ابى ذر قال قال لى رسول الله صلى الله عليه وسلم يا أباذر لان تغدو فتعلم اية من كتاب الله خير لك من ان تصلى مائة ركعة ولان تغدو فتعلم بابا من العلم عمل به أو لم يعمل خير من أن تصلى ألف ركعة .

(۱) انقل الحديث الى الاردية وشكله .

(۲) "قوله صلى الله عليه وسلم مثل من تعلمه فرقد و هوفي جوفه كمثل جراب او كي على مسك" يدل على ان العلم بلا عمل لايفيد .فما الجواب عنه؟ ۱۵

السؤال الخامس: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم في دية الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض و عشرون بنت لبون و عشرون بنى مخاض ذكور؟

(۱) ترجم الحديث و بين معنى الدية لغة و شرعاً؟ ۱۰

(۲) فصل أقسام القتل مع بيان أن فى أى قسم تجب الدية؟ ۱۵

السؤال السادس: عن رافع بن خديج قال كنا مع النبى صلى الله عليه وسلم فى سفر فقلت يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انا نكون فى المغازى فلايكون معنا مدى فقال ماانهر الدم و ذكر اسم الله عليه فكل غير السن والظفر فان السن عظم والظفر مدى الحبشة .

(۱) انقل الحديث الى الأردية واذكر فى ضوء الحديث أن النبى صلى الله عليه وسلم لم استثنى السن والظفر؟ ۱۰

(۲) بين حكم الذبح بالسن والظفر عندالائمة مع دلا

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2016ء

﴿پرچہ پنجم: سنن نسائی وابن ماجہ﴾

(قسم اول: سنن نسائی)

سوال 1: أجب عن الأسئلة التالية باللغة العربية:

(درج ذیل سوالات کے عربی میں جواب دیں؟)

(۱) ماهو مسلك الامام النسائي؟ اذكر الأقوال المختلفة فيه .

(حضرت امام نسائی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مسلک کیا تھا؟ اس بارے میں مختلف نقل کریں؟)

(۲) ماقال العلماء فى شان الامام النسائى؟

(حضرت امام نسائی کی فضیلت کے بارے میں علماء نے کیا کہا ہے؟)

(۳) ماهو اسم الامام ابن ماجة و ما وجه كنيته بابن ماجة؟

(حضرت امام ابن ماجہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا نام کیا ہے؟ ان کی کنیت ابن ماجہ ہونے کی وجہ کیا ہے؟)

جواب: (الف) مسلک الامام النسائی وفیہ الاقوال المختلف:

وهو كا احد امن الائمة لاهل السنة وقال بعض انه كان من اهل التشيع لانه صنف "كتاب الخصائص" فى شان على رضى الله عنه .

(ب) کلمات الثناء فی شان الامام النسائی رحمہ اللہ تعالیٰ:

۱- قال المنصور الفقيه واحمد بن سلامة الطحاوى رحمهما الله تعالى: ابو عبدالرحمن النسائى امام من آئمة المسلمين .

۲- قال ابو الحسن محمد بن مظفر الحافظ رحمه الله تعالى سمعت

مشائخنا بمصر يعترفون له بالتقديم والا مانة ويصفون من اجتهاده في الصلوٰة بالليل والنهارو مواظبته على الحج والجهاد .

۳-قال الحافظ ابن الكثيررحمه الله في البداية: وكذلك اثنى عليه غيرواحد من الآئمة وشهدو اله بالتقدم والفضل في هذا الشان .

۴-قال ابن الاثير رحمه الله تعالیٰ : الامام الحافظ شيخ الاسلام احد الآئمة المبرزين والحفاظ المتقين والاعلام المشهورين .

(ج) اسم امام ابن ماجة وكنيته:

وكان اسم امام ابن ماجة: محمد اوكنيته : ابا عبدالله .ويكون اسمه كاملاً مع كنيته: ابو عبدالله محمد بن يزيدبن ماجة رحمهم الله تعالیٰ .

سوال 2:عن أبي سعيد الخدري قال قيل يا رسول الله صلى الله عليه وسلم انتوضأ من بئر بضاعة وهي بئر يطرح فيها لحوم الكلاب والحيض والنتن فقال الماء طهور لاينجسه شيء .

(۱)فصل اختلاف الائمة في نجاسة الماء الراكدمع دلائلهم .

(کھڑے پانی میں نجاست گرنے سے پلید ہونے کے بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(۲)من استدل بقوله صلى الله عليه وسلم الماء طهور لاينجسه شيء؟ وماالجواب عند عند الأحناف؟

(الفاظ حدیث ''الماء طهور لاينجسه شيء'' سے کس نے استدلال کیا ہے؟ احناف کی طرف سے اس کا جواب کیا ہے؟)

جواب:(الف) کھڑے پانی میں نجاست گرنے سے اس کے نجس یا عدم نجس کے بارے میں مذاہب آئمہ:

ماء جاری وہ ہے جو تنکا بہا کر لے جائے، اس کے بارے میں تمام آئمہ فقہ کا اختلاف

ہے کہ اس میں نجاست گرنے سے نجس نہیں ہوتا جب تک اس کے اوصاف ثلاثہ رنگ، بو اور ذائقہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔

دریافت طلب یہ بات ہے کہ ماء راکد میں نجاست گرنے سے وہ پلید ہوتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ماء قلیل وکثیر میں فرق ہے۔ ماء راکد قلیل مطلقاً نجاست گرنے سے نجس ہو جاتا ہے خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ بھی ہو لیکن راکد کثیر اس وقت تک نجس نہیں ہوتا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو جائے۔

آئمہ ثلاثہ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لايبولن احد كم في الماء الدائم الذي لايجري ثم يغتسل فيه . یعنی ''تم میں سے کوئی شخص کھڑے ہوئے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے کہ پھر وہ اس سے غسل کرے''۔

(ii) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے: نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يبال في الماء الراكد . ''نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوئے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا ہے''۔

(iii) حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت ہے: طهور اناء احد كم اذا ولغ فيه الكلب ان يغسله سبع مرات اولهن بالتراب . ''جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اسے سات مرتبہ دھویا جائے جبکہ پہلی مرتبہ مٹی کے ساتھ صاف کیا جائے''۔

۲-حضرت امام مالک اور اہل ظاہر کے نزدیک ماء راکد میں نجاست گرنے سے مطلقاً نجس نہیں ہوتا مگر جب نجاست کا غلبہ ہو جائے اور پانی کی روانی کو ختم کر دے۔

انہوں نے زیر بحث حدیث سے دلیل اخذ کی ہے، جس میں صراحت سے فرمایا گیا ہے: ان الماء طهور لاینجسه شيء۔ یعنی "پانی پاک ہے اور اسے کوئی چیز پلید نہیں کرتی"۔

(ب) آئمہ ثلاثہ کی طرف سے اس دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(i) الماء میں سیاق حدیث اور قرینہ سوال کی بناء پر الف لام عہد خارجی کا ہے، اس سے خاص بئر بضاعہ کا پانی مراد ہے نہ کہ مطلق پانی اور بئر بضاعہ کا پانی جاری تھا۔

(ii) اگر پانی کو عام بھی تسلیم کیا جائے تو تب بھی دیگر احادیث مبارکہ کے باعث حدیث ماء جاری اور ماء راکد کثیر سے مقید ہوگا۔

(iii) زیر بحث حدیث سند میں اضطراب کی وجہ سے قابل استدلال نہیں ہے، کیونکہ یہ روایت ضعیف ہے۔

سوال 3: عن أبي عمير بن أنس عن عمومة له أن قوما رأوا الهلال فأتوا النبي صلى الله عليه وسلم فأمرهم أن يفطروا بعد ما ارتفع النهار و أن يخرجوا الى العيد من الغد

(۱) فصل الاختلاف بين الائمة في وجوب صلوة العيد وعدم وجوبه مع دلائل كل فريق؟

(نماز عید کے وجوب یا عدم وجوب کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

(۲) بين أن تاخير صلوة عيد الفطر جائز الى اليوم الثاني بعذر أملا؟ وأي عذر معتبر فيه؟

(نماز عید الفطر عذر کے سبب دوسرے دن تک مؤخر کرنا جائز ہے یا نہیں؟ قابل اعتبار عذر کون سا ہوسکتا ہے؟)

جواب: (الف) نماز عید کے وجوب یا عدم وجوب میں مذاہب آئمہ:

کیا نماز عید واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل

درج ذیل ہے۔

۱۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نماز عیدین سنت مؤکدہ ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں صراحت ہے کہ کسی مجبوری کی بناپر مقررہ دن میں یہ نماز ادا نہ کی جاسکے تو دوسرے ادا کی جاسکتی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک نماز عیدین واجب ہے۔ آپ نے بھی زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ جس میں وضاحت ہے کہ اگر کسی عذر شرعی کی وجہ سے عید دن میں نماز عید نہ پڑھی جاسکے تو دوسرے دن اس کا اہتمام کیا جاسکتا ہے۔ صاحب ہدایہ نے لکھا ہے کہ نماز عیدین ہر اس شخص پر واجب ہے جس پر نماز جمعہ واجب ہے۔

بعض مشائخ کا قول ہے کہ اس بارے میں دو اقوال ہیں: پہلا قول اس کے وجوب کا ہے اور دوسرا اس کے سنت مؤکدہ ہونے کا ہے۔ دوسرے قول کی دلیل مشہور روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تین چیزیں مجھ پر فرض کی گئی ہیں جبکہ وہ تمہارے لیے سنت ہیں: (۱) نماز وتر (۲) نماز چاشت (۳) نماز عید۔

علاوہ ازیں وہ فرماتے ہیں کہ اگر نماز عیدین واجب ہوتی تو اس کے لیے اذان و اقامت کا بھی اہتمام ہوتا جبکہ شرعی طرح پر یہ بات نہیں ہے۔ اس سوال کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ بات ضروری نہیں ہے کہ جو نماز واجب ہو اس کے لیے اذان واقامت بھی ہو مثلاً نماز جنازہ واجب ہے لیکن اس کے لیے اذان واقامت نہیں ہے۔

جمہور فقہاء احناف کے نزدیک نماز عیدین واجب ہے۔ اس پر مزید ایک دلیل یہ ارشاد خداوندی ہے: وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۔ "اور تم اللہ تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو جس کی اس نے تمہیں رہنمائی فرمائی ہے"۔ جب نماز عیدین میں تکبیریں کہنا واجب ہے تو نفس نماز کا بھی تقاضا ہے کہ یہ واجب ہو۔

(ب) دوسرے دن نماز عید الفطر ادا کرنے کے شرعی اعذار:

اگر کسی شرعی عذر کی بنا پر مقررہ دن میں نماز عید الفطر نہ پڑھی جا سکے تو دوسرے دن پڑھی جا سکتی ہے لیکن اس کے بعد مؤخر نہیں کی جا سکتی۔ سوال یہ ہے کہ وہ شرعی اعذار کون سے ہیں جن کی بنا پر نماز عید الفطر دوسرے روز پڑھی جا سکتی ہے؟ نماز عید الفطر دوسرے دن تک مؤخر کرنے کے شرعی اعذار تین ہیں جو درج ذیل ہیں:

۱- مسلسل شدید بارش کا نزول ہونا

۲- خوف دشمن ہونا

۳- چاند نظر آنے کی اطلاع بعد از زوال موصول ہونا۔

قسم ثانی: سنن ابن ماجہ

سوال 4: عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ لِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَا أَبَا ذَرٍّ لَأَنْ تَغْدُوَ فَتَعَلَّمَ اٰیَۃً مِّنْ کِتَابِ اللّٰہِ خَیْرٌ لَّکَ مِنْ أَنْ تُصَلِّیَ مِائَۃَ رَکْعَۃٍ وَلَأَنْ تَغْدُوْ فَتَعَلَّمْ بَابًا مِّنَ الْعِلْمِ عَمِلَ بِہٖ أَوْ لَمْ یَعْمَلْ خَیْرٌ مِّنْ أَنْ تُصَلِّیَ أَلْفَ رَکْعَۃٍ۔

(۱) انقل الحدیث الی لاأدیة وشکله؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اُردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) "قوله صلی الله علیه وسلم مثل من تعلمه فرقد و هوفی جوفه کمثل جراب او کی علی مسك" یدل علی ان العلم بلا عمل لایفید۔ فما الجواب عنه؟

جواب: (الف) ترجمہ و اعراب:

اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے فرمایا: "اے ابوذر! اگر تم صبح کے وقت قرآن کریم کی ایک آیت سیکھ لو یہ تمہارے لیے

ایک سو رکعت ادا کرنے سے بہتر ہے اور اگر تم صبح کے وقت کوئی مسئلہ سیکھ تو خواہ تم اس پر عمل کرو یا نہ کرو، تو یہ تمہارے لیے ہزار رکعت پڑھنے سے بہتر ہے"۔

(ب) احادیث میں تعارض کا جواب:

پہلی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ علم بغیر عمل کے مفید ہے اور دوسری حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ علم بغیر عمل کے غیر مفید ہے۔ اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا۔ اس کا ارتفاع یوں کیا جا سکتا ہے کہ دوسری روایت میں صاحب علم سونے کی وجہ سے مرفوع القلم ہو گیا جبکہ علم کی روشنی اس کے دل و دماغ کو جلاء بخشے ہوئے ہے، جس طرح خوشبو استعمال کرنے کے بعد جسم پر کپڑا ڈالنے سے خوشبو کالعدم نہیں ہوتی بلکہ وہ محفوظ ہوتی ہے۔ اسی طرح وقتی طور پر عمل موقوف ہو گیا اور بیدار ہونے کے بعد وہ بحال ہو گیا۔ ہماری تائید اس مشہور حدیث سے بھی ہوتی ہے جس میں بیان کیا گیا ہے کہ عالم باعمل کا سونا جاہل کی رات بھر کی عبادت سے بہتر ہے۔

سوال 5: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم فی دیة الخطاء عشرون حقة وعشرون جذعة وعشرون بنت مخاض و عشرون بنت لبون و عشرون بنی مخاض ذکور۔

(۱) ترجم الحدیث و بین معنی الدیة لغة و شرعاً؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور "دیۃ" کا لغوی و شرعی معنیٰ بیان کریں؟)

(۲) فصل أقسام القتل مع بیان أن فی أی قسم تجب الدیة۔

(اقسام قتل بیان کریں اور وہ قتل بتائیں جس میں دیت واجب ہوتی ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قتل خطاء کی دیت یہ ہے: بیس اونٹ تین سال کے، بیس اونٹ چار سال کے، بیس اونٹنیاں دو سال کی، بیس اونٹنیاں ایک سال کی اور بیس اونٹ ایک سال کے (کل تعداد ایک سو اونٹ ہیں جو دیت میں دیئے جائیں گے)

(دیت کا لغوی و شرعی معنی:

لفظ "دیت" کا لغوی معنی ہے: مقتول کا حق و معاوضہ۔ اس کا اصطلاحی و شرعی معنی ہے:
کسی مسلمان یا ذمی کو ناحق قتل کرنے یا اس کے کسی عضو کو تلف کرنے کی وجہ سے جو شرعی تاوان واجب ہوتا ہے۔ بعض اوقات جان کے ضائع کرنے کے تاوان کو "دیت" اور عضو کے تلف کرنے کے تاوان کو "ارش" کہا جاتا ہے۔

(ب) اقسام قتل:

قتل کی پانچ اقسام ہیں، جو درج ذیل ہیں:
(۱) قتل عمد۔ (۲) قتل شبہ عمد۔ (۳) قتل خطاء۔ (۴) قتل قائم مقام خطاء۔ (۵) قتل بالسبب۔

قتل اور اس کی دیت:

حضرت امام اعظم اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک دو قسم کے قتل میں دیت واجب ہوتی، اس کی تفصیل درج ذیل ہیں:
اوّل: قتل خطاء اس میں پانچ قسم کے ایک سو اونٹ بطور دیت واجب ہوتے ہیں:
(۱) بیس: دو سال کی اونٹنیاں (۲) بیس تین سال کی اونٹنیاں (۳) بیس دو سال کے اونٹ (۴) بیس چار سال کے اونٹ (۵) بیس پانچ سال کے اونٹ۔
دوم: قتل شبہ عمد: اس کی دیت چار قسم کے ایک سو اونٹ ہیں:
(۱) پچیس اونٹنیاں دو سال کی۔ (۲) پچیس اونٹنیاں تین سال کی۔ (۳) پچیس اونٹنیاں تین سال کی۔ (۴) پچیس اونٹنیاں پانچ سال کی۔
یا دس ہزار درہم یا ایک ہزار دینار بطور دیت ہوں گے۔

سوال 6: عن رافع بن خدیج قال کنا مع النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی سفر فقلت یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم انا نکون فی المغازی فلایکون معنا مدی فقال ماانهر الدم و ذکر اسم اللہ علیہ فکل غیر السن

والظفر فان السن عظم والظفر مدی الحبشة۔

(۱) انقل الحدیث الی الأردیة واذکر فی ضوء الحدیث أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم لم استثنی السن والظفر؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں اور بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کیوں کیا؟)

(۲) بین حکم الذبح بالسن والظفر عندالائمة مع دلائلهم؟

(دانت اور ناخن سے ذبح شدہ جانور کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھے، میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ! ہم غزوات میں ہوں تو ہمارے پاس چھریاں نہیں ہوتیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا نام لے کر جس چیز سے بھی خون بہایا جائے تو تم کھالو، سوائے دانت اور ناخن کے۔ دانت تو اس لیے کہ یہ ہڈی ہے اور ناخن اس لیے کہ یہ حبشی لوگوں کی چھری ہے۔

دانت اور ناخن کو مستثنیٰ کرنے کی وجہ:

جانور کو ذبح کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ بسم اللہ پڑھ کر چھری یا کوئی بھی تیز دھار چیز جو خون بہا دے، سے ذبح کیا جاسکتا ہے لیکن دانت اور ناخن کو ذبح کے لیے استعمال کرنا درست نہیں ہے۔ ان دونوں کے استثناء کرنے کی وجہ یہ ہے کہ دانت ہڈی ہے جو جنات کی خوراک ہے، اس سے جانور ذبح کرنا درست نہیں ہے۔ ناخن کو اس لیے مستثنیٰ قرار دیا گیا ہے کہ یہ حبشی لوگوں کی چھری ہے اور ان سے مشابہت کی وجہ سے اس سے ذبح کرنا منع ہے۔ اغیار سے مشابہت اختیار کرنے سے منع کیا گیا ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: من شبہ بقوم فهو منهم۔ "جو شخص کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے اسے ان

وگوں میں شمار کیا جاتا ہے“۔

(ب) دانت اور ناخن سے ذبح کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا دانت اور ناخن سے جانور ذبح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دانت یا ناخن سے کسی جانور کو ذبح کرنا جائز نہیں ہے، خواہ یہ جسم سے متصل ہوں یا الگ ہوں۔ انہوں نے حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اگر دانت اور ناخن جسم سے الگ ہوں تو ان سے جانور کو ذبح کرنا کراہت کے ساتھ جائز ہے۔ اگر یہ جسم سے متصل ہوں تو ان سے ذبح کرنا منع ہے۔ آپ نے حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! جب ہم میں سے کوئی شخص شکار پائے تو اس کے پاس چھری نہ ہو کیا وہ پتھر یا لاٹھی وغیرہ سے ذبح کرسکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: اَمْرِرِ الدَّمَ بِمَ شِئْتَ وَاذْکُرِ اسْمَ اللّٰہِ۔ ”تم جس چیز سے بھی خون بہا سکتے ہو، ذبح کرو اور اس پر بسم اللہ پڑھ لیا کرو“۔ اس روایت میں دانت اور ناخن کو مستثنیٰ قرار نہیں دیا گیا۔ دانت اور ناخن سے ذبح کرنے کی ممانعت والی روایات اس صورت پر محمول ہیں جب وہ جسم سے متصل ہوں۔

☆☆☆☆☆☆

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ١٤٣٨ھ/ 2017ء

﴿الورقة الأولى: لصحيح البخارى﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: السوال الأول اجبارى ولك الخيار فى البواقى أن تجيب عن اثنين فقط

السوال الأول: باب اى الاسلام أفضل عن أبى برده عن أبى موسى الأشعرى قال قالوا يا رسول الله صلى الله عليه وسلم اى الاسلام أفضل قال من سلم المسلمون من لسانه ويده

(١)ترجم الحديث الى الأردية؟ (٢)

(٢)هل جواب رسول الله صلى الله عليه وسلم مطابق للسوال فى هذا الحديث أم لا؟ اكتب مؤقفك بالتفصيل (١٥)

(٣)من سلم المسلمون منه هل يكون مسلما كاملا وان لم يأت بسائر الاركان؟ فما تقول فى هذا؟ (١٥)

السوال الثانى: باب نوم الجنب عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب رضى الله عنه سأل رسول الله صلى الله عليه وسلم أيرقد أحدنا وهو جنب قال نعم اذا توضأ أحدكم فليرقد وهو جنب

(الف)ترجم الحديث الى الأردية ثم بين المناسبة بين الحديث الشريف و ترجمة الباب؟ (٥+٨=١٣)

(ب)هل ينبغى للجنب ان ينام قبل ان يتوضأ أو لا؟ اكتب اختلاف الآئمة فى هذه المسئلة مع دلائلهم؟ (٢٠)

السوال الثالث: عن جابر بن عبدالله قال جاء رجل والنبى صلى الله عليه وسلم يخطب الناس يوم الجمعة فقال أصليت يا فلان فقال لاقال قم فاركع

(الف)انقل الحديث الى الأردية وبين حكم الجلوس بين الخطبتين عند

الأحناف؟ (۵+۸=۱۳)

(ب) اذا دخل الرجل یوم الجمعۃ والامام یخطب ھل یجوز لہ أن یصلی ام لا؟ بین مذاھب الآئمۃ مع دلائلھم؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

السوال الرابع: حدثنی نافع ان ابن عمر اخبرہ قال اطلع النبی صلی اللہ علیہ وسلم علی أھل القلیب فقال وجدتم ما وعدکم ربکم حقا فقیل لہ تدعو امواتا قال ما أنتم بأسمع منھم ولکن لایجیبون

(۱) ترجم الحدیث الی الأردیۃ واکتب اسماء أھل القلیب؟ (۵+۸=۱۳)

(۲) اکتب مقالۃ وجیزۃ علی جواز سماع الموتی مزینۃ بالدلائل؟ (۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2017ء

پہلا پرچہ: صحیح بخاری

سوال نمبر ۱: باب ای الاسلام افضل عن ابی بردہ عن ابی موسیٰ الأشعری قال قالوا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ای الاسلام افضل قال من سلم المسلمون من لسانہ ویدہ

(۱) ترجم الحدیث الی الأردیۃ؟
(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) ھل جواب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطابق للسوال فی ھذا الحدیث أم لا؟ اکتب موقفک بالتفصیل
(کیا اس حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سوال کے مطابق ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف تفصیل سے بیان کریں)

(۳) من سلم المسلمون منہ ھل یکون مسلما کاملا وان لم یات بسائر الارکان؟ فما تقول فی ھذا؟
(جس سے مسلمان محفوظ رہیں، کیا وہ کامل مسلمان ہوگا خواہ باقی ارکان کو بجانہ لائے؟ آپ اس بارے میں اپنا مؤقف تفصیل سے لکھیں؟

جواب: (۱) ترجمہ: کون سا اسلام بہتر ہے؟ حضرت ابو بردہ رضی اللہ عنہ، حضرت موسیٰ اشعری رضی

اللہ عنہ کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ صحابہ کرام نے عرض کیا: یا رسول اللہ! کون سا اسلام افضل ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب دیا: وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔

(۲) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب سوال کے مطابق ہونا: زیر بحث حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کرام کو دیا جانے والا جواب سوال کے مطابق ہے، کیونکہ دونوں (اسلام اور سلم) کا مادہ ایک ہے۔ چونکہ عموماً ایک انسان کو دوسرے سے زبان اور ہاتھ کے ذریعے گزند پہنچتی ہے، اس لیے ان دونوں اعضاء کا ذکر خصوصیت سے کیا گیا ہے ورنہ کسی بھی طریقہ یا کسی بھی عضو سے کسی کو تکلیف پہنچانا حرام، کمال اسلام کے منافی اور قابل گرفت عمل ہے۔

(۳) جس سے مسلمان محفوظ رہیں، کا مسلمان ہونا: دریافت طلب یہ بات ہے کہ جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں، کیا وہ مسلمان کامل ہوگا خواہ وہ دیگر امور و ارکان (نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج) بجا نہ لاتا ہو؟

اس کا جواب یہ ہے کہ مسلمان ہونے کی دو صورتیں ہیں: (۱) مسلمان اعتقادی: یہ وہ ہے جس کے عقائد و افکار مسلمانوں جیسے ہوں اور وہ کسی اسلامی عقیدہ کا منکر نہ ہو۔ (۲) مسلمان عملی: وہ ہے جس کے عقائد و نظریات اسلامی ہونے کے ساتھ ساتھ اسلامی اعمال یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج پر بھی عمل پیرا ہو۔

صورت مسئولہ میں مسلمان کی پہلی قسم مراد ہے یعنی جس سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں وہ اعتقادی اعتبار سے مسلمان کامل ہوگا لیکن اعمال و عبادات بجا نہ لانے کا گناہ اس کے ذمہ باقی رہے گا جس کی تلافی کے لیے اسے عملی اقدام کرنا ہوگا۔

سوال نمبر 2: باب نوم الجنب عن ابن عمر ان عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سأل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم أیرقد أحدنا وھو جنب قال نعم اذا توضأ أحدکم فلیرقد وھو جنب

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة ثم بین المناسبة بین الحدیث الشریف و ترجمة الباب؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں پھر حدیث شریف اور ترجمۃ الباب کے درمیان مطابقت بیان کریں؟)

(ب) ھل ینبغی للجنب ان ینام قبل ان یتوضأ أو لا؟ اکتب اختلاف الآئمة فی ھذہ المسئلة مع دلائلھم؟

(کیا جنبی شخص وضو کیے بغیر سو سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حالت جنابت میں سونے کا بیان، حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: یا رسول اللہ! کیا ہم میں سے کوئی شخص حالت جنابت میں سو سکتا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، جب تم میں سے کوئی شخص وضو کرلے تو وہ حالت جنابت میں سو سکتا ہے۔

حدیث اور ترجمۃ الباب میں مطابقت: ترجمۃ الباب اور حدیث میں مطابقت بالکل عیاں ہے، وہ اس طرح کہ جنبی کے وضو کرنے سے وہ جنابت سے نہیں نکل سکتا، کیونکہ وضو غسل کا قائمقام نہیں ہے۔ جب وضو کرنے سے جنبی جنابت سے نہیں نکل سکتا تو وضو کرنے کے بعد بھی وہ جنبی رہے گا۔ اس طرح حدیث سے حالت جنابت میں سونے کا جواز ثابت ہوا جبکہ ترجمۃ الباب میں بھی یہی مسئلہ بیان ہوا ہے۔ تاہم جنبی کا سونے سے قبل وضو کرنا مستحب ہے۔ یاد رہے کہ یہاں وضو سے مراد وضوء صغیر ہے یعنی ہاتھ منہ دھونا اور کلی کرنا۔

(ب) وضو کے بغیر جنبی کے سونے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: کیا جنبی وضو کیے بغیر سو سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جنبی شخص وضو کیے بغیر سو سکتا ہے لیکن وضو کرنا مسنون ہے، آپ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ اس کے جواز کی وجہ یہ ہے کہ وضو، غسل کے قائمقام نہیں ہے۔ لہٰذا وضو کے بعد بھی انسان حالت جنابت میں ہوتا ہے۔

۲۔ آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ کوئی جنبی شخص وضو کیے بغیر حالت جنابت میں نہیں سو سکتا، انہوں نے بھی زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ جنبی شخص جب وضو کر لیتا ہے تو وہ جنابت سے خارج ہو جاتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ وضو، غسل کا قائمقام نہیں ہوتا۔ لہٰذا وضو کرنے سے انسان حالت جنابت سے خارج نہیں ہوتا۔

سوال نمبر 3: عن جابر بن عبداللہ قال جاء رجل والنبی صلی اللہ علیہ وسلم یخطب الناس یوم الجمعة فقال اصلیت یا فلان فقال لا قال قم فارکع

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة وبین حکم الجلوس بین الخطبتین عند الأحناف؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا حکم عندالاحناف کیا ہے؟)

(ب) اذا دخل الرجل یوم الجمعة والامام یخطب هل یجوز له أن یصلی ام لا؟

بين مذاهب الآئمة مع دلائلهم؟

(جمعہ کے دن جب کوئی شخص اس وقت (مسجد میں) آئے امام خطبہ دے رہا ہو، تو کیا وہ نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں؟ مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ انہوں نے کہا: جمعہ کے دن ایک شخص اس وقت آیا جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، پس آپ نے (اس سے) فرمایا: اے فلاں! کیا تم نے نماز (سنتیں) پڑھ لی ہے؟ اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! نہیں، آپ نے فرمایا: تم کھڑے ہو کر نماز پڑھو۔

دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کا شرعی حکم: اس بات میں کوئی شک نہیں کہ نماز جمعہ کے لیے خطبہ شرط و فرض ہے جبکہ دو خطبے مسنون ہیں اور خطیب دونوں خطبوں کے مابین بیٹھے گا۔ سوال یہ ہے کہ عند الاحناف خطیب کے دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھنے کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بیٹھنا مسنون ہے، اگر کوئی خطیب دونوں خطبوں کے درمیان بیٹھے بغیر دونوں خطبوں کو ملا کر ایک خطبہ بنا دیتا ہے اور نماز پڑھا دیتا ہے تو یہ نماز جمعہ درست ہوگی۔

(ب) خطبہ کے دوران نماز پڑھنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: جمعۃ المبارک کے دن امام کے خطبہ کے دوران سنتیں وغیرہ ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک امام کے خطبہ کے دوران نماز (سنتیں وغیرہ) نہیں پڑھی جا سکتی۔ آپ نے ان روایات سے استدلال کیا ہے جن میں دوران خطبہ سکوت اختیار کرنے اور حرکت سے بھی منع کیا گیا ہے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ جمعہ کے دن خطیب کے خطبہ کے دوران آنے والا شخص سنتیں وغیرہ ادا کر سکتا ہے، انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں جواز کی صراحت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ یہ روایت دوسری احادیث مبارکہ سے منسوخ ہے۔

سوال نمبر 4: حدثني نافع ان ابن عمر اخبره قال اطلع النبي صلى الله عليه وسلم على أهل القليب فقال وجدتم ما وعدكم ربكم حقا فقيل له تدعو امواتا قال ما أنتم بأسمع منهم ولكن لايجيبون

(۱) ترجم الحديث الى الأردية واكتب اسماء أهل القليب؟
(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور اہل قلیب کے نام لکھیں؟)

(۲) اكتب مقالة وجيزة على جواز سماع الموتى مزينة بالدلائل؟
(سماع موتی پر ایک مدلل مضمون سپرد قلم کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: مجھے حضرت نافع رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ بیشک حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں بتایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اہل قلیب (کنویں میں پھینکے گئے رؤساء کفار) پر جھانکے اور فرمایا: جس چیز (ذلت وخواری) کا اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا کیا تم نے اسے حق پایا ہے؟ آپ کی خدمت میں صحابہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! آپ مردوں سے مخاطب ہیں؟ آپ نے جواب میں فرمایا: تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن (فرق یہ ہے کہ) وہ جواب نہیں دے سکتے۔

اسماء اہل قلیب: اس حدیث میں اہل قلیب سے مراد کفار مکہ کے وہ لوگ ہیں جو مسلمانوں کے ہاتھوں غزوہ بدر کے موقع پر مارے گئے تھے اور انہیں ایک کنویں میں پھینکا گیا تھا۔ خواہ ان کی تعداد ستر ہے لیکن ان میں سے گیارہ مشہور قبائل کے رؤساء کے اسماء درج ذیل ہیں:

(۱) ابوجہل۔ (۲) عتبہ بن ربیعہ۔ (۳) شیبہ بن ربیعہ۔ (۴) ولید بن عتبہ۔ (۵) ابوالبختری۔ (۶) امیہ بن خلف۔ (۷) علی بن امیہ۔ (۸) عاص بن ہشام بن مغیرہ۔ (۹) ابوحکیمہ بن اسود بن عبدالمطلب۔ (۱۰) عقیل بن اسود۔ (۱۱) حارث بن اسود۔

(ب) سماع موتی پر مضمون: یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ انسان مرتے ہی ختم نہیں ہوتا بلکہ اس کی حس وسماعت میں اضافہ ہو جاتا ہے، وہ آنے والے کو جانتا ہے اور سلام کرنے والے کا جواب دیتا ہے مگر زندہ لوگ اس کی آواز کو نہیں سن سکتے۔ اس سلسلہ میں چند ایک دلائل درج ذیل ہیں:

☆ زیر بحث حدیث میں ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اہل قلیب پر جھانکے اور ان سے یوں مخاطب ہوئے: اللہ تعالیٰ نے جو تم سے ذلت وخواری کا وعدہ کیا تھا، کیا اس نے وہ پورا کر دیا ہے؟ اس پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! یہ تو مردہ لوگ ہیں جبکہ آپ ان سے گفتگو فرما رہے ہیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ ان سے زیادہ نہیں سنتے لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے۔

☆ روایات سے ثابت ہے کہ زیارت قبور کا مسنون طریقہ یہ ہے کہ قبرستان پر جانے پر انہیں یوں سلام کیا جائے: السلام عليكم يا اهل القبور، انتم سلفنا ونحن بالخلف ۔ یہ سلام سن کر اہل قبور جواب دیتے ہیں، آنے والے کے نام کا بھی انہیں علم ہو جاتا ہے۔

☆ حدیث سے ثابت ہے کہ جب مسلمان اپنے متوفی کی تدفین کے بعد واپس پلٹتے ہیں، تو میت ان کے قدموں کی آواز سنتی ہے۔

☆ روایات میں مذکور ہے کہ تدفین کے بعد میت کے پاس فرشتے آتے ہیں، وہ اسے اٹھا کر بٹھاتے ہیں، اس سے تین مشہور سوالات کرتے ہیں، متوفی مسلمان ہو تو وہ آسانی سے جواب دے دیتا ہے اور اگر کافر ہو تو وہ جواب نہیں دے پاتا۔

☆ شب معراج میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام انبیاء علیہم السلام اپنی قبور سے اٹھ کر مسجد اقصیٰ میں پہنچے، خطبات ارشاد فرمائے، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اقتداء میں نماز ادا کی۔

☆ شب معراج میں براق پر سوار ہو کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سفر پر روانہ ہوئے، سواری کا گزر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبر مبارک کے پاس سے ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ملاحظہ کیا کہ وہ اپنی قبر میں کھڑے ہو کر نماز ادا کر رہے ہیں۔ علاوہ ازیں مختلف آسمانوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انبیاء علیہم السلام سے ملاقات کی اور گفتگو بھی کی۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) پاکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/ 2017ء

(الورقة الثانية: لصحيح مسلم)

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

السوال الاول اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن ثلثة

السوال الاول: اكتب ترجمة الامام مسلم رحمه الله تعالى وبين نسبه و ولادته وتعلمه الحديث الشريف وجهوده فی نشر الاحاديث ومصنفاته ووفاته فی اللغة العربية؟ (۵)

السوال الثانی: عن ابن عمر ان رسول الله صلى الله عليه وسلم عامل أهل خيبر بشطر ما يخرج منها من ثمر أو زرع

(۱) ترجم الحديث الى الاردية وبين الفرق بين المزارعة والمخابرة؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) اكتب اختلاف الفقهاء الكرام فی جواز المساقاة والمزارعة وعدم جوازها مع الدلائل؟ (۵)

السوال الثالث: عن ابن عمر عن النبی صلى الله عليه وسلم انه قال لا ياكل احد من لحم اضحيته فوق ثلثة أيام

(۱) ترجم الحديث الشريف الى الاردية مع ذكر سن الاضحية؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) هل يجوز امساك لحوم الاضاحی فوق ثلاثة أيام أم لا؟ بين موقفك مع الدلائل تفصيلاً (۵)

السوال الرابع: عن سليمان بن بريدة عن ابيه ان النبی صلى الله عليه وسلم قال من لعب بالنرد شير فكانما صبغ يده فی لحم خنزير و دمه

(۱) ترجم الحديث الشريف الى الاردية ثم بين معنى الألفاظ المخطوطة مع ضبط الاعراب عليها؟ (۴+۳+۳=۱۰)

(۲) ما حكم اللعب بالنرد شير والشطرنج؟ ان كان اختلاف الفقهاء فيهما

فاكتب مع الدلائل؟ (۷+۸=۱۵)

السوال الخامس: عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لله أشد فرحا بتوبة أحدكم من احدكم بضالته اذا وجدها

(۱)انقل الحديث الى الاردية واذكر معنى التوبة مع اركانها؟ (۴+۳+۳=۱۰)

(۲)هل يجب قبول التوبة على الله تعالىٰ أم لا؟ اكتب ملهب اهل السنة والمعتزلة مع الدلائل فى هذه المسئلة (۱۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2017ء

دوسرا پرچہ: صحیح مسلم

سوال نمبر 1: اكتب ترجمة الامام مسلم رحمه الله تعالىٰ وبين نسبه و ولادته وتعلمه الحديث الشريف وجهوده فى نشر الاحاديث ومصنفاته ووفاته فى اللغة العربية؟

(حضرت امام مسلم رحمہ اللہ تعالیٰ کے حالات، آپ کا نسب نامہ، آپ کی ولادت، آپ کا حصول حدیث شریف، اشاعت احادیث میں آپ کی خدمات، آپ کی تصانیف اور آپ کی وفات کے بارے میں عربی زبان میں مضمون لکھیں؟)

جواب: ترجمة الامام مسلم بن حجاج رحمه الله تعالىٰ: ولادته و نسبه:

وهو ولد بنيشابور وهى من قرية خراسان فى سنة ۲۰۴ هجرى. ونسبه: ابو الحسين الامام مسلم بن الحجاج بن مسلم بن ورد بن كرشاط القشيرى رحمهم الله تعالىٰ

طلب الحديث الشريف: ذهب لتعلم الحديث الى مدن كثير والبعض منها فى الاتية:

العراق والحجاز والشام ومصر والرئ وغيرها

مشائخه: تعلم الحديث الشريف عن شيوخ عصره وبعض اسماء منهم فى الاتية:

يحيىٰ بن يحيىٰ و محمد بن يحيىٰ ذهلى و احمد بن حنبل و اسحاق بن راهوية وعبدالله بن مسلمه الكعبى واحمد بن يونس و اسماعيل بن ابى اويس و سعيد بن

منصور و عون بن سلام و داؤد بن عمرو شیبان بن فروخ و محمد بن اسماعیل البخاری رحمہم اللہ تعالیٰ .

تلامذہ: اخذ منہ کثیر من الناس الحدیث الشریف وبعض اسماء منھم فی الأتیۃ:

ابو الفضل احمد بن مسلمہ و ابراھیم بن ابی طالب و ابوعمرو الخناف و حسین بن محمد و ابوعمرو المستملی وصالح بن محمد و محمد بن عبدالوھاب وعلی بن حسین بن جنید و ابن خزیمۃ وابن صاعد و محمد بن عبد بن حمید و ابوحامد ابن الشرقی وغیرھم رحمھم اللہ تعالیٰ

جھودہ فی نشر الحدیث و مصنفاتہ: وجھد فی جمیع حیاتہ نشر الحدیث وھو فی صورت التدریس والتصنیف ومصنفاتہ کثیر و بعض اسماء منھم فی الاتیۃ:

(أ) الصحیح للمسلم . (۲) المسند الکبیر . (۳) کتاب الاسماء والکنیٰ . (۴) کتاب الجامع علی الباب . (۵) کتاب العلل . (۶) کتاب الوحدان . (۷) کتاب الافراد . (۸) کتاب سوالات احمد بن حنبل . (۹) کتاب حدیث عمرو بن شعیب . (۱۰) کتاب الانتفاع . (۱۱) کتاب مشائخ مالک . (۱۲) کتاب مشائخ ثوری . (۱۳) کتاب مشائخ شعبۃ .

وفاتہ: ھو توفی عشیۃ الاحد لست بقین من رجب سنۃ احدی وستین و مائتین (۲۶۱ ھجری)

السوال الثانی: عن ابن عمر ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عامل أھل خیبر بشطر ما یخرج منھا من ثمر أو زرع

(۱) ترجم الحدیث الی الاردیۃ وبین الفرق بین المزارعۃ والمخابرۃ.

(حدیث کا ترجمہ کریں اور مزارعت ومخابرت میں فرق واضح کریں؟)

(۲) اکتب اختلاف الفقھاء الکرام فی جواز المساقاۃ والمزارعۃ وعدم جوازھا مع الدلائل؟

(مساقات اور مزارعت کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل خیبر سے پیداوار کے بارے میں حصہ وصول کرنے کا معاملہ طے کیا خواہ وہ (پیداوار) پھل ہوں یا کھیتی ہو۔

مزارعت اور مخابرت میں فرق: دونوں کی تعریفیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں:

i-مزارعت: کسی کو اپنی زمین اس طور پر کاشت کے لیے دینا کہ جو کچھ پیداوار ہوگی دونوں میں نصف نصف یا ایک تہائی یا دو تہائی تقسیم ہو جائے گی، اس کو مزارعت کہتے ہیں۔

ii-مخابرت: زمین کو بٹائی پر دینا بایں طور کہ ایک شخص کی زمین ہو اور دوسرا کھیتی باڑی کرے گا جبکہ پیداوار پہلے سے طے شدہ حصہ کے مطابق تقسیم کر لی جائے گی۔

فرق: دونوں کی تعریف سے فرق عیاں ہے۔

(ب) مساقات اور مزارعت کے جواز و عدم جواز میں مذاہب آئمہ: مزارعت کی تعریف اوپر گزر چکی ہے اور مساقات کی درج ذیل ہے:

مساقات: پھلوں کی پیداوار سے معین حصہ کے عوض درختوں کی دیکھ بھال کرانا، مساقات کہلاتا ہے۔

مزارعت کے جواز و عدم جواز میں فقہاء کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-آئمہ ثلاثہ یعنی امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مزارعت ناجائز ہے، انہوں نے درج ذیل احادیث سے استدلال کیا ہے:

(i) حضرت عبداللہ بن سائب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ میں نے حضرت عبداللہ بن معقل رضی اللہ عنہ سے مزارعت کے شرعی حکم کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے جواب دیا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں اس سے منع کیا تھا۔

(ii) حضرت رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہم لوگ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کاشتکاری کیا کرتے تھے، زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے پر دیتے تھے، ایک دفعہ میرے چچا آئے اور انہوں نے کہا: نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں نفع آور چیز سے منع کر دیا ہے، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت میں ہی نفع ہو سکتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو تہائی یا چوتھائی پیداوار کے عوض کرائے پر دینے سے منع کر دیا ہے، زمین کے مالک کو حکم دیا ہے کہ وہ زمین میں خود زراعت کرے یا کسی کو زراعت کے لیے فراہم کرے، زمین کو کرائے پر دینے یا اس کے علاوہ کسی صورت کو آپ نے ناپسند کیا۔

۲-حضرت امام ابو یوسف، حضرت امام محمد اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مزارعت مطلقاً جائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں جواز کی صراحت ہے۔

احناف کے ہاں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ نہیں ہے

یوسف اور حضرت امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے قول پر فتویٰ ہے۔

آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً زراعت سے منع نہیں کیا تھا بلکہ ایک خاص صورت سے منع کیا تھا جس میں مزارعت کا عمل کرنے والے اور مالک کا نقصان ہوتا تھا۔ وہ صورت یہ ہے کہ مالکِ زمین یہ بات کہتا تھا کہ زمین کے اس حصہ کی پیداوار میری ہوگی، اس حصہ کی پیداوار تیری ہوگی، پھر بعض اوقات اس حصہ میں پیداوار خوب ہوتی اور اس حصہ میں بالکل پیداوار نہ ہوتی، بعض اوقات معاملہ اس کے برعکس بھی ہوتا تھا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صورت سے منع کر دیا تھا۔

سوال نمبر3: عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال لایاکل احد من لحم اضحیتہ فوق ثلثۃ ایام

(۱) ترجم الحدیث الشریف الی الاردیۃ مع ذکر سن الاضحیۃ؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں؟ علاوہ ازیں قربانی کے جانوروں کی عمریں بیان کریں؟)

(۲) ھل یجوز امساک لحوم الاضاحی فوق ثلاثۃ ایام أم لا؟ بین مؤقفک مع الدلائل تفصیلاً

(کیا قربانیوں کا گوشت تین دن سے زائد رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اپنا موقف تفصیل سے بمع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کرتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص قربانی کا گوشت تین دن سے زائد نہ کھائے۔

قربانی کے جانوروں کی عمریں: صرف تین قسم کے جانور قربانی کیے جاسکتے ہیں:

i- بکرا: اس میں بکری، چھترا، چھتری، دنبہ اور دنبی سب شامل ہیں۔

ii- گائے: اس میں بچھڑا، بھینس اور بھینسا سب داخل ہیں۔

iii- اونٹ: اس میں اونٹنی بھی شامل ہے۔

پہلی قسم کے جانور کی عمر ایک سال، دوسری قسم کے جانور کی عمر دو سال اور تیسری قسم کے جانور کی عمر کم از کم پانچ سال ہونی چاہیے۔

(ب) قربانی کا گوشت تین دن سے زائد رکھنے کا شرعی حکم: مسئلہ یہ دریافت کیا گیا ہے کہ قربانی کے جانور کا گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنا اور اسے اپنے استعمال میں لانا جائز ہے یا نہیں؟ اس ا رمہ احناف کا موقف ہے کہ ایسا کرنا جائز ہے۔ اس سلسلہ میں ان روایات سے استدلال کیا گیا

ہے، جن میں صراحت ہے کہ صحابہ کرام تین دن سے زائد قربانی کا گوشت استعمال میں لاتے تھے اور یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے ہوتا تھا۔

زیر بحث حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ روایت جواز والی روایات سے منسوخ ہے، کیونکہ ابتداءً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے تین دن سے زائد قربانی کا گوشت ذخیرہ کرنے اور اسے اپنے استعمال میں لانے سے منع کیا تھا، اس ممانعت کی وجہ مہاجرین اور غرباء کو گوشت فراہم کرنا مقصود تھا، غربت کی وجہ سے قربانی کرنے والے لوگ کم تھے جبکہ قربانی کرنے والوں اور گوشت کھانے والوں کی تعداد زیادہ تھی۔ بعد میں مہاجرین اور غرباء کی مالی حیثیت بہتر ہو جانے کے نتیجہ میں قربانی کرنے والوں کی اکثریت ہو گئی، قربانی نہ کرنے والوں کی تعداد بالکل قلیل رہ گئی، تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت تین دن سے زائد ذخیرہ کرنے اور اپنے استعمال میں لانے کی بھی اجازت دے دی۔

سوال نمبر 4: عن سليمان بن بريدة عن ابيه ان النبى صلى الله عليه وسلم قال من لعب <u>بالنرد شير</u> فكأنما صبغ يده فى لحم خنزير و دمه

(۱) ترجم الحديث الشريف الى الاردية ثم بين معنى الألفاظ المخطوطة مع ضبط الاعراب عليها؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں پھر خط کشیدہ الفاظ کے معانی بمع ضبط اعراب کے بیان کریں؟)

(۲) ما حكم اللعب بالنرد شير والشطرنج؟ ان كان اختلاف الفقهاء فيهما فاكتب مع الدلائل

(نردشیر (چوسر) اور شطرنج کھیل کا حکم کیا ہے؟ اگر اس میں فقہاء کا اختلاف ہو تو اسے بیان کریں؟)

جواب: (الف) <u>ترجمہ حدیث:</u> حضرت سلیمان بن بریدہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے بیان کرتے ہیں کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص نے چوسر کھیلا گویا اس نے اپنا ہاتھ خنزیر کے گوشت اور اس کے خون میں رنگا۔

<u>خط کشیدہ الفاظ کے اعراب:</u> بِالنَّرْدِ شِيْر

<u>بالنردشیر کا معنیٰ:</u> (۱) چوسر کی گوٹ۔ (۲) شطرنج کا مہرہ

(ب) <u>چوسر اور شطرنج کھیل کا شرعی حکم:</u> ان دونوں کھیلوں میں ورزش نہیں ہے اور نہ کوئی اس کے علاوہ فائدہ ہے، اس لیے یہ دونوں کھیل ممنوع ہیں۔ ممانعت کی کئی وجوہات ہیں: (۱) وقت کا ضیاع۔ (۲) عموماً ان میں شرط لگائی جاتی ہے۔ (۳) ان میں جوا لگایا جاتا ہے۔ (۴) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناپسند کیا ہے۔

<u>مذاہب آئمہ:</u> ان دونوں کھیلوں میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا

موقوف ہے کہ اگر یہ دونوں کھیل شرط اور جوا سے خالی ہوں تو حرام نہیں ہوں گے مگر وقت کے ضیاع کی وجہ سے مکروہ ہوں گے۔ دیگر آئمہ فقہ کے نزدیک مطلقاً حرام ہیں، کیونکہ کم از کم وقت کا ضیاع تو ضرور اور فضول خرچی کرنے والے کو قرآن نے شیطان کا بھائی قرار دیا ہے۔ ہاں شرط یا جوا شامل ہو تو یہ کمال درجہ کے حرام ہوں گے۔

سوال نمبر 5: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لله اشد فرحا بتوبة احدكم من احدكم بضالته اذا وجدها

(۱) انقل الحديث الى الاردية واذكر معنى التوبة مع اركانها؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں، توبہ کا معنیٰ اور اس کے ارکان بیان کریں؟)

(۲) هل يجب قبول التوبة على الله تعالى ام لا؟ اكتب مذهب اهل السنة والمعتزلة مع الدلائل فى هذه المسئلة

(کیا توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں اہل سنت اور معتزلہ کا مذہب لکھیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قسم بخدا! تم میں سے کسی کے توبہ کرنے سے اللہ تعالیٰ اس شخص سے زیادہ خوش ہوتا ہے، جسے گم شدہ سواری دستیاب ہونے پر خوشی ہوتی ہے۔

توبہ کا معنیٰ وارکان: لفظ توبہ کا معنیٰ ہے: رجوع کرنا، اعادہ کرنا، پھرنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: اپنی غلطی کا اعتراف کرتے ہوئے معافی مانگنا اور آئندہ اس غلطی کا اعادہ نہ کرنے کا پختہ وعدہ کرنا۔

توبہ کے ارکان چار ہیں:

(۱) گناہ پر نادم ہونا۔ (۲) گناہ کو پہلی فرصت میں ترک کرنا۔ (۳) آئندہ گناہ نہ کرنے کا عزم صمیم کرنا۔ (۴) حسب طاقت صادر ہونے والے گناہ کا تدارک کرنا۔

(ب) توبہ قبول کرنے کے وجوب یا عدم وجوب میں مذاہب: اہل سنت کا مذہب ہے کہ توبہ قبول کرنا اللہ تعالیٰ پر واجب نہیں ہے، کیونکہ وجوب اللہ تعالیٰ کے عجز کو ظاہر کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ عجز سے پاک ہے۔ تاہم توبہ قبول کرنا، اللہ تعالیٰ کا فضل وکرم ہے۔ معتزلہ کہتے ہیں کہ توبہ کرنے والے کی توبہ قبول کرنا، اللہ تعالیٰ پر واجب ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کا وعدہ کیا ہے اور وعدہ کا ایفا ضروری ہوتا ہے۔

الاختبار السنوی النهائی تحت اشراف تنظیم المدارس (اهل السنة) باکستان

شهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ١٤٣٨ھ/ 2017ء

﴿الورقة الثالثة: لجامع الترمذی﴾

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　مجموع الأرقام: ١٠٠

السوال الاوی اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن النين فقط

السوال الاوّل: عن ابی أيوب الأنصاری قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا اتيتم الغائط فلاتستقبلوا القبلة بغائط ولا بول ولا تستدبروها ولكن شرقوا أو غربوا

(الف) ترجم الحديث الى الاردية بعد وضع الاعراب على متن الحديث؟ (٥+٥=١٠)

(ب) من هو ابوايوب الأنصاری؟ بين بعض خصائصه مع ذكر اسمه؟ (١٠)

(ج) اذكر مذاهب الآئمة فی استدبار القبلة عند الخلاء مع دلائلهم؟ (١٤)

السوال الثانی: عن زياد بن الحارث الصدائی قال أمرنی رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أؤذن فی صلوة الفجر فاذنت فاراد بلال أن يقيم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان اخا صداء قد اذن ومن اذن فهو يقيم

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى اللغة الاردية؟ (٧+٦=١٣)

(ب) هل يجوز لغير المؤذن أن يقيم أم لا؟

بين مذهب الامام الشافعی ومذهب الامام ابی حنيفة رحمهما الله مع دلائلهم؟ (١٠+١٠=٢٠)

السوال الثالث: عن الشعبی قال صلى بنا المغيرة بن شعبة فنهض فی الركعتين فسبح به القوم وسبح بهم فلما قضى صلوته سلم ثم سجد سجدتی السهو وهو جالس ثم حدثهم ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فعل بهم مثل الذی فعل

(الف) ترجم الحديث الى الاردية وبين معنى التسبيح و التصفيح؟ (٧+٦=١٣)

(ب) موضع سجود السهو قبل السلام أو بعده؟ بين اقوال الفقهاء الكرام في هذه المسئلة مع الدلائل؟ (۱۰+۱۰=۲۰)

السوال الرابع: عن عمران بن حصين عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا جلب ولا جنب ولا شغار في الاسلام ومن انتهب نهبة فليس منا

(الف) ترجم الحديث الى الاردية واشرح العبارة المخطوطة شرعا؟ (۷+۶=۱۳)

(ب) اكتب تعريف نكاح الشغار وهل هو جائز ام لا؟ بين فيه اقوال الائمة رحمهم الله تعالى (۵+۱۵=۲۰)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2017ء

﴿تیسرا پرچہ: جامع ترمذی﴾

السوال الاول: عَنْ اَبِیْ اَیُّوْبَ الْاَنْصَارِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِذَا اَتَیْتُمُ الْغَائِطَ فَلَا تَسْتَقْبِلُوا الْقِبْلَۃَ بِغَائِطٍ وَّلَا بَوْلٍ وَّلَا تَسْتَدْبِرُوْھَا وَلٰکِنْ شَرِّقُوْا اَوْ غَرِّبُوْا

(الف) ترجم الحديث الى الاردية بعد وضع الاعراب على متن الحديث؟
(متن حدیث پر اعراب لگانے کے بعد اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) من هو ابوايوب الأنصاری؟ بين بعض خصائصه مع ذكر اسمه؟
(حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کون ہیں؟ ان کے نام سمیت بعض خصوصیات سپرد قلم کریں؟)

(ج) اذكر مذاهب الأئمة في استدبار القبلة عند الخلاء مع دلائلهم؟
(بیت الخلاء میں استدبار قبلہ کی صورت میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب بر متن حدیث: اعراب اوپر متن حدیث پر لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمۃ الحدیث: حضرت ابوایوب الانصاری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے کہا: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم بڑا پیشاب کرنے کے لیے طہارت خانہ میں جاؤ، تو تم چھوٹا یا بڑا پیشاب کرتے وقت قبلہ کی طرف منہ نہ کرو اور نہ اس کی طرف پشت کرو لیکن تم مشرق کی طرف یا مغرب کی

طرف منہ کرو۔

(ب) حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے خصائص: آپ کی کنیت ابوایوب، نام خالد، قبیلہ بنونجار سے متعلق تھے۔ پورا نام یوں ہے: ابوایوب خالد بن زید بن کلیب انصاری بنونجاری رضی اللہ عنہ۔ آپ کے خصائص حسب ذیل ہیں:

میزبان نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: جب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ پہنچے تو اس کے باشندوں نے ادب واحترام اور عقیدت ومحبت سے بھرے ہوئے دل ونگاہ کو فراش راہ کر دیا۔ انہوں نے اپنے گھروں کے پٹ وا کر دیئے کہ آپ ان کے اندر پوری عزت وتوقیر کے ساتھ جلوہ فرما ہوں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چند روز مدین کی مضافاتی بستی قباء میں گزارے اس دوران آپ نے وہاں ایک مسجد تعمیر کی۔ وہ پہلی مسجد تھی جس کی بنیاد تقوئی پر رکھی گئی تھی پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم وہاں سے اپنی اونٹنی پر سوار ہو کر نکلے اور مدینہ کے تمام بڑے بڑے سردار اس کے راستے میں کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ہر ایک کے دل میں یہ حسین آرزو کروٹیں لے رہی تھی کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے گھر میں قیام کرنے پر آمادہ کرنے کا شرف حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ تمام سرداران یثرب باری باری اونٹنی کے آگے کھڑے ہو جاتے اور اس کا راستہ روک کر عرض کرتے: ''اے اللہ کے رسول! آپ ہمارے یہاں قیام فرمائیں۔ ہم اپنی قوت، ساز وسامان اور کثیر افراد کے ذریعے آپ کی پوری پوری حفاظت کریں گے'' لیکن آپ ہر ایک کو جواب دیتے کہ اسے چھوڑ دو۔ یہ اللہ عزوجل کی طرف سے مامور ہے۔

قدرت کا کرشمہ: اونٹنی اپنی متعین منزل کی طرف بڑھتی رہی اور پرشوق نگاہیں آرزومند قلوب کے جلو میں اس کا تعاقب کرتی رہیں۔ جب وہ کسی مکان کے سامنے پہنچ کر اس سے آگے نکل جاتی تو اس کے مکینوں پر حزن وملال طاری ہو جاتا۔ ان کے اوپر مایوسی اور ناامیدی مسلط ہو جاتی' ان کے بعد والوں کے دلوں میں امید کی شمع جگمگا اٹھتی تھی۔ اونٹنی اسی طرح ایک ایک کر کے مختلف گھروں کے سامنے سے گزرتی رہی اور لوگ اپنی محروم پر غم واندوہ کی تصویر بنے اس خوش بخت کو جاننے کے شوق میں۔ جس کے حصے میں یہ نعمت سرمدی آنے والی تھی، اس کے پیچھے پیچھے چلتے رہے۔ حتیٰ کہ اونٹنی حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے مکان کے سامنے خالی پڑے ہوئے میدان میں پہنچ کر بیٹھ گئی۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی پشت سے اتر کر نیچے تشریف نہیں لائے۔ تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد وہ ایک جھٹکے کے ساتھ اٹھی اور آگے چل پڑی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی نکیل ڈھیلی چھوڑ دی۔ چند قدم چل کر اونٹنی مڑی اور واپس آ کر اسی جگہ دوبارہ بیٹھ گئی جہاں پہلی بار بیٹھی تھی۔ یہ دیکھ کر حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا دل فرحت وانبساط سے لبریز ہو گیا۔ اور وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا استقبال کرنے کے لیے تیزی سے لپکے۔ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا سامان اٹھا لیا اور اسے خوشی خوشی اپنے گھر اس طرح لائے جیسے دنیا کا

سارا خزانہ ان کے ہاتھ آ گیا ہو۔

آداب نبوت بجالانا: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کا مکان دو منزلہ تھا۔ انہوں نے بالائی منزل کو اہل خانہ کے ساز و سامان سے خالی کرا دیا تا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس میں قیام فرمائیں۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نچلی منزل کو بالائی منزل پر ترجیح دی اور اسے اپنے قیام کے لیے پسند فرمایا۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے آگے سر تسلیم خم کر دیا۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اسی جگہ ٹھہرایا جسے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے پسند فرمایا تھا۔ جب رات ہوئی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی خوابگاہ میں تشریف لے جا چکے تو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ اور ان کی اہلیہ بالائی منزل میں چلے گئے، لیکن جیسے ہی انہوں نے دروازہ بند کیا تو ان کے دل میں خیال آیا اور اپنی اہلیہ سے مخاطب ہوئے: "تمہارا بھلا ہو یہ ہم نے کیا کیا؟ کیا یہ بات مناسب ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نیچے اور ہم ان سے اوپر رہیں؟ کیا یہ بات ہم کو زیب دیتی ہے کہ ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر چلیں؟ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور وحی الٰہی کے درمیان حائل ہونا ہمارے لیے زیبا ہے؟ آہ! اس صورت میں تو ہم تباہ و برباد ہو جائیں گے۔"

اس وقت دونوں میاں بیوی سخت حیرانی اور پشیمانی سے دوچار تھے اور ان کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ کیا کریں۔ وہ رات بھر بے چین رہے۔ آخر کار ان کو اس وقت تھوڑا سا سکون میسر آیا جب وہ بالا خانہ کے اس گوشہ میں سمٹ گئے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اوپر واقع نہیں تھا، وہ دونوں وہیں گوشہ گیر ہو گئے۔ اگر چلتے تو بیچ میں چلنے کے بجائے کنارے کنارے چلتے تھے۔ صبح کو حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے بارگاہ رسالت میں عرض کیا: "آج رات میں نے اور ام ایوب نے آنکھوں میں کاٹی ہے۔" آپ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا: یا رسول اللہ! رات بھر ہم کو یہ احساس بے چین کیے رکھا کہ ہم جس مکان کی بالائی منزل میں ہیں، آپ اس کے نیچے تشریف فرما ہیں اور جب ہم چلتے اور حرکت کرتے ہیں تو دھول اور گرد و غبار آپ کے اوپر گر کر آپ کے لیے اذیت کا سبب بنتی ہے پھر اس پر مستزاد یہ کہ ہم آپ کے اور وحی کے درمیان حائل ہو رہے ہیں۔

"ابوایوب! اس کی فکر اور پرواہ مت کرو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو تسلی دیتے ہوئے فرمایا: "چونکہ بکثرت لوگ میرے پاس ملنے کے لیے آتے رہتے ہیں اس لیے نیچے ہی رہنا میرے لیے مناسب اور آرام دہ ہے۔"

حضرت ابوایوب کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سر تسلیم خم کر دیا اور بالائی منزل میں قیام پذیر رہا۔ یہاں تک کہ ایک سرد رات میں ہمارا پانی کا گھڑا ٹوٹ گیا اور اس کا پانی اوپر منزل کے فرش پر پھیل گیا۔ ہم دونوں میاں بیوی اس کے پھیلے ہوئے پانی کو جذب کرنے کی طرف متوجہ ہوئے

اس وقت ہمارے پاس ایک ہی کمبل تھا جس کو ہم لحاف کے طور پر استعمال کرتے تھے، اس خوف سے کہ کہیں یہ پانی نیچے ٹپک کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے باعث پریشانی نہ بن جائے، ہم نے اسی کمبل میں پانی کو جذب کر لیا۔ پھر صبح کے وقت میں نے بارگاہ رسالت میں حاضر ہو کر عرض کیا: میرے ماں باپ آپ پر فدا ہوں۔ مجھے اچھا نہیں لگتا کہ میں آپ سے اوپر رہوں اور آپ مجھ سے نیچے رہیں' پھر میں نے رات کو پیش آنے والے گھڑے کا واقعہ آپ کے گوش گزار کر دیا اور آپ سے بالائی منزل میں منتقل ہو جانے کی درخواست کی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے میری یہ درخواست منظور فرمائی اور اوپر کی منزل میں منتقل ہو گئے اور میں ام ایوب کے ساتھ نیچے آ گیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابوایوبؓ کے مکان میں تقریباً سات مہینے تک قیام پذیر رہے۔ یہاں تک کہ جب اس زمین میں مسجد کی تعمیر مکمل ہو گئی جس میں اونٹنی بیٹھی تھی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان حجروں میں منتقل ہو گئے جو مسجد کے اردگرد آپ کے اور آپ کی ازواج مطہرات کے لیے بنائے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پڑوس میں رہنے لگے' کتنے اچھے اور شریف پڑوسی تھے جو ان دونوں کو میسر آئے تھے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت طعام کرنا: حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے غیر معمولی محبت کرتے تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے ایسی محبت تھی جس نے باہمی تکلفات کے سارے پردے درمیان سے اٹھا دیئے تھے۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے گھر کو اپنا ہی گھر سمجھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک روز حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ گرمی کی ایک سخت دوپہر میں گھر سے نکل کر مسجد کی طرف آئے۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کو دیکھ کر پوچھا: اے ابوبکر! آپ اس وقت گھر سے کیوں نکلے ہیں؟ ''بھوک کی شدت اور بے چینی کی وجہ سے'' حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے جواب دیا۔ خدا کی قسم! میرے گھر سے نکلنے کا سبب بھی یہی ہے' حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے کہا: اتنے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اپنے حجرے مبارک سے تشریف لائے اور ان دونوں حضرات سے دریافت کیا: آپ دونوں اس وقت کس غرض سے اپنے اپنے گھروں سے باہر نکلے ہیں؟

''واللہ! ہم سب اس بھوک سے بے چین ہو کر نکلے ہیں جس کو ہم اپنے اندر شدت سے محسوس کر رہے ہیں' دونوں نے جواباً عرض کیا۔

اس ہستی کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، میں نے بھی اسی سے پریشان ہو کر گھر سے قدم نکالا ہے۔ آپ نے فرمایا: ''اٹھیے! میرے ساتھ چلیے۔'' تینوں حضرات حضرت ابوایوب رضی اللہ

عنہ کے یہاں پہنچے۔ حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ کا معمول تھا کہ وہ روزانہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کھانے کی کوئی چیز بچا کر رکھتے تھے اور جب آپ کسی وجہ سے تاخیر کرتے اور وقت مقررہ پر تشریف نہ لاتے تو وہ کھانا گھر والوں کو کھلا دیتے۔ جب یہ لوگ دروازے پر پہنچے تو حضرت ام ایوب گھر سے نکل کر ان کے پاس پہنچیں اور بولیں:

"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کی تشریف آوری ہماری عزت افزائی کا باعث ہے۔"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے دریافت فرمایا: "ابوایوب کہاں ہیں؟"

حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز مبارک سن لی۔ وہ قریب ہی اپنے کھجوروں کے باغ میں کام کر رہے تھے۔ وہ یہ کہتے ہوئے تیزی سے لپکے: "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے ساتھیوں کا آنا ہمارے لیے باعث افتخار ہے۔" پھر انہوں نے کہا: "اے اللہ کے رسول! یہ آپ کی تشریف آوری بے وقت کیسے ہوئی؟ آپ تو اس وقت کبھی تشریف نہیں لاتے تھے؟" حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "ابوایوب تم ٹھیک کہتے ہو۔

پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ باغ میں گئے اور اس میں سے کھجوروں کا ایک گچھا کاٹ لائے جس میں تمر، رُطب اور بُسر ہر قسم کی کھجوریں لگی ہوئی تھیں۔ پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے دیکھ کر فرمایا: اسے کاٹنے کی کیا ضرورت تھی کیوں نہ تم نے اس میں سے صرف پکی ہوئی کھجوریں ہی توڑ لیں؟ انہوں نے کہا: "میں نے مناسب سمجھا کہ آپ اس میں سے تمر، رُطب اور بُسر ہر قسم کی کھجور اپنی پسند کے مطابق تناول فرمائیں۔ اس کے علاوہ میں آپ کے لیے ایک بکری بھی ذبح کروں گا۔" تو آپ نے فرمایا: اگر ذبح کرنا تو دودھاری بکری مت ذبح کرنا۔

پھر حضرت ابوایوب رضی اللہ عنہ نے بکری کا ایک سالہ بچہ لیا اور اسے ذبح کر دیا پھر انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا: ایوب کی ماں! آٹا گوندھ کر ہمارے لیے روٹیاں پکالو۔ تم بہت عمدہ روٹیاں پکانا جانتی ہو۔

اس کے بعد انہوں نے آدھا گوشت پکایا اور آدھے کو بھون لیا۔ جب کھانا پک کر تیار ہو گیا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے دونوں ساتھیوں کے سامنے رکھ دیا گیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے گوشت میں سے ایک ٹکڑا لیا اور اس کو روٹی میں رکھ کر فرمایا: ابوایوب! یہ ٹکڑا جلدی سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کو دے آؤ۔ اس کو کئی دنوں سے ایسا کھانا نہیں ملا ہے۔

وصال: حضرت ابوایوب انصاریؓ کا آخری وقت آیا تو دریافت کیا گیا کہ آپ کی آخری کوئی خواہش ہو، اسے پورا کیا جا سکتا ہے؟ آپ نے جواب میں فرمایا: غازیانِ اسلام کو میرا سلام پہنچایا جائے، ان سے کہا جائے کہ ابوایوب کی وصیت ہے کہ دشمن کی سرحد میں اندر گھس جاؤ، مجھے اٹھا کر اپنے ساتھ لے جاؤ اور میرا جسدِ خاکی قسطنطنیہ کی فصیلوں کے نیچے دفن کر دو۔ یہ وصیت کرتے ہوئے آخری ہچکی لی اور واصل

بحق ہو گئے۔ آپ کی آخری وصیت کا احترام کیا گیا اور اسے پورا کیا گیا۔

(ج) قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنے میں مذاہب آئمہ: کیا قضاء حاجت کے وقت قبلہ کی طرف منہ یا پشت کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی، حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قضاء حاجت کے وقت صحراء میں تو پشت اور منہ کرنا حرام ہے لیکن بیت الخلاء (چاردیواری) میں جائز ہے۔ انہوں نے درج ذیل روایات سے استدلال کیا ہے:

(i) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو اس بات کا علم ہوا لوگ اس بات کو ناپسند کرتے ہیں کہ قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی طرف پشت یا منہ کیا جائے، آپ نے فرمایا: لوگ برہنہ حالت میں اپنی فروج کعبہ کی طرف کر سکتے ہیں۔

(ii) حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو بیت المقدس کی طرف چہرہ کر کے اور کعبہ کی طرف پشت کر کے قضاء حاجت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔

(iii) حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے قضاء حاجت کے وقت ہمیں قبلہ کی طرف استقبال واستدبار سے منع کیا تھا، پھر وصال مبارک سے ایک سال قبل میں نے خود دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قضاء حاجت کے وقت کعبہ کی جانب منہ کیے ہوئے ہیں۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قضاء حاجت کے وقت صحراء اور بیت الخلاء میں استقبال واستدبار قبلہ حرام ہے۔ آپ نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں ممانعت کی صراحت ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے حسب ذیل روایات سے بھی استدلال کیا ہے:

(i) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تمہارے لیے بمنزل باپ کے ہوں اور تعلیم وتربیت کرتا ہوں، آپ نے فرمایا: قضاء حاجت کے وقت تم میں سے کوئی شخص قبلہ کی طرف نہ اپنا چہرہ کرے اور نہ پشت کرے۔

(ii) حضرت سلمان رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تمہیں جملہ امور کی تعلیم دیتے ہیں، دریافت کیا گیا کہ کیا آپ طریقہ قضاء حاجت کی بھی تعلیم دیتے ہیں؟ جواب دیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں قضاء حاجت کے وقت استقبال واستدبار قبلہ سے منع کیا ہے۔ علاوہ ازیں آپ نے ہمیں ہاتھ سے استنجاء کرنے، پتھروں سے استنجاء کرنے اور لید سے استنجاء کرنے سے بھی منع کیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی روایات کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں:

۱-ممانعت والی روایات کثیر صحابہ کرام سے منقول ہیں جبکہ جواز والی احادیث قلیل صحابہ سے منقول ہیں، کثرت کا اعتبار کیا جاتا ہے نہ کہ قلت کا۔

۲-ممانعت والی روایات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال ہیں اور جواز والی احادیث میں آپ کے افعال کا ذکر ہے، آپ کے اقوال کو افعال پر ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

۳-سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ سے افضل ہیں، آپ کے استقبال واستدبار قبلہ سے توہین کعبہ کی صورت پیدا نہیں ہوتی۔

۴-ممانعت والی روایات حرمت کو ظاہر کرتی ہیں اور جواز والی احادیث رخصت کو ظاہر کرتی ہیں، جب حرمت ورخصت کا مقابلہ ہو جائے تو احتیاط کا تقاضا ہے کہ حرمت والی روایات کو اختیار کیا جائے۔

۵-ممانعت والی روایات میں کعبہ کا احترام زیادہ ہے، لہٰذا عقل کا تقاضا ہے کہ ممانعت والی روایات کو ترجیح دیتے ہوئے، انہیں معمول بہ بنایا جائے۔

سوال نمبر 2: عَنْ زِيَادِ بْنِ الْحَارِثِ الصُّدَائِيِّ قَالَ اَمَرَنِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنْ اُؤَذِّنَ فِيْ صَلٰوةِ الْفَجْرِ فَاَذَّنْتُ فَاَرَادَ بِلَالٌ اَنْ يُقِيْمَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَخَا صُدَاءٍ قَدْ اَذَّنَ وَمَنْ اَذَّنَ فَهُوَ يُقِيْمُ

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى اللغة الاردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اردو ترجمہ کریں؟)

(ب) هل يجوز لغير المؤذن ان يقيم ام لا؟

بين مذهب الامام الشافعي ومذهب الامام ابى حنيفة رحمهما الله مع دلائلهم؟

(کیا غیر مؤذن اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ اس بارے میں امام شافعی اور امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کے مذاہب بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب: اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں۔

ترجمہ حدیث: حضرت زیاد بن حارث صدائی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے: رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں فجر کی اذان کہوں، پس میں نے اذان پڑھی۔ حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے اقامت پڑھنے کا ارادہ کیا تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارے بھائی صدائی نے اذان پڑھی ہے اور جو اذان پڑھے وہی اقامت پڑھے۔

(ب) غیر مؤذن کا اقامت پڑھنے کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ: کیا غیر مؤذن اقامت کہہ سکتا ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہا کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

اس مسئلے میں دو قول ہیں:

پہلا قول: امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ جو شخص اذان پڑھے، وہی شخص اقامت بھی کہے گا۔ دوسرے شخص کے لیے اقامت کہنا درست نہیں: "مذهب قوم الى هذا الحديث......" سے یہی حضرات مراد ہیں۔

دلیل: عن زياد بن الحارث الصدائي رضى الله تعالىٰ عنه قال أتيت رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم فلما كان أول الصبح أمرني فأذنت، ثم قام الى الصلاة فجاء بلال ليقيم، فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم ان أخاصداء أذن، ومن أذن فهو يقيم .

استدلال: اس حدیث میں یہ ضابطہ بیان کیا گیا ہے کہ جس نے اذان دی، وہی اقامت بھی کہے گا اور اس میں یہ بھی ہے کہ آپ علیہ السلام نے اسی ضابطے کی وجہ سے حضرت بلال رضی اللہ عنہ کو اقامت پڑھنے سے منع فرمایا تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مؤذن کے علاوہ دوسرے آدمی کے لیے اقامت کہنا درست نہیں۔

جواب: اس حدیث میں جو ضابطہ بیان کیا گیا ہے، وہ صرف افضلیت پر دلالت کرتا ہے کہ عام حالات میں افضل یہ ہے کہ جس شخص نے اذان پڑھی، وہی اقامت کہے، لیکن اس بات پر دلالت نہیں کرتا کہ دوسرے شخص کے لیے اقامت کہنا درست نہیں۔ اس کا قرینہ یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اذان دینے والے کے علاوہ کسی اور سے اقامت کہلوائی ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے مذکورہ بالا استدلال درست نہیں۔

دوسرا قول: حضرت امام مالکؒ اور احناف فرماتے ہیں کہ جس شخص نے اذان پڑھی، اس کے علاوہ کسی اور شخص کے لیے بھی اقامت کہنا جائز ہے۔ "وخالفهم فى ذلك آخرون" سے یہی حضرات مراد ہیں۔

دلیل (۱): عن محمد بن عبدالله بن زيد عن أبيه رضى الله تعالىٰ عنه قال أتيت النبى صلى الله عليه وآله وسلم فاخبرتهٗ كيف رأيت الاذان، فقال: القهن على بلال، فانه اندیٰ صوتاً منك فلما اذن بلال ندم عبدالله، فامره رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم أن يقيم .

استدلال: اس حدیث میں تصریح ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود مؤذن کے علاوہ دوسرے شخص کو اقامت کہنے کا حکم دیا تھا جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اذان دینے والے کے علاوہ دوسرے شخص کا بھی اقامت کہنا جائز ہے، ورنہ آپ علیہ السلام یہ حکم نہ فرماتے۔

دلیل (۲) نظر: نظر کا خلاصہ یہ ہے کہ ایک متفقہ اصول ہے کہ دو شخص ایک اذان کو آدھا آدھا کر کے نہیں پڑھ سکتے، جبکہ اقامت میں دو احتمال ہیں: یعنی اگر اذان اور اقامت دونوں ایک چیز ہوں تو یہ جائز

نہیں کہ اذان ایک شخص دے اور اقامت دوسرا شخص کہے اور اگر دونوں مستقل اور الگ الگ چیزیں ہوں تو یہ جائز ہے کہ اذان ایک شخص دے اور اقامت دوسرا شخص کہے۔

اب غور کرنے سے یہ معلوم ہوا ہے کہ نماز جمعہ کے لیے خطبہ شرط ہے اور اس کے باوجود اس میں یہ درست ہے کہ خطبہ ایک شخص دے اور نماز کوئی اور پڑھائے۔ اسی طرح اقامت نماز کے اسباب میں سے ہے، اس میں یہ بالاتفاق درست ہے کہ اقامت امام کے علاوہ کوئی اور شخص کہے، حالانکہ یہ اذان کی بہ نسبت نماز کے زیادہ قریب ہے۔ ان پر نظر اور قیاس کرنے کا تقاضا یہ ہے کہ اذان اور اقامت میں بھی یہ تفریق جائز ہونی چاہیے کہ اذان ایک شخص دے اور اقامت دوسرا شخص کہے۔

سوال نمبر 3: عن الشعبی قال صلی بنا المغیرة بن شعبة فنهض فی الرکعتین فسبح به القوم وسبح بهم فلما قضی صلوته سلم ثم سجد سجدتی السهو وهو جالس ثم حدثهم ان رسول الله صلی الله علیه وسلم فعل بهم مثل الذی فعل

(الف) ترجم الحدیث الی الاردیة وبین معنی التسبیح والتصفیح؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟ نیز تسبیح اور تصفیح کا معنی بتائیں؟)

(ب) موضع سجود السهو قبل السلام او بعده؟ بین اقوال الفقهاء الکرام فی هذه المسئلة مع الدلائل؟

(سجدہ سہو کی جگہ سلام سے پہلے ہے یا اس کے بعد؟ اس مسئلہ میں اقوال فقہاء بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت شعبی رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ہمیں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ نے نماز پڑھائی، دو رکعتوں میں کھڑے ہو گئے لوگوں (نمازیوں) نے انہیں (بٹھانے کے لیے) سبحان اللہ کہا، انہوں نے (نمازیوں کو اٹھانے کے لیے) سبحان اللہ کہا۔ پس انہوں نے جب اپنی نماز مکمل کی تو بیٹھ کر دو سجدے سہو کیے پھر انہوں نے لوگوں (نمازیوں) کو بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے ساتھ اسی طرح کیا تھا۔

تسبیح اور تصفیح کا معنیٰ: لفظ تسبیح کا معنیٰ ہے: امام کو سہو یاد دہانی کے لیے سبحان اللہ کہنا۔ لفظ تصفیح کا معنیٰ ہے: ایک ہاتھ کو دوسرے ہاتھ کی پشت پر مار کر آواز پیدا کرنا، جس کا مقصد امام کو سہو کی یاد دہانی کرانا ہوتا ہے۔ تسبیح مردوں کے لیے اور تصفیح عورتوں کے لیے۔

(ب) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک سلام پھیرنے سے پہلے سجدہ کیا جائے۔ ان کی دلیل حضرت عبداللہ بن بحینہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا آپ دو رکعتوں کے بعد کھڑے ہو گئے اور قعدہ بھول گئے، آپ نے نماز جاری رکھی، پھر نماز سے فارغ ہونے کے بعد دو سجدے کیے۔ یہاں فراغت سے مراد سلام سے پہلے کا وقت ہے، جیسا کہ دوسری حدیث میں اس کی

وضاحت ہے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر نماز میں کمی کے باعث سجدہ سہو لازم ہوا تو وہ سلام سے پہلے ہوگا، اور اگر اضافے کی وجہ سے ہوا تو سلام کے بعد ہوگا۔ ان کی دلیل یہ ہے کہ جس دن حضرت ذوالیدین رضی اللہ عنہ والا واقعہ ہوا، تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد دو سجدے کیے۔

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے کہ نماز میں سہو کسی صورت میں ہو، سجدہ سہو بعد میں ہوگا، دیگر فقہاء احناف کا بھی یہی مؤقف ہے۔

ان کی دلیل حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے، فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمیں نماز پڑھا رہے تھے کہ آپ سے سہو ہوگیا، آپ دو رکعتوں کے بعد اٹھ کھڑے ہوئے، ہم نے (متوجہ کرنے کے لیے) تسبیح کہی، لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز جاری رکھی، جب نماز مکمل کر چکے تو سلام پھیر کر سہو کے دو سجدے کیے۔

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ نماز میں بھولنے سے کمی واقع ہونے کی صورت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام کے بعد سجدہ سہو کیا۔

پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ جو حضرت ذوالیدینؓ کے واقعہ میں موجود تھے، وہاں نماز میں اضافہ کے باعث سجدہ سہو کیا گیا، جو سلام سے پہلے تھا لیکن بعد میں حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے نماز میں سہو سے اضافے کے باعث بھی سلام کے بعد سجدہ سہو کیا۔ متعدد صحابہ کرام سے بھی اسی مضمون کی روایات مروی ہیں۔

سوال نمبر 4: عن عمران بن حصين عن النبي صلى الله عليه وسلم قال لا جلب ولا جنب ولا شغار في الاسلام ومن انتهب نهبة فليس منا

(الف) ترجم الحديث الى الاردية واشرح العبارة المخطوطة شرعا؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں؟)

(ب) اكتب تعريف نكاح الشغار وهل هو جائز ام لا؟ بين فيه اقوال الآئمة رحمهم الله تعالىٰ؟

(نکاح شغار کی تعریف کریں؟ اس کے جواز وعدم جواز میں اقوال فقہاء نقل کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جلب، جنب اور شغار اسلام میں جائز نہیں ہیں۔ جو شخص کسی کے مال پر ظلماً قبضہ کرلے، وہ ہم میں نہیں ہے۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح: جنب اور جلب کی تشریح حسب ذیل ہے:

جنب: جانوروں کا مالک جانوروں کو ان کی جگہوں سے الگ کردے تاکہ محصل (وصول کنندہ) کو انہیں تلاش کرنے اور ان تک رسائی حاصل کرنے کے لیے زحمت و پریشانی کا سامنا نہ کرنا پڑے۔

جلب: اس کا مطلب یہ ہے کہ جانوروں کی زکوۃ ان کی جگہوں میں جا کر وصول کی جائے، وہ مصدق (وصول کنندہ) تک کھینچ کر نہ لائی جائے۔

(ب) شغار کی تعریف: احناف کے نزدیک شغار یہ ہے کہ ایک شخص اپنی بیٹی یا بہن کا کسی دوسرے شخص سے اس کی بیٹی یا بہن کے ساتھ اپنے نکاح کے عوض میں نکاح کردے اور ہر ایک کا عقد دوسرے کے عوض میں ہو۔ یہ نکاح صحیح ہے اور اس میں مہر مثل واجب ہوگا۔

نکاح شغار کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ: علماء کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نکاح منھی عنہ (ممنوع) ہے، لیکن اس میں اختلاف ہے کہ آیا اس نہی (ممانعت) سے نکاح باطل ہوتا ہے یا نہیں؟

امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ نکاح باطل ہے، امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے ایک روایت یہ ہے کہ دخول سے پہلے نکاح فسخ ہوگا، اور دخول کے بعد فسخ نہیں ہوگا، اور ایک روایت یہ ہے کہ نکاح ہر صورت میں فسخ ہو جائے گا۔ امام ابوحنیفہ رحمہما اللہ تعالیٰ کا مذہب یہ ہے کہ نکاح صحیح ہوگا، اور مہر مثل لازم ہوگا۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے بھی ایک روایت اسی طرح ہے۔

اس نکاح کو باطل قرار دینے والوں کا استدلال حدیث میں وارد ممانعت سے ہے، اس نکاح کو صحیح قرار دیتے ہوئے مہر مثل لازم کرنے والوں کی دلیل یہ ہے کہ نہی جب منھی عنہ میں موجود کسی وصف کی وجہ سے نہیں بلکہ کسی سبب خارج کی وجہ سے ہو تو منھی عنہ کے فساد کا تقاضا نہیں کرتی، جیسا کہ جمہور کا مؤقف ہے۔

نیز علامہ ابن ہمام رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں کہ حدیث میں نکاح شغار کی ممانعت ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلا مہر نکاح کرنے اور فرج کو مہر قرار دینے سے منع فرمایا ہے۔ ہم بھی اس کو باطل قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یہ چیز شرعاً مہر نہیں ہے، پس یہ ایسا نکاح ہو گیا جس میں ایسی چیز کو مہر بنایا گیا جو مہر بننے کی صلاحیت نہیں رکھتی، جیسے کوئی شخص خمر یا خنزیر کو مہر مقرر کر کے نکاح کرلے، تو ایسی صورت میں بالاتفاق نکاح ہو جائے گا اور خمر یا خنزیر کی جگہ مہر مثل دینا واجب ہوگا، نکاح شغار بھی اسی طرح ہے۔

الاختبار السنوى النهائى تحت اشراف تنظيم المدارس (اهل السنة) باكستان

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ/ 2017ء

الورقة الرابعة: لسنن أبى داوٗد أثار السنن

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

اجب عن اثنين من كل قسم

﴿القسم الاوّل...... لسنن أبى داؤد﴾

السوال الاول: عن سهل بن ابى حثمة ان النبى صلى الله عليه وسلم صلى بأصحابه فى خوف فجعلهم خلفه صفين فصلى بالذين يلونه ركعة ثم قام فلم يزل قائما حتى صلى الذين خلفهم ركعة ثم تقدموا وتأخر الذين كانوا قدامهم فصلى بهم النبى صلى الله عليه وسلم ركعة ثم قعد حتى صلى الذين تخلفوا ركعة ثم سلم

(الف)شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟ (۵+۵=۱۰)

(ب)فصل الاختلاف بين الآئمة الاربعة فى طريقة صلاة الخوف؟ (۱۵)

السوال الثانى: عن ربيع بن سبرة عن ابيه ان رسول الله صلى الله عليه وسلم حرم متعة النساء

(الف)ترجم الحديث الشريف وبين معنى المتعة لغة و شرعا؟ (۵+۵=۱۰)

(ب)اكتب مذهب اهل التشيع فى نكاح المتعة مع دلائلهم وما قالوا عن دلائلنا؟ ثم رجح مذهبنا (۱۵)

السوال الثالث: عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له ذبح يذبحه فاذا أهل هلال ذى الحجة فلا ياخذن من شعره ولا من أظفاره شيئا حتى يضحى

(الف)ترجم الحديث الى الأردية واكتب وجه تسمية الأضحية والتشريق؟ (۵+۵=۱۰)

(ب)ما حكم الانتفاع بالاضحية بعد دخول عشر ذى الحجة؟ بين مذاهب

الآئمة مع الدلائل (۱۵)

﴿القسم الثانی...... آثار السنن﴾

السوال الرابع: عن المغيرة بن شعبة رضی الله عنه قال كنت مع النبی صلی الله عليه وسلم فی سفر فأهويت لأنزع خفيه فقال دعهما فانی أدخلتهما طاهرتين فمسح عليهما

(الف) ترجم الحديث الی الاردية وبين توقيت المسح علی الخفين عند الآئمة الثلاثة فقط؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) المسح علی الخفين جائز ام لا؟ بين الاختلاف فی هذه المسئلة مع الدلائل؟ (۱۵)

السوال الخمس: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان رسول الله صلی الله عليه وسلم يصلی وهو بمكة نحو بيت المقدس والكعبة بين يديه

(الف) ترجم الحديث الشريف الی الاردية وبين مدة صلی فيها رسول الله صلی الله عليه وسلم نحو بيت المقدس؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) هل فی تعدد تحويل القبلة اختلاف؟ عليك ان تبين مفصلاً مدللاً (۱۵)

السوال السادس: عن ابی هريرة رضی الله عنه قال نهی رسول الله صلی الله عليه وسلم أن يصلی الرجل مختصرا

(الف) ترجم الحديث الی الاردية واكتب معنی الاختصار لغة واصطلاحا؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) ما حكم الاختصار فی الصلوة وغيرها ثم بين حكم النهی عن الاختصار؟ (۱۵)

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2017ء

چوتھا پرچہ: سنن ابی داؤد آثار السنن

﴿القسم الاوّل...... سنن ابی داؤد﴾

سوال نمبر 1: عَنْ سَهْلِ بْنِ اَبِىْ حَثْمَةَ اَنَّ النَّبِىَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَلَّى بِاَصْحَابِه فِىْ خَوْفٍ فَجَعَلَهُمْ خَلْفَهُ صَفَّيْنِ فَصَلّٰى بِالَّذِيْنَ يَلُوْنَهُ رَكْعَةً ثُمَّ قَامَ فَلَمْ يَزَلْ قَائِمًا حَتّٰى صَلَّى الَّذِيْنَ خَلْفَهُمْ رَكْعَةً ثُمَّ تَقَدَّمُوْا وَتَاَخَّرَ الَّذِيْنَ كَانُوْا قُدَّامَهُمْ فَصَلّٰى بِهِمُ النَّبِىُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَكْعَةً ثُمَّ قَعَدَ حَتّٰى صَلَّى الَّذِيْنَ تَخَلَّفُوْا رَكْعَةً ثُمَّ سَلَّمَ

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) فصل الاختلاف بين الآئمة الاربعة في طريقة صلاة الخوف؟

(نماز خوف ادا کرنے کے حوالے سے اختلاف آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب برحدیث: اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں۔

ترجمة الحدیث: حضرت سہل بن ابی حثمہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نماز خوف پڑھائی، ان کی دو صفیں کیں، آپ نے پہلے اگلی صف والوں کو ایک رکعت پڑھائی، پھر آپ کھڑے رہے، پچھلے لوگ ایک رکعت پڑھ کر آگے بڑھ گئے، آگے والے پیچھے چلے گئے، اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو ایک رکعت پڑھائی، پھر آپ بیٹھے رہے حتیٰ کہ پیچھے جانے والے لوگوں نے ایک رکعت پڑھی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیرا۔

(ب) نماز خوف کے طریقہ کار کے حوالے سے مذاہب آئمہ: تمام آئمہ کے نزدیک نماز خوف کی مشروعیت جیسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ ظاہری میں تھی اب بھی ہے، سوائے امام ابو یوسف اور علامہ مزنی رحمہما اللہ تعالیٰ کے، انہوں نے الفاظ قرآنی: "وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ" (اے رسول مکرم! جب آپ مسلمانوں کے درمیان ہوں) سے یہ استدلال کیا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد نماز خوف مشروع نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے نماز خوف کے لیے یہ شرط لگائی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے درمیان ہوں۔

دوسرے فقہاء نے امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس قول کو رد کر دیا ہے، کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ

عنہم نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی نماز خوف پڑھی ہے اور نماز خوف کا سبب حالت جنگ ہے، اور حالت جنگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ہوتی رہی ہے۔ خود آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: "صلوا کما رایتمونی اصلی" (جس طرح مجھے نماز پڑھتے دیکھتے ہو، اس طرح نماز پڑھو)، اس وجہ سے تاحال نماز خوف مشروع ہے۔

علامہ ابوالحسن علی بن ابی بکر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: جب میدان جنگ میں خوف بڑھ جائے تو امیر لشکر مسلمانوں کی دو گروہ بنائے، ایک گروہ دشمن کے سامنے رہے اور دوسرا اس کے پیچھے ایک رکعت نماز پڑھے۔ ایک رکعت پڑھنے کے بعد یہ گروہ دشمن کے سامنے چلا جائے اور پہلا گروہ آ کر اس کے پیچھے ایک رکعت پڑھے۔ امام تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اور یہ گروہ سلام نہ پھیرے اور دشمن کے سامنے چلا جائے۔ پھر ہر گروہ آ کر الگ الگ بغیر قرأت کے ایک رکعت پڑھے، کیونکہ وہ مسبوق ہیں، اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے اس کی دلیل حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکور الصدر طریقے سے نمازِ خوف پڑھی ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی اس حدیث کو امام ابوداؤدؒ نے اپنی سنن میں اور امام طحاوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے شرح معانی الآثار میں روایت کیا ہے، اس طرح حضرت امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ نے اسے بھی اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔

صحاح ستہ میں حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے ایک روایت ہے حضرت امام مسلمؒ نے نمازِ خوف کے باب میں سب سے پہلے ذکر کی ہے، اس میں نمازِ خوف پڑھنے کا یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔ نیز حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث میں بھی یہی طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

حضرت امام شافعیؒ کا عمل بھی حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت پر ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت سہلؓ کی حدیث پر عمل کیا ہے، "کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کو نمازِ خوف پڑھائی، آپ نے اپنے پیچھے دو صفیں بنائیں، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب صف تھی اس کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ کھڑے رہے حتیٰ کہ پچھلی صف نے ایک رکعت نماز پڑھ لی، پھر وہ آگے آگئے اور اگلی صف جو پہلے آگے تھی، پیچھے چلی گئی، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس صف کو ایک رکعت نماز پڑھائی، پھر آپ بیٹھ گئے حتیٰ کہ پیچھے والوں نے ایک رکعت پڑھ لی۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سلام پھیر دیا۔" (iii)

سوال نمبر 2: عن ربیع بن سبرة عن ابیه ان رسول الله صلی الله علیه وسلم حرم متعة النساء

(الف) ترجم الحدیث الشریف وبین معنی المتعة لغة وشرعا۔

(حدیث کا ترجمہ کریں؟ متعہ کا لغوی و شرعی معنیٰ بیان کریں؟)

(ب) اکتب مذھب اھل التشیع فی نکاح المتعۃ مع دلائلھم وما قالوا عن دلائلنا؟ ثم رجح مذھبنا

(نکاح متعہ کے بارے میں اہل تشیع کا مذہب مع دلائل نقل کریں اور ہمارے دلائل کے حوالے سے انہوں نے کیا کہا؟ پھر ہمارے مذہب کو ترجیح دیں)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ربیع بن سبرہ رضی اللہ عنہ اپنے والد گرامی کے حوالے سے روایت کرتے ہیں کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے عورتوں سے نکاح متعہ کو حرام قرار دیا۔

متعہ کا لغوی و شرعی معنیٰ: لفظ "متعہ" کا لغوی معنیٰ ہے: نفع اٹھانا، فائدہ حاصل کرنا، لطف اندوز ہونا۔ اس کا شرعی معنیٰ ہے: ایک مقررہ مدت تک نکاح کرنا اور وہ مدت ختم ہونے پر زوجین کا از خود الگ ہو جانا۔

(ب) جواز نکاح متعہ کے حوالے سے اہل تشیع کا نظریہ: فقہ جعفری میں متعہ کو جائز قرار دیا گیا ہے اور متعہ کرنے والے کے لیے مغفرت اور اجر و ثواب کی بشارت ہے۔ شیخ کلینی متعہ پر استدلال کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

(i) "عن ابی بصیر قال سالت ابا جعفر علیہ السلام عن المتعۃ فقال نزلت فی القرآن "فما استمتعتم بہ منھم فاتوھن اجورھن فریضۃ ولا جناح علیکم فیما تراضیتم بہ من بعد الفریضۃ۔"

ابو بصیر کہتے ہیں: میں نے ابو جعفر علیہ السلام سے متعہ کے متعلق سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: متعہ کے بارے میں قرآن مجید میں یہ آیت نازل ہوئی ہے کہ تم نے عورتوں سے جو متعہ کیا ہے (ان سے جسمانی لذت حاصل کی ہے) تو ان کو اس کا معاوضہ ادا کرو، اور اگر معاوضہ مقرر کرنے کے بعد تم کسی مقدار کی زیادتی پر باہم رضامند ہو جاؤ تو کوئی حرج نہیں ہے۔

(ii) بعض روایات میں مذکور ہے کہ بعض قرأت میں "فما استمتعتم بہ منھن" کے بعد "الی اجل مسمّی" بھی پڑھا گیا ہے، اب معنیٰ یوں ہوں گا: جن عورتوں سے تم نے مدت معینہ تک فائدہ اٹھایا، ان کو اجرت دے دو، اور یہ بعینہٖ متعہ ہے، کیونکہ اب آیت میں مدت اور اجرت دونوں کا ذکر آ گیا، اور یہی متعہ کے ارکان ہیں۔

(iii) عن عبد اللہ بن سلیمان قال سمعت ابا جعفر علیہ السلام یقول کان علی علیہ السلام یقول لولا ما سبقنی بہ بنو الخطاب مازنی الا اشقی۔

عبد اللہ بن سلیمان کہتے ہیں: ابو جعفر علیہ السلام نے بیان کیا ہے کہ حضرت علی علیہ السلام فرماتے تھے کہ اگر بنو الخطاب مجھ پر سبقت حاصل نہ کرتے، تو کوئی بد بخت ہی زنا کرتا۔

(iv) بعض امامیہ حضرات کہہ دیتے ہیں کہ نکاح کی دو قسمیں ہیں: (i) دائمی اور (ii) عارضی۔ دائمی نکاح معروف ہے، عارضی متعہ ہے اور مطلق نکاح دونوں کو شامل ہے۔

اہل سنت کی طرف سے اہل تشیع کے دلائل کے جوابات: (i) فقہاء اہل سنت کے نزدیک اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ جب تم اپنی بیوی سے عمل ازدواج کا فائدہ حاصل کرلو، خواہ ایک بار ہی ہو، تو تم پر اس کا پورا پورا مہر ادا کرنا لازم ہے۔ مہر مقرر ہونے کے بعد اگر تم باہمی رضامندی سے مہر کی مقدار کم یا زیادہ کردو، یا مہر کو بالکل ساقط کردو تو کوئی حرج نہیں ہے۔ اس آیت کے سیاق وسباق میں ازدواج کے احکام بیان کیے گئے ہیں۔

(ii) "الی اجلٍ مسمّٰی" سے استدلال تب ہوگا جب اسے "فما استمتعتم بہ" کے ساتھ لاحق کر کے قرآن کا جز مانا جائے، اور شیعہ حضرات کو بھی یہ تسلیم ہے کہ بغیر تواتر کے محض خبر واحد سے کوئی لفظ قرآن کا جز نہیں بن سکتا۔ لہٰذا اس قرأت سے جواز متعہ پر استدلال صحیح نہ رہا۔

نیز تفاسیر میں جہاں اس روایت کو ذکر کیا ہے، وہیں تصریح کردی ہے کہ یہ روایت معتد نہیں ہے۔ قرآن مجید میں اس کی تلاوت کرنا اور اس سے کوئی حکم ثابت کرنا جائز نہیں ہے۔

(iii) اگر حضرت عمر رضی اللہ عنہ متعہ کے منسوخ ہونے کو قرآن وحدیث سے واضح نہ کرتے اور متعہ کی ممانعت پر سختی سے عمل نہ کراتے، تو زنا بالکل ختم ہو جاتا اور سوائے ازلی بدبخت کے اور کوئی زنا نہ کرتا کیونکہ جو شخص بھی باہمی رضامندی سے زنا کرنا چاہتا، وہ بجائے زنا کے متعہ کر لیتا اس لیے کہ اجرت اور وقت کے تعین کے بعد زنا اور متعہ میں سوائے نام کے اور کوئی فرق نہیں ہے۔

(iv) نکاح کی یہ تقسیم امامیہ حضرات کی محض طبع زاد اور خانہ ساز ہے، قرآن کریم نے جس عقد کو نکاح قرار دیا ہے، اس میں تعداد منکوحات کی ایک حد ہے اور اسے نفقہ، سکنی، نسب اور میراث لازم ہے۔ اس کے علاوہ کسی اور عقد پر قرآن نے نکاح کا اطلاق نہیں کیا، اس لیے نکاح عارضی، محض ایجاد بندہ اور باطل اختراع ہے، ایک بے دلیل دعویٰ اور سراسر مخالف قرآن تصور ہے۔

مذہب اہل سنت کو ترجیح حاصل ہونا: تمام علمائے اسلام کا اس پر اجماع ہے کہ متعہ حرام ہے۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے متعہ کی اباحت منقول ہے لیکن ان سے یہ بھی منقول ہے کہ انہوں نے اس فتویٰ سے رجوع کرلیا تھا۔

(i) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "جو عورتیں تم کو پسند ہیں ان سے نکاح کرو، دو دو سے، تین تین سے اور چار چار سے۔ اور اگر تمہیں یہ خدشہ ہو کہ ان کے درمیان انصاف نہیں کرسکو گے، تو صرف ایک سے نکاح کرو، یا اپنی کنیزوں پر اکتفا کرو۔"

اللہ تعالیٰ نے اس مدنی سورت میں قضائے شہوت کی صرف دو جائز صورتیں بیان کی ہیں کہ آدمی

ایک سے چار نکاح کر سکتا ہے اور اگر ان میں عدل قائم نہ رکھ سکتا ہو تو پھر اپنی باندیوں سے نفسانی خواہش پوری کر سکتا ہے اور بس اگر متعہ بھی تقضائے حاجت شہوت کی جائز صورت ہوتا تو اللہ تعالیٰ اس کا بھی ان دو صورتوں کے ساتھ ذکر فرما دیتا۔ اور اس جگہ متعہ کا بیان نہ کرنا ہی اس بات کا بیان ہے کہ وہ جائز نہیں ہے۔ اوائل اسلام سے لے کر فتح مکہ تک متعہ کی جو شکل معمول اور مباح تھی، اس آیت کے ذریعہ اس کو منسوخ کر دیا گیا۔

(ii) نیز اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''جو شخص تم میں سے آزاد مسلمان عورتوں سے نکاح کی استطاعت نہ رکھتا ہو تو وہ مسلمان کنیزوں سے نکاح کر لے، یہ حکم اس شخص کے لیے ہے جسے غلبہ شہوت کی وجہ سے اپنے اوپر زنا کا خطرہ ہو اور اگر تم صبر کرو تو یہ تمہارے لیے بہتر ہے۔''

اس آیت میں غلبہ شہوت رکھنے والے شخص کے لیے صرف دو طریقے تجویز کیے گئے ہیں: ایک یہ کہ وہ باندیوں سے نکاح کرے، دوسرا یہ کہ وہ ضبط نفس کرے اور تجرد کی زندگی گزارے۔ اگر متعہ جائز ہوتا تو کنیزوں سے نکاح کی طاقت نہ رکھنے کی صورت میں ان کو متعہ کی ہدایت دی جاتی لیکن ایسا نہیں کیا گیا، پس معلوم ہوا کہ کوئی شخص متعہ نہیں کر سکتا، اسے نکاح ہی کرنا پڑے گا، خواہ باندیوں سے کرے۔ اگر ان سے بھی نکاح کی طاقت نہیں رکھتا تو پھر اسے صبر کرنا پڑے گا، متعہ کے جواز کی کوئی صورت نہیں ہے۔

(iii) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''اور جو لوگ نکاح کی طاقت نہیں رکھتے ان پر لازم ہے کہ وہ ضبط نفس کریں حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ انہیں اپنے فضل سے غنی کر دے۔''

اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے غیر مبہم الفاظ میں واضح فرما دیا ہے کہ اگر نکاح نہیں کر سکتے تو ضبط نفس کرو، اگر متعہ جائز ہوتا تو نکاح کی استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں متعہ کی اجازت دے دی جاتی۔ جب متعہ کی اجازت کی بجائے ضبط نفس کا حکم دیا گیا ہے، تو معلوم ہوا کہ اسلام میں متعہ کے جواز کا کوئی تصور نہیں ہے۔

(iv) حضرت سعید بن جبیر کہتے ہیں: میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا: آپ نے دیکھا کہ آپ کے فتویٰ نے کیا گل کھلایا ہے؟ نوجوان آپ کے فتویٰ کی وجہ سے شہوت کے گھوڑے پر سوار ہو گئے ہیں۔ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ، نہ میں نے یہ فتویٰ دیا، نہ میرا ارادہ تھا میں نے تو متعہ کو حالت اضطرار میں اس طرح مباح کیا تھا جس طرح حالت اضطرار میں مردار، خون اور خنزیر کا گوشت مباح ہو جاتا ہے۔

اہل تشیع کی کتب سے تائید: (i) زید بن علی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے بیان کیا کہ خیبر کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام کر دیا۔

ہو سکتا ہے کہ شیعہ حضرات یہ کہیں کہ اگر خیبر کے دن متعہ حرام کر دیا گیا تھا تو پھر فتح مکہ کے موقعہ پر متعہ کیوں ہوا؟

اس کا ایک جواب تو وہ ہے جو بعض اہل علم نے کہا ہے کہ اس حدیث میں تقدیم و تاخیر ہے، اصل عبارت یوں ہے: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت کو کھانے سے خیبر کے دن منع کیا، اور عورتوں سے متعہ کرنے کو منع فرمایا اور اس کا وقت بیان نہیں کیا۔

(ii) عن زيد بن علی عن علی عليه السلام قال حرم رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم لحوم الحمر الاهلية ونكاح المتعة .

زید بن علی اپنے آباء سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پالتو گدھوں کے گوشت اور نکاح متعہ کو حرام قرار دیا۔

اس روایت میں "یوم خیبر" کی قید نہیں ہے۔ اس حدیث سے ثابت ہوا کہ متعہ کے لیے جو پہلے رخصت دی گئی تھی وہ اس روایت کے بعد منسوخ کر دی گئی۔ شیخ ابو جعفر طوسی نے اس حدیث سے جان چھڑانے کے لیے یہ لکھا ہے کہ چونکہ یہ حدیث شیعہ حضرات کے اجماعی مؤقف کے خلاف ہے، اس لیے اس روایت کا محمل یہ ہے کہ یہ تقیہ کے طور پر بیان کی گئی ہے۔

شیعہ حضرات کا یہ بہت پرانا طریقہ ہے کہ ان کی کتابوں میں جو چیز ان کے مؤقف کے خلاف ہو، اس کو تقیہ پر محمول کر دیتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ روایت بیان کرنے میں تقیہ کا کیا دخل ہے؟ اگر جان بچانے کے لیے حق کو چھپانا ہی ہے تو آپ خاموش رہیے اور اپنے مخالفین کی کوئی بات مت کہیے۔ نیز اس بات پر کون سی یقینی اور قطعی شہادت ہے کہ زید بن علی نے جان بچانے کے لیے یہ روایت تقیہ کے طور پر بیان کی تھی؟ اگر یہ روایت بیان نہ کرتے تو ان کو موت کے گھاٹ اتار دیا جاتا اس بے بنیاد مفروضہ کی وجہ سے اس حدیث کو کیوں ترک کیا جائے جو قرآن مجید کی متعدد آیات کے مطابق ہے۔

سوال نمبر 3: عن ام سلمة قالت قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كان له ذبح يذبحه فاذا أهل هلال ذی الحجة فلا ياخذن من شعره ولا من أظفاره شيئا حتى يضحی

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واكتب وجه تسمية الأضحية والتشريق؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں؟ اضحیہ اور تشریق کی وجہ تسمیہ لکھیں؟)

(ب) ما حكم الانتفاع بالاضحية بعد دخول عشر ذی الحجة؟ بين مذاهب الآئمة مع الدلائل

(ذی الحجہ کا مہینہ شروع ہونے کے بعد قربانی کے جانور سے استفادہ کرنے کا حکم کیا ہے؟ مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس کے پاس قربانی کا جانور ہو کہ وہ اسے قربانی کے طور پر ذبح کرے گا، پس جب ذی الحجہ کا چاند نظر آ جائے تو وہ اپنے بالوں اور ناخنوں میں سے کوئی چیز ہرگز نہ لے حتیٰ کہ وہ قربانی کر لے۔

اضحیۃ اور تشریق کی وجہ تسمیہ: لفظ "اضحیۃ" کا لغوی معنیٰ ہے: وہ جانور جسے عید قربان میں ذبح کیا جائے۔ یہ لفظ اصل میں "اُضْحُوْيَۃٌ" بروزن اَفْعُوْلَۃٌ تھا، واؤ اور یاء جمع ہوئیں، پہلی واؤ ساکن مابعد یاء متحرک ہوئی، صرفی قائدہ کے مطابق واؤ کو یاء کیا پھر یاء کو یاء میں ادغام کیا تو "اُضْحُيَّۃٌ" ہو گیا، یاء چاہتی ہے کہ میرا ماقبل مکسور ہو، یاء کے ضمہ کو کسرہ سے بدل دیا تو "اضحیۃ" ہو گیا اس کی جمع "اضاحی" آتی ہے۔ امام اصمعی کی تحقیق کے مطابق لفظ "اضحیۃ" میں مشہور چار لغات ہیں: (۱) اُضْحِیَّۃٌ۔ (۲) اِضْحِیَّۃٌ۔ (۳) ضَحِیَّۃٌ۔ (۴) اَضْحَاۃٌ۔ امام فراء کا کہنا ہے کہ لفظ "اَضْحٰی" تذکیر و تانیث دونوں کے لیے استعمال کیا جاتا ہے۔ اس کا شرعی معنیٰ ہے: مخصوص جانور کو مخصوص دن مخصوص مقصد کے لیے ذبح کرنا۔

تشریق: یہ باب تفعیل ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے جس کا لغوی معنیٰ ہے: روشن ہونا، چمکنا۔ شرعی طور پر اس سے ذوی الحجہ کے پانچ ایام مراد ہیں، وہ نو (۹) ذی الحجہ سے تیرہ (۱۳) ذی الحجہ تک ہیں۔

(ب) ماہ ذی الحجہ شروع ہونے کے بعد قربانی کے جانور سے استفادہ کا حکم: دریافت طلب مسئلہ یہ ہے کہ ماہ ذی الحجہ کا آغاز ہونے پر قربانی کے جانور سے استفادہ جائز ہے یا نہیں یعنی اس کے دودھ یا اس کی اون یا بالوں سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کا اختلاف ہے بعض آئمہ اس کے جواز کے قائل ہیں اور بعض عدم جواز کے۔ عدم جواز کے قائلین کا مؤقف ہے کہ قربانی کے جانور کا دودھ اور اون وغیرہ غرباء کو صدقہ کرنا واجب ہے، مالک جانور کا ان اشیاء سے استفادہ کرنا جائز نہیں ہے۔

قسم ثانی: آثار سنن

سوال نمبر 4: عن المغيرة بن شعبة رضى الله عنه قال كنت مع النبى صلى الله عليه وسلم فى سفر فاهويت لأنزع خفيه فقال دعهما فانى أدخلتهما طاهرتين فمسح عليهما

(الف) ترجم الحديث الى الاردية وبين توقيت المسح على الخفين عند الآئمة

الثلاثة فقط:

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں؟ آئمہ ثلاثہ کے نزدیک موزوں پر مسح کا وقت بیان کریں؟)

(ب) المسح علی الخفین جائز ام لا؟ بین الاختلاف فی هذه المسئلة مع الدلائل:

(کیا موزوں پر مسح کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک سفر میں، میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا، میں نے (وضو کرانے کے قصد سے) آپ کے موزوں کو اتارنا چاہا، آپ نے فرمایا: انہیں رہنے دو، کیونکہ میں نے ان کو طہارت کی حالت میں پہنا تھا، پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان پر مسح کیا۔

آئمہ ثلاثہ کے نزدیک مدت مسح علی الخفین: مدت مسح کے مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک موزوں پر مسح کی مدت متعین نہیں ہے، نمازی جب تک چاہے مسح کر سکتا ہے۔ آئمہ ثلاثہ یعنی حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ مسافر کے لیے موزوں پر مدت مسح تین دن تین رات ہے جبکہ مقیم کے لیے ایک دن ایک رات ہے۔ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا:

جعل رسول الله صلى الله عليه وسلم ثلاثة ايام ولياليهن للمسافر، ويوماً وليلة للمقيم

یعنی حضرت علی فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے موزوں پر مسح کی مدت مسافر کے لیے تین دن تین رات متعین کی جبکہ مقیم کے لیے ایک دن ایک رات کا تعین فرمایا۔

(ب) مسح علی الخفین کے جواز وعدم جواز میں مذاہب آئمہ: قوله تعالى وارجلكم الى الكعبين. جر کی قرأت پر امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اس کو حالت تخفف پر محمول فرماتے ہیں۔ متواتر احادیث ہیں جو جواز مسح پر دلالت کرتی ہیں۔ نصب الرایۃ ص: ۱۶۳، ۱۷۰ تا ص ۱۷۴، ج: ۱ پر ۴۷ صحابہ رضی اللہ عنہم سے جواز مسح پر دال مرفوع احادیث مذکور ہیں۔ حسن بصری رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

حدثنى سبعون من اصحاب النبى صلى الله عليه وآله وسلم ان رسول الله صلى الله عليه وآله وسلم مسح على الخفين (الاشراف لابن المنذر و مصنف ابن ابى شيبة)۔ حافظ ابن حجر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: وجمع بعضهم رواته فجاوزوا الثمانين ومنهم العشرة

المبشرة رضی الله تعالیٰ عنهم ۔ التعلیق الصبیح ص:۳۴۴، ج:ا میں اسی صحابہ کے نام لکھے ہیں جن سے مسح علی الخفین کی احادیث مروی ہیں۔ مرقات شرح مشکوٰۃ ص:۶۷، ج:۲ پر ہے: وجمع بعضهم رواته فبلغوا مائتین ۔ امام ابوحنیفہ اور امام کرخی رحمہما اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: اخاف الکفر علی من لم یر المسح علی الخفین ۔ امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ نے علاماتِ اہل سنت والجماعت بتاتے ہوئے فرمایا: ان تحب الشیخین ولا تطعن الختنین وتری المسح علی الخفین ۔ امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے علامات اہل سنت و جماعت شمار کراتے ہوئے فرمایا: ان تفضل الشیخین وتحب الختنین وتری المسح علی الخفین۔ یہ بھی امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ماقلت بالمسح علی الخفین حتی جاء نی مثل ضوء النهار۔

اعتراض: حضرت ابن عباس، حضرت ابوہریرہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہم سے مسح علی الخفین کا انکار منقول ہے؟

جواب: حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے جواز مسح کی حدیث مسند بزار میں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد، بیہقی، مسند بزار، مصنف ابن ابی شیبہ میں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے سنن کبریٰ نسائی میں مروی ہے اور یہ سب احادیث قوی ہیں اور مثبت نافی سے راجح ہوتا ہے۔

اشکال: امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ سے انکار مسح منقول ہے؟

جواب: خود امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ مؤطا میں باب المسح علی الخفین کے تحت مسح علی الخفین کی احادیث وآثار لائے ہیں۔ مالکیہ حضرات شدومد سے جواز کے قائل ہیں۔ لہٰذا انکار کا قول شاذ ہے۔ یا مؤول ہے۔ تاویل یہ ہے کہ آپ جواز مسح کا فتویٰ تو دیتے تھے مگر ذاتی عمل میں غسل رجلین کو ترجیح دیتے تھے۔ امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول سے اس توجیہ وتاویل کی تائید ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں: من ترك المسح كترك مالك صلينا خلفه ومن ترك انكار اكالمبتدعة لم نصل خلفه۔

سوال نمبر 5: عن ابن عباس رضی الله عنهما قال كان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی وهو بمكة نحو بیت المقدس والكعبة بین یدیه

(الف) ترجم الحدیث الشریف الی الاردیة وبین مدة صلی فیها رسول الله صلی الله علیه وسلم نحو بیت المقدس؟

(حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟ نیز بتائیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنا عرصہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے رہے؟)

(ب) هل في تعدد تحويل القبلة اختلاف؟ عليك ان تبين مفصلاً مدللاً

(کیا تحویل قبلہ کی تعداد میں اختلاف ہے؟ اس کی تفصیل بیان کریں)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قیام مکہ کے دوران بیت المقدس کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا کرتے رہے جبکہ کعبہ بھی سامنے ہوتا تھا۔

بیت المقدس کی طرف منہ کرنے کی مدت: شب معراج میں نماز کا تحفہ ملنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم پوری مکی زندگی (۱۳ سال) بیت المقدس کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا کرتے رہے جبکہ کعبہ بھی عین سامنے ہوتا تھا۔ ہجرت کے بعد بھی سترہ ماہ تک بیت المقدس کی طرف چہرہ انور کر کے نماز پڑھتے رہے، پھر آپ کی دلی خواہش کے مطابق اللہ تعالیٰ نے ۲ھ میں تحویل قبلہ کر دیا۔

(ب) تحویل قبلہ کی تعداد میں اقوال: تحویل قبلہ کی تعداد میں مشہور دو اقوال ہیں: (i) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما اور علامہ بدرالدین عینی رحمہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے کہ تحویل قبلہ ایک بار ہوا، کیونکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکی میں اور بعد از ہجرت کے سترہ ماہ تک بیت المقدس (مسجد اقصیٰ) کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا فرماتے رہے۔ پھر بیت المقدس تحویل ہو کر کعبۃ اللہ قبلہ بن گیا۔

(۲) بعض علماء اور علامہ عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ تحویل قبلہ دو بار ہوا (i) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مکی زندگی میں کعبۃ اللہ کی طرف چہرہ انور کر کے نماز ادا کرتے ہیں، مدنی زندگی میں پہلے سترہ ماہ تک نماز میں مسجد اقصیٰ کی طرف چہرہ انور کرتے رہے۔ (ii) بعد ازاں اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش کے مطابق کعبۃ اللہ کو قبلہ بنا دیا۔ اس طرح دو دفعہ تحویل قبلہ ہوا۔

سوال نمبر 6: عن ابی هريرة رضى الله عنه قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يصلى الرجل مختصرًا

(الف) ترجم الحديث الى الاردية واكتب معنى الاختصار لغة واصطلاحا؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں؟ اختصار کا لغوی اور اصطلاحی معنیٰ لکھیں؟)

(ب) ما حكم الاختصار في الصلوة وغيرها ثم بين حكم النهى عن الاختصار

(نماز اور غیر نماز میں اختصار کا کیا حکم ہے؟ نیز اختصار سے نہی کا حکم بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے منع کیا کہ کوئی شخص مختصر نماز ادا کرے۔

اختصار کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ: لفظ "اختصار" باب افتعال ثلاثی مزید فیہ کا مصدر ہے، جس کا لغوی معنیٰ ہے: کم کرنا۔ اس کا اصطلاحی معنیٰ ہے: (i) نماز میں کوکھ پر ہاتھ رکھنا۔ (ii) چند آیات کی قرأت پر اکتفاء کر کے اور رکوع و سجود میں صرف تین تین بار تسبیحات کہہ کر نماز ادا کرنا۔

(ب) اختصار کا مفہوم: نماز میں اختصار سے مراد ہے: فرض قرأت پر اکتفاء کرتے ہوئے اور رکوع و سجود میں تین تین بار تسبیحات پڑھتے ہوئے نماز پڑھنا، ایسی نماز مسنون طریقہ سے قدرے ہٹی ہوئی ہوتی ہے۔ غیر نماز میں اختصار سے مراد ہے: کسی کام کو برائے نام حد تک کرنا۔

حدیث میں جس نماز کے اختصار کی نہی و ممانعت وارد ہے، اس سے مراد ہے: چند آیات کی قرأت، رکوع و سجود میں پوری تسبیحات پڑھے بغیر اور خشوع و خضوع کا لحاظ کیے بغیر نہایت سرعت و عجلت سے نماز ادا کرنا۔ ایسی نماز خشوع و خضوع، اعتدال ارکان اور مسنون طریقہ سے خالی ہونے کی وجہ سے ناقص ہوتی ہے، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۸ھ 2017ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائی و ابن ماجة

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

اجب عن اثنین، اثنین من کل قسم

﴿القسم الاوّل...... لسنن النسائی﴾

السوال الاول: عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال سئل رسول الله صلی الله علیه وسلم عن الماء وما ینوبه من الدواب والسباع فقال اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث

(۱) ترجم الحدیث الشریف الی الاردیة بعد توضیح لفظ "قلتین" فی متنه؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) فصل الاختلاف بین ابی حنیفة والشافعی رحمهما الله تعالٰی فی نجاسة الماء اذا کان الماء قلتین مع دلائلهما؟ (۱۵)

السوال الثانی: عن ابن عمر قال کان رسول الله صلی الله علیه وسلم یصلی علی راحلته فی السفر حیث ما توجهت به؟

(۱) شکل الحدیث الشریف ثم ترجمه الی الاردیة؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) بین الاعذار التی تجوز فیها صلوة الفرض بسببها علی الدابة؟ وهل تجوز الصلوة بهذه الاعذار علی القطار والطائرة أم لا؟ علیك أن تبین تفصیلاً (۱۵)

السوال الثالث: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ماحق امری مسلم له شیء یوصی فیه ان یبیت لیلتین الا ووصیته مکتوبة عنده

(۱) ترجم الحدیث الی الاردیة وبین معنی الوصیة لغة و شرعا؟ (۵+۵=۱۰)

(۲) هل الوصیة واجبة أم مستحبة؟ فصل اختلاف الآئمة مع الدلائل فی هذه المسئلة؟ (۱۵)

﴿القسم الثانی...... ابن ماجة﴾

السوال الرابع: عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رأيتموا الهلال فصوموا و اذا رأيتموه فافطروا فان غم عليكم فصوموا للثين

(الف) ترجم الحديث الى الاردية واكتب معنى الصوم لغة واصطلاحا مع بيان المطابقة بينهما؟ (۳+۳+۴=۱۰)

(ب) من رأى هلال رمضان وحده ولم يصم فهل عليه قضاء و كفارة أم لا؟ بين مذاهب الآئمة مع الدلائل (۱۵)

السوال الخامس: عن عمر بن الخطاب رضی الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول لايقتل الوالد بالولد

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى اللغة الاردية؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) عرف القصاص لغة و اصطلاحا وبين الاختلاف في الاقتصاص عن الوالد ان قتل ولده؟ (۵+۱۰=۱۵)

السوال السادس: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من اقتنى كلبا فانه ينقص من عمله كل يوم قيراط الا كلب حرث او ماشية

(الف) اشرح الكلمات المخطوطة فی الحديث الشريف بعد تشكيل متنه؟ (۵+۵=۱۰)

(ب) بای سبب نقص اجر العمل باقتناء الكلب؟ عليك أن تبين ثلثة اسباب فقط (۵×۳=۱۵)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2017ء

پانچواں پرچہ: سنن نسائی و سنن ابن ماجہ

﴿قسم اوّل: سنن نسائی﴾

سوال نمبر 1: عن عبدالله بن عمر رضی الله عنهما قال سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم عن الماء وما ينوبه من الدواب والسباع فقال اذا كان الماء قلتين لم يحمل

الحدیث

(۱) ترجم الحدیث الشریف الی الاردیۃ بعد توضیح لفظ "قلتین" فی متنہ؟
(متن حدیث میں لفظ "قلتین" کی وضاحت کرنے کے بعد حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)
(۲) فصل الاختلاف بین ابی حنیفۃ والشافعی رحمہما اللہ تعالٰی فی نجاسۃ الماء اذا کان الماء قلتین مع دلائلھما؟
(ماء قلتین میں نجاست گرنے کی صورت میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالٰی کا اختلاف مع الدلائل تفصیلاً بیان کریں؟)

جواب: (الف) لفظ "قلتین" کی وضاحت: لفظ "قلتین" (دو گھڑے) تثنیہ ہے اور اس کا واحد "قــلـہ" ہے۔ اس کے معنی و مفہوم میں آئمہ کا اختلاف ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ "قــلـتـیـن" "ماء کثیر" ہے، اس میں نجاست گرنے سے اس وقت تک پلید نہیں ہوگا جب تک اوصاف ثلاثہ یعنی رنگ، بو اور ذائقہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالٰی کے نزدیک "قـلـتـیـن" کی مقدار "مـاء قـلـیـل" ہے، اس میں نجاست گرنے سے فوراً پلید ہو جاتا ہے خواہ اس کے اوصاف ثلاثہ میں کوئی تبدیل نہ بھی ہو۔

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس سے چار پائے اور درندے پیتے ہوں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب وہ پانی قلتین کی مقدار میں ہو تو وہ پلید نہیں ہوتا۔

(ب) مـاء قـلـتـیـن میں نجاست گرنے سے نجس ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ:

ظاہریہ کہتے ہیں کہ پانی قلیل ہو یا کثیر نجاست کے گرنے سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کہ نجاست اس پر غالب نہ آ جائے۔

امام مالک رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ پانی قلیل ہو یا کثیر نجاست گرنے سے اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا، جب تک پانی کے اوصاف ثلاثہ (رنگ، بو، مزہ) میں سے کوئی ایک وصف تبدیل نہ ہو جائے۔

آئمہ ثلاثہ رحمہم اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ اگر پانی قلیل ہو تو نجاست گرنے سے فوراً ناپاک ہو جاتا ہے اور اگر کثیر ہو تو اس وقت تک ناپاک نہیں ہوتا جب تک کوئی ایک وصف نہ بدل جائے۔ پھر آئمہ ثلاثہ کے درمیان قلیل و کثیر کے معیار میں اختلاف ہے کہ قلیل پانی کی مقدار کیا ہے اور کثیر کی کیا ہے۔ یعنی کتنے پانی کو قلیل کہا جائے گا اور کتنے کو کثیر۔

امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالٰی فرماتے ہیں کہ جو پانی قـلـتـیـن سے کم ہو وہ قلیل ہے اور جو بقدر قلتین ہو یا قلتین سے زائد ہو وہ کثیر ہے۔

احناف رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک چونکہ شریعت کی طرف سے پانی کی قلت وکثرت کا کوئی معیار مقرر نہیں اس لیے تین قول ہیں: پہلے دو قول امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف منسوب ہیں اور تیسرا قول متاخرین احناف کی طرف۔

(i) جتلابہ کی رائے کا اعتبار ہے۔ جتلابہ قلیل سمجھے تو قلیل اور کثیر سمجھے تو کثیر۔

(ii) اگر اتنا پانی ہو کہ ایک طرف حرکت دینے سے دوسری طرف پانی متحرک ہو جائے تو وہ قلیل ہے ورنہ کثیر۔

(iii) دہ دردہ ہو تو کثیر ورنہ قلیل۔

تنبیہ: دہ دردہ کی تحدید امام صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب نہیں ہے بلکہ متاخرین احناف نے عوام کی فہم وسہولت کے لیے یہ قول کیا ہے۔

دلیل امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ: حدیث بیرِ بضاعہ "ان الماء طهور لا ينجسه شيء" ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: پانی پاک ہے، اس کو کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی۔ اس حدیث میں ماء قلیل وکثیر کی کوئی تفریق نہیں ہے' ہر پانی کے بارے میں یہی کہا گیا ہے کہ وہ ناپاک نہیں ہوتا' اور یہی ہمارا بھی کہنا ہے کہ صرف نجاست کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا ہے خواہ قلیل ہو یا کثیر۔ رہی تغیر وصف کی قید تو وہ ہم نے اس لیے لگائی ہے کہ اسی حدیث میں یہ الفاظ زائد ہیں: الا ما غلب على طعمه او لونه او ريحه۔

جواب: آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ حکم ہے: "ان الماء طهور لا ينجسه شيء" بیرِ بضاعہ کے ساتھ خاص تھا' بیرِ بضاعہ کا پانی کثرت استعمال کی وجہ سے ماء جاری کے حکم میں تھا اور ماء جاری وقوع نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا۔ اس لیے اس حدیث سے دوسرے پانیوں کے بارے میں بھی یہی حکم لگانا صحیح نہیں ہے۔

دلیل امام شافعی وامام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ: یہ حضرات حدیث قلتین کو پیش کرتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب پانی دو قلہ ہو تو نجاست اسے متاثر نہیں ہوتی کہ دو قلہ پانی کثیر ہے اور اس سے کم قلیل ہے۔

جواب: حدیث قلتین کے متعدد جوابات دیئے گئے ہیں مثلاً (۱) یہ حدیث مضطرب ہے اس کی سند اور متن دونوں میں اضطراب ہے۔ (۲) مجمل ہے کہ قلہ کے بہت سے معانی ہیں (جیسے آدمی کا قد، پہاڑ کی چوٹی وغیرہ) اور معلوم نہیں کہ حدیث میں کون سا معنی مراد ہے۔ (۳) یہ حدیث مؤول ہے یعنی اس حدیث کا مطلب یہ نہیں ہے کہ اگر پانی دو قلہ ہو تو نجاست اسے متاثر نہیں ہوتی بلکہ مطلب یہ ہے کہ اگر پانی دو قلہ ہو تو نجاست کو برداشت نہیں کر پاتا (ناپاک ہو جاتا ہے)

دلیل احناف: (ا) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: لا یبولن احدکم فی الماء الدائم۔ اس حدیث میں ماء دائم میں پیشاب کرنے سے منع کیا گیا ہے کہ پیشاب کر کے اس کو ناپاک نہ کیا جائے۔ ملاحظہ فرمائیے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مطلقاً ماء دائم میں پیشاب کرنے سے منع فرمایا اب وہ ماء دائم قلتین بھی ہو سکتا ہے اور زیادہ بھی۔ معلوم ہوا کہ قلتین قلت وکثرت کا معیار نہیں ہے اس لیے کہ اگر وہ کثیر ہوتا تو ناپاک نہ ہوتا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا استثنیٰ فرماتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے استثنیٰ نہیں فرمایا ہے۔

دلیل (۲): "اذا استیقظ احدکم من نومہ فلا یغمس یدہ فی الاناء" اس حدیث میں سو کر اٹھنے کے بعد پانی کے برتن میں بغیر دھلے ہاتھ ڈالنے سے منع کیا گیا ہے، مقصد یہی ہے کہ ہو سکتا ہے ہاتھ پر کچھ نجاست لگی ہو، بغیر دھلے ہاتھ ڈالنے سے وہ نجاست پانی میں چلی جائے اور پانی ناپاک ہو جائے۔ جب نجاست کے احتمال کی وجہ سے پانی میں بغیر دھلے ہاتھ ڈالنے سے منع کیا گیا ہے تو عین نجاست سے بدرجہ اولیٰ پانی ناپاک ہو جائے گا۔

سوال نمبر 2: عَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ كَانَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيَ عَلٰى رَاحِلَتِهٖ فِي السَّفَرِ حَيْثُ مَا تَوَجَّهَتْ بِهٖ

(ا) شکل الحدیث الشریف ثم ترجمہ الی الاردیۃ؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(۲) بین الاعذار التی تجوز فیھا صلوۃ الفرض بسببھا علی الدابۃ؟ وھل تجوز الصلوۃ بھذہ الاعذار علی القطار والطائرۃ ام لا؟ علیک ان تبین تفصیلاً

(وہ اعذار بیان کریں جن کی وجہ سے سواری پر فرض نماز جائز ہے؟ کیا ان اعذار کی وجہ سے ریل کار اور ہوائی جہاز پر نماز جائز ہے یا نہیں؟ آپ تفصیل سے بیان کریں)

جواب: (الف) اعراب برحدیث: اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں۔

ترجمہ حدیث: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم دوران سفر اپنی سواری پر نماز پڑھتے تھے، جس سمت بھی وہ (سواری) متوجہ ہوتی۔

(ب) سواری پر فرض نماز ادا کرنے کے جواز کے اعذار: نفلی نماز بالاتفاق سواری پر جائز ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرض نماز سواری پر ادا نہیں کرتے تھے لیکن نوافل ادا فرماتے تھے۔ عند الاحناف اعذار کی بنا پر فرض نماز بھی سواری پر پڑھی جا سکتی ہے، وہ اعذار درج ذیل ہیں:

(i) تیز بارش کی وجہ سے زمین پر کیچڑ ہو کہ چہرہ اور کپڑے آلودہ ہونے کا یقین ہو۔

(ii) اس کے ہمسفر روانہ ہو جائیں گے اور یہ اکیلا رہ جائے گا۔

(iii)سواری شریر ہو کہ وہ دوبارہ سوار نہ ہونے دے گی اور کوئی معاون بھی نہ ہو جو اسے سوار کر سکے۔

(iv)سوار اتنا ضعیف و کمزور ہو کہ اترنے کی صورت میں دوبارہ سوار نہ ہو سکتا ہو۔

(v)سوار مریض ہو اور اترنے کی وجہ سے مرض میں اضافہ ہونے کا امکان ہو۔

(vi)جان ضائع ہونے کا امکان ہو۔

(vii)اس کے مالی نقصان ہونے کا امکان ہو۔

ریل گاڑی پر نماز ادا کرنا: اس بات پر فقہاء کرام کا اتفاق ہے کہ کشتی پر فرض نماز ادا کرنا جائز ہے اور یہ جواز سواری پر قیاس سے ثابت ہوتا ہے۔ کشتی اور سواری کا باہم فرق کم ہے یعنی سواری ذی روح ہوتی ہے جبکہ بحری جہاز اور ریل گاڑی میں تعلق زیادہ ہے: (۱) دونوں کے چلانے والا ڈرائیور ہے۔(۲) دونوں میں تیل استعمال ہوتا ہے۔

کشتی کو سواری پر، بحری جہاز کو کشتی پر، ریل گاڑی کو بحری جہاز پر اور ہوائی جہاز کو ریل گاڑی پر قیاس کرتے ہوئے فرائض ادا کرنا جائز ہے۔ ریل گاڑی اور ہوائی جہاز پر ادا کی ہوئی نمازوں کا بعد میں اعادہ ضروری ہے، کیونکہ ترک نماز گناہ کبیرہ ہے اور گناہ کبیرہ سے اجتناب واحتراز فی الفور ضروری ہوتا ہے۔

سواری، کشتی، بحری جہاز، ریل گاڑی اور ہوائی جہاز میں نماز ادا کرتے وقت سمت کعبہ ضروری ہے خواہ اس کا علم کسی تجربہ کار شخص سے دریافت کیا جائے یا قبلہ نما کے ذریعہ معلوم یا پھر تحری کے سبب حاصل ہو۔

فقہ کی کتب میں یہ جزئی ہمیں ملتی ہے کہ مجبوری کی وجہ سے سمت کعبہ معاف بھی ہو جاتی ہے۔ چنانچہ نماز خوف کے ضمن میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ اگر دشمن سے گھمسان کا مقابلہ ہو تو سواری پر یا پیدل جس طرح بھی اور جس سمت بھی منہ کر کے نماز پڑھی جائے جائز ہے۔ چنانچہ اس بارے میں ارشاد باری تعالیٰ ہے:

فَاِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا اَوْ رُكْبَانًا ج ''اگر تمہیں جان کا خوف ہو تو چلتے ہوئے نماز پڑھو یا سواری پر۔'' چلتی ریل گاڑی سے اتر کر اور اڑتے ہوئے ہوائی جہاز سے نکل کر نماز ادا کرنا، دشمن سے بھی زیادہ خطرناک معاملہ ہے۔ لہٰذا ان پر بروقت پوری نماز ادا کی جائے گی، سمت کا اعتبار تحری وغیرہ سے کیا جائے گا اور منزل پر رسائی کے بعد احتیاطاً نماز کا اعادہ کیا جائے گا۔ وَاللّٰهُ تَعَالٰی اَعْلَمُ

سوال نمبر3: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم ماحق امرئ مسلم له شيء يوصي فيه ان يبيت ليلتين الا ووصيته مكتوبة عنده

(ا)ترجم الحديث الى الاردية وبين معنى الوصية لغة و شرعا؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں؟ وصیت کا لغوی اور شرعی معنی بیان کریں؟)

(۲) هل الوصية واجبة أم مستحبة؟ فصل اختلاف الأئمة مع الدلائل في هذه المسئلة؟

(کیا وصیت لکھنا واجب ہے یا مستحب ہے؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل تفصیل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس مسلمان کے پاس کوئی چیز موجود ہو، دو رات گزرنے سے پہلے اس کے بارے میں لکھی ہوئی وصیت اس کے پاس ہونی چاہیے۔

وصیت کا لغوی و شرعی معنیٰ: وصیت کا لغوی معنیٰ ہے: کسی سے ناصحانہ اور سبق آموز گفتگو کرنا مثلاً خلفاء راشدین رضی اللہ تعالیٰ عنہم دشمن کے مقابلہ اور فتوحات کی غرض سے لشکر روانہ کرتے وقت انہیں یوں وصیت فرمایا کرتے تھے: تم نے دشمن کے بچوں، بوڑھوں، عورتوں کو قتل نہیں کرنا اور ان کے درختوں اور اموال کو نقصان نہیں پہنچانا۔

وصیت کا شرعی معنیٰ ہے: (ا) بطور احسان کسی کو اپنے مرنے کے بعد اپنے مال یا منفعت کا مالک بنانا۔ (۲) وہ تملیک جو موت کے بعد کسی کی طرف مضاف ہوتی ہے۔ یہ وصیت مرنے سے قبل اپنے مال کے ثلث حصہ میں کی جاسکتی ہے۔ طاقت ہونے کی صورت اس وصیت کو عملی جامہ پہنانا، ورثاء پر واجب ہے۔ یہ وصیت غیر وارث کے حق میں ہوگی یعنی کسی وارث کے حق میں وصیت کرنا جائز نہیں ہے۔

(ب) وصیت کے وجوب یا عدم وجوب کے حوالے سے مذاہب آئمہ: پہلے وصیت واجب تھی، اس بارے میں ارشاد ربانی ہے:

كُتِبَ عَلَيْكُمْ إِذَا حَضَرَ أَحَدَكُمُ الْمَوْتُ إِنْ تَرَكَ خَيْرًا ۚ الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْأَقْرَبِينَ بِالْمَعْرُوفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِينَ ۝ (البقرہ: ۱۸۰) تم پر فرض ہوا کہ جب تم میں سے کسی کو موت آئے، اگر کچھ مال چھوڑے تو وصیت کر جائے، اپنے والدین اور قریبی رشتہ داروں کے لیے موافق دستور یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر۔"

اس آیت کے تحت حضرت صدر الافاضل علامہ سید محمد نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: ابتدائے اسلام میں وصیت فرض تھی، پھر جب میراث کے احکام نازل ہوئے تو منسوخ کی گئی، اب غیر وارث کے لیے تہائی مال سے کم میں وصیت مستحب ہے بشرطیکہ ورثاء محتاج نہ ہوں یا ترکہ ملنے پر محتاج نہ رہیں ورنہ ترکہ وصیت سے افضل ہے۔

ارکان وصیت تین ہیں جو درج ذیل ہیں:

(i) موصی (وصیت کنندہ) بشرطیکہ وہ بالغ وذی عقل ہو، حواس باختہ اور اپنے کل مال کے برابر

مقروض نہ ہو۔ وصیت مذاق سے غلطی سے یا جبرانہ کی ہو۔

(ii) موصیٰ لہ (جس کے حق میں وصیت کی جائے) بشرطیکہ وہ مالک بننے کا اہل ہو، وصیت کے وقت موصیٰ لہ موجود ہو یا اس کی موجودگی واقع ہو۔ یہ بھی شرط ہے کہ موصیٰ لہ نے موصی کو جان بوجھ کر قتل نہ کیا ہو۔ البتہ موصیٰ لہ کا معلوم ہونا ضروری ہے جبکہ موصیٰ لہ کا مسلمان ہونا لازمی نہیں ہے۔

(iii) موصیٰ بہ (جس چیز کی وصیت کی جائے) بشرطیکہ وہ ایسی چیز ہو کہ معاملہ کے بعد ملکیت میں آسکتی ہو خواہ وہ مال ہو یا منفعت، وصیت کے لیے موصیٰ بہ کا موجود ہونا ضروری نہیں ہے۔ البتہ یہ ضروری ہے کہ موصیٰ بہ مال کا صرف ایک تہائی ہو۔

یادر ہے وصیت کے وجوب یا عدم وجوب میں آئمہ فقہ کا کوئی اختلاف نہیں اور اس کے احکام کا خلاصہ سطور بالا میں ہم نے بیان کر دیا ہے۔

﴿قسم ثانی: سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر 4: عن ابی هريرة رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا رأيتموا الهلال فصوموا واذا رأيتموه فافطروا فان غم عليكم فصوموا ثلثين

(الف) ترجم الحديث الى الاردية واكتب معنى الصوم لغة واصطلاحا مع بيان المطابقة بينهما؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں؟ نیز "صوم" کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کرتے ہوئے دونوں کے درمیان مطابقت واضح کریں؟)

(ب) من رأى هلال رمضان وحده ولم يصم فهل عليه قضاء و كفارة ام لا؟ بين مذاهب الآئمة مع الدلائل

(جو شخص اکیلا رمضان کا چاند دیکھے اور اس نے روزہ نہ رکھا، تو کیا اس پر قضاء و کفارہ لازم ہوگا یا نہیں؟ مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم (رمضان کا) چاند دیکھو تو تم روزہ رکھو اور جب تم (شوال کا) چاند دیکھو تو روزہ رکھنا ترک کر دو۔ پس اگر تم پر بادل چھا جائیں تو تم تیس دن پورے کرو۔

صوم کا لغوی و اصطلاحی معنیٰ اور دونوں معانی میں مطابقت: لفظ "صوم" کا لغوی معنیٰ ہے:

اساک یعنی رک جانا، باز آجانا، ترک کردینا۔ اس کا اصطلاحی معنی ہے: صبح صادق سے لے کر غروب آفتاب تک کھانے، پینے اور جماع سے رک جانا۔ چونکہ دونوں معانی میں ترک کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے، یہی چیز ان میں مطابقت ہے۔

(ب) اکیلے آدمی کے چاند دیکھنے کا حکم اور اس میں مذاہب آئمہ: جب مطلع صاف نہ ہو تو امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ رمضان کے چاند کے لیے ایک عادل شخص کی گواہی کافی ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ دو آدمیوں کی گواہی ضروری ہے۔ مطلع صاف ہونے کی صورت میں عند الاحناف جم غفیر کی گواہی ضروری ہے۔

جمہور کی دلیل یہ روایت ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال جاء اعرابی رضی اللہ عنہ الی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال: انی رأیت الھلال فقال: أتشھد ان لآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ؟ أتشھد ان محمداً رسول اللہ؟ قال: نعم، قال: یا بلال! اذن فی الناس ان یصوموا غداً

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ ایک اعرابی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! میں نے چاند دیکھا ہے، آپ نے فرمایا: کیا تم اس بات کی گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں ہے؟ اور اس بات کی بھی گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے عرض کیا: ہاں! آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے مؤقف پر یہ حدیث پیش کرتے ہیں:

عن عبدالرحمن بن زید بن الخطاب رضی اللہ عنہ انہ خطب فی الیوم الذی شک فیہ فقال انی جالست اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وسألتھم وانھم حدثونی ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال: صوموا الرؤیتہ وافطروا الرؤیتہ وانسکوا لھا فان غم علیکم فاتموا ثلاثین یوماً فان شھد شاھدان مسلمان فصوموا وافطروا۔

"حضرت عبدالرحمن بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ انہوں نے یوم شک میں بیان کیا: میری صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے نشست و برخاست تھی، میں نے ان سے سوال کیا تو انہوں نے مجھے بتایا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم چاند دیکھ کر روزے کا آغاز کرو اور چاند دیکھ کر اسے موقوف کرو،

پس تم ارکان حج بھی اسی کے مطابق ادا کرو۔ پس اگر مطلع ابر آلود ہو، تو تم تیس دن پورے کرو۔ پس اگر دو عادل گواہی پیش کریں تو تم روزہ رکھو اور تم اسے موقوف کرو۔"

آئمہ ثلاثہ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(i) منطوق، مفہوم سے ارجح ہے۔ (ii) اصول تو دو گواہوں کا ہے لیکن ہلال رمضان ایک سے مستثنیٰ ہے۔

آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ رمضان المبارک کا چاند اکیلا شخص دیکھے، پھر وہ روزہ نہ رکھے تو اس پر قضاء واجب ہوگی مگر کفارہ نہیں ہے، کیونکہ اس نے روزہ رکھ کر توڑا نہیں ہے بلکہ ابتداءً رکھا ہی نہیں ہے۔ حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اس پر قضاء بھی واجب نہیں ہوگی، کیونکہ ایک گواہی کالعدم ہے۔

سوال نمبر 5: عَنِ ابْنِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ لَا يُقْتَلُ الْوَالِدُ بِالْوَلَدِ

(الف) شكل الحديث ثم ترجمه الى اللغة الاردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) عرف القصاص لغة و اصطلاحا وبين الاختلاف فى الاقتصاص عن الوالد ان قتل ولده؟

(قصاص کی لغوی و اصطلاحی تعریف کریں؟ باپ اپنے بیٹے کو قتل کرے تو اس سے قصاص لینے میں اختلاف بیان کریں؟)

جواب: (الف) اعراب بر حدیث: اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں۔

ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا بیان ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: باپ کو بیٹے کے عوض قتل نہیں کیا جائے گا۔

(ب) قصاص کی لغوی و اصطلاحی تعریف: لفظ "قصاص" کا لغوی معنیٰ ہے: کسی سے بدلہ لینا۔ اس کی اصطلاحی تعریف ہے: جب کوئی شخص عمداً کسی کو زخمی کرے یا قتل کرے، تو اس سے اسی طرح کا پورا بدلہ لینا۔

جب کوئی شخص کسی کو خطاءً زخمی کرے یا قتل کرے، اس کا قصاص نہیں ہے۔ عمداً ایسا ارتکاب کرنے سے اس سے تین طرح بدلہ لیا جا سکتا ہے: (۱) اس سے قصاص لیا جائے۔ (۲) یا وہ معاف کر دے۔ (۳)

یا دیت وصول کرے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام ابویوسف اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قاتل کو تیز دھار آلہ سے قصاصاً قتل کیا جائے گا، کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا قود الا بحدیدۃ یعنی قصاص صرف دھاری دار چیز سے لیا جائے گا۔ نیز اس بارے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا دوسرا ارشاد گرامی ہے: لا قود الا بالسیف یعنی قصاص صرف تلوار کے ذریعے لیا جائے گا۔

<u>بیٹے کو قتل کرنے کی صورت میں باپ کو قصاصاً قتل کرنے میں مذاہب آئمہ:</u> جب باپ اپنے بیٹے کو عمداً قتل کرے، کیا باپ کو بیٹے کے قصاص میں قتل کیا جائے گا یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ باپ کو بیٹے کے قصاص میں قتل نہیں کیا جائے گا، انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے، جس میں باپ کو قصاصاً قتل نہ کرنے کی صراحت موجود ہے۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر باپ اپنے بیٹے کو تلوار وغیرہ سے قتل کرے، تو اس سے قصاص نہیں لیا جائے گا، کیونکہ امکان ہے کہ اس نے تادیب سکھانے کی سعی کی اور وہ اس کی ہلاکت کا سامان بن گیا۔ ہاں اگر باپ اپنے بیٹے کو چھری یا تیز دھار آلہ سے ذبح کی صورت میں قتل کرے، تو اس سے قصاص لیا جائے گا، کیونکہ یہ عمداً قتل ہے، جس کی سزا قصاص تجویز کی گئی ہے۔

سوال نمبر6: عَنْ <u>اَبِیْ هُرَیْرَةَ</u> قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ <u>مَنِ اقْتَنٰی</u> كَلْبًا فَاِنَّهٗ یَنْقُصُ مِنْ عَمَلِهٖ كُلَّ یَوْمٍ <u>قِیْرَاطٌ</u> اِلَّا كَلْبَ حَرْثٍ اَوْ مَاشِیَةٍ

(الف) اشرح الکلمات المخطوطة فی الحدیث الشریف بعد تشکیل متنه؟

(متن حدیث پر اعراب لگانے کے بعد خط کشیدہ کلمات کی تشریح کریں؟)

(ب) بای سبب نقص اجر العمل باقتناء الکلب؟ علیك ان تبین ثلثة اسباب فقط

(کتا رکھنے سے نیک عمل کے اجر میں کمی ہونے کا سبب کیا ہے؟ صرف تین اسباب بیان کریں؟)

<u>جواب: (الف) اعراب برحدیث:</u> اعراب اوپر لگا دیئے گئے ہیں۔

<u>خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:</u> من موصولہ جو الذی کے معنی کے ساتھ ہے۔ اقتنی صیغہ واحد مذکر فعل ماضی معروف ناقص از باب افتعال جس کا معنی ہے: پرورش کرنا، گھر میں رکھنا۔ قیراط: وزن ہے جو دینار کا بیسواں ہوتا ہے اور یہ بارہ (۱۲) چاولوں کے مساوی ہوتا ہے۔ یہ دو ہزار ایک سو ستاسی (۲۱۸۷) گرام

کے برابر ہوتا ہے۔

(ب) عمل خیر کے ثواب میں کمی ہونے کے اسباب: گھر میں کتا رکھنے کی صرف دو صورتوں میں اجازت ہے: (ا) کھیتی باڑی کی نگرانی کے لیے (۲) چار پایوں کی حفاظت کے لیے۔ ان صورتوں کے علاوہ گھر میں کتا رکھنا یا اس کی پرورش کرنا، اعمال خیر کے اجر میں کمی کا باعث ہوتا ہے۔ اس کے کثیر اسباب ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

(i) خنزیر کے بعد کتا سب سے زیادہ نجس جانور ہے۔

(ii) طبائع اس سے نفرت کرتی ہیں۔

(iii) جس گھر میں یہ جانور ہو، اس میں رحمت کے فرشتے نہیں آتے۔

(iv) یہ قابل نفرت اور منحوس جانور ہے جس طرح حدیث سے عیاں ہے۔

(v) یہ انسانوں کا دشمن جانور ہے، یہی وجہ ہے کہ کاٹنے سے باز نہیں آتا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۹ھ 2018ء

الورقة الأولى: لصحيح البخارى

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السؤال الاول اجبارى ولك الخيار فى البواقى ان تجيب عن اثنين

السؤال الاول: كتاب الايمان: باب قول النبى صلى الله عليه وسلم بنى الاسلام على خمس وهو قول و فعل ويزيد وينقص .

(الف) اكتب معنى الايمان والاسلام لغة واصطلاحا ثم بين الاتحاد و التغاير بينهما؟ ۴+۶=۱۰

(ب) اذا قال المصنف "باب بدء الوحى" لم يذكره بالكتاب وذكر ههنا الكتاب؟ عليك ان تجيب بالاختصار؟ ۱۰

(ج) هل الايمان يزيد وينقص؟ بين مذهب المؤلف مع الدلائل التى ذكرها فى ابتداء هذا الباب؟ ۲۰

السؤال الثانى: باب الخروج فى طلب العلم ورحل جابر بن عبدالله مسيرة شهر الى عبدالله بن انيس فى حديث واحد .

(الف) ترجم العبارة الى الاردية وبين المقام الذى رحل جابر بن عبدالله اليه؟ ۷+۸=۱۵

(ب) انقل الحديث الذى سافر جابر فى طلبه؟ ۱۵

السؤال الثالث: عن أم قيس بنت محصن انها اتت النبى صلى الله عليه وسلم بابن لها صغير لم يأكل الطعام الى رسول الله صلى الله عليه وسلم فاجلسه رسول الله صلى الله عليه وسلم فى حجره فبال على ثوبه فدعا بماء فنضحه ولم يغسله .

(الف) ترجم الحديث الى الاردية مع وضع الاعراب على متنه فقط؟ ۷+۸=۱۵

(ب) بول الصبى طاهر أو نجس؟ اذكر مذهب الجمهور مع الدلائل ثم أجب عن دلائل اصحاب الظواهر؟ ۱۰+۵=۱۵

السؤال الرابع: عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت صلى رسول الله صلى الله عليه وسلم في بيته وهو شاك فصلى جالسا وصلى وراءه قوم قياما فأشار اليهم أن اجلسوا فلما انصرف قال انما جعل الامام ليؤتم به فاذا ركع فاركعوا واذا رفع فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد واذا صلى جالسا فصلوا جلوسا اجمعون .

(الف) ترجم الحديث الشريف الى اللغة الاردية مع اعراب العبارة المخطوطة عليها؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) هل يجوز للقائم ان يقتدى قاعدا؟ اذكر مذاهب الائمة ودلائلهم ۔ ۱۵

☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2018ء

پہلا پرچہ: صحیح بخاری

السؤال الاول: کتاب الایمان: باب قول النبی صلی اللہ علیہ وسلم بنی الاسلام علی خمس وھو قول و فعل ویزید وینقص۔

(الف) اکتب معنی الایمان والاسلام لغۃ واصطلاحا ثم بین الاتحاد والتغایر بینھما؟

(ایمان اور اسلام کا لغوی واصطلاحی معنیٰ لکھیں پھر دونوں کے درمیان اتحاد وتغایر بیان کریں؟)

(ب) اذا قال المصنف "باب بدء الوحی" لم یذکرہ بالکتاب وذکر ھھنا الکتاب؟ علیك ان تجنب بالاختصار؟

(جب مصنف نے آغاز میں "باب بدء الوحی" کہا تو کتاب کا ذکر نہیں کیا اور یہاں کتاب کا ذکر کیا، اس کی بالاختصار وجہ بیان کریں؟)

(ج) ھل الایمان یزید وینقص؟ بین مذھب المؤلف مع الدلائل التی ذکرھا فی ابتداء ھذا الباب؟

(کیا ایمان بڑھتا اور کم ہوتا ہے؟ مصنف کا مذہب ان دلائل کے ساتھ بیان کریں جو انہوں نے اس باب کے آغاز میں بیان کیے ہیں؟)

جواب: (الف) ایمان اور اسلام کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

ایمان کا لغوی معنیٰ ہے: ارادہ، قصد۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: ذات وصفات اور صفات کے تقاضوں میں اللہ تعالیٰ کو ایک سمجھنا، آسمانی کتب، انبیاء علیہم السلام، ملائکہ، جنت، دوزخ، تقدیر اور حشر وغیرہ کو دل سے تسلیم کرنا۔

اسلام کا لغوی معنیٰ ہے: اطاعت وفرمانبرداری کرنا۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کردہ اعمال جیسے نماز، روزہ، زکوٰۃ اور حج بیت اللہ کو بجالانا۔

ایمان واسلام کے مابین نسبت:

ایمان اور اسلام کے مابین نسبت کے بارے میں مشہور تین اقوال ہیں:

۱- آئمہ ثلاثہ، جمہور محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ، خوارج اور معتزلہ کا مؤقف ہے کہ دونوں کے مابین تساوی

وترادف کی نسبت ہے اور یہ نسبت مفہوم کے اعتبار سے بھی ہے اور وجود کے لحاظ سے بھی۔

۲-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کے نزدیک تغایر وتباین کی نسبت ہے۔ مگر وجود کے اعتبار سے دونوں کے درمیان عام وخاص من وجہ کی نسبت ہے، اس کا مطلب ہے کہ ان کی تین صورتیں ہوں گی: (i) دونوں جمع ہوں گی یعنی ایمان اور اسلام دونوں پائے جائیں گے۔ (ii) صرف ایمان پایا جائے گا اسلام نہیں پایا جائے گا۔ (iii) اسلام پایا جائے گا ایمان نہیں پایا جائے گا۔

۳-حضرت علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: دونوں کے مابین عام خاص مطلق کی نسبت ہے یعنی ایمان عام ہے اور اسلام خاص ہے۔

(ب) باب اور کتاب کے ساتھ عنوان قائم کرنے کی وجہ:

باب کے ضمن صرف ایک مسئلہ بیان کیا جاتا ہے جبکہ کتاب کے تحت کئی ابواب آتے ہیں اور ہر باب میں الگ مسئلہ ہوتا ہے۔ آغاز میں ایک مسئلہ (بدا الوحی) بیان کرنا مقصود تھا، اس لیے وہاں لفظ باب لایا گیا اور یہاں متعدد مسائل کا بیان ہے لہٰذا بطور عنوان لفظ "کتاب" استعمال کیا گیا ہے۔ الغرض عنوانات میں ان الفاظ کا انتخاب احوال وواقعات کے سبب ہے نہ کہ غیر ارادی طور پر۔

(ج) ایمان میں زیادتی وکمی کا مسئلہ:

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور جمہور متکلمین رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایمان "بسیط" ہے اور بسیط چیز کے اجزاء نہیں ہوتے۔ لہٰذا ایمان زیادتی وکمی کو قبول نہیں کرتا۔ آئمہ ثلاثہ اور حضرت امام بخاری رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں ایمان بسیط نہیں ہے، اس کے اجزاء ہیں اور یہ زیادتی وکمی کو قبول کرتا ہے۔ حقیقت میں یہ نزاع لفظی ہے، امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ نے ایمان میں زیادتی وکمی کا انکار کیا ہے جس کے آئمہ ثلاثہ بھی قائل ہیں۔ آئمہ ثلاثہ اعمال کے سبب ایمان میں زیادتی وکمی کے قائل ہیں اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ بھی اس کا انکار نہیں کرتے۔ حضرت امام بخاری رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف بھی آئمہ ثلاثہ سے مختلف نہیں ہے۔

السؤال الثانی: باب الخروج فی طلب العلم ورحل جابر بن عبداللہ مسیرۃ شھر الی عبداللہ بن انیس فی حدیث واحد۔

(الف) ترجم العبارۃ الی الاردیۃ وبین المقام الذی رحل جابر بن عبداللہ الیہ؟

(عبارت کا اردو ترجمہ کریں اور وہ مقام بتائیں جہاں کا حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے سفر اختیار کیا تھا؟)

(ب) انقل الحدیث الذی سافر جابر فی طلبہ؟

(وہ حدیث نقل کریں جس کو حاصل کرنے کے لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے سفر کیا تھا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حصول علم کے لیے نکلنے اور حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما کا ایک ماہ کا سفر کر کے محض ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس جانے کا بیان۔

اس مقام کی نشاندہی جس کی طرف حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہما نے سفر کیا:

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے محض ایک حدیث حاصل کرنے کے لیے ایک ماہ کا طویل سفر کیا اور حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے۔ اس مقام کے بارے میں دو اقوال ہیں:
(۱) ملک شام، (۲) مصر۔

(ب) وہ حدیث جسے حاصل کرنے کے لیے حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے طویل سفر اختیار کیا:

وہ حدیث جسے حاصل کرنے کے لیے حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما نے قیمتی سواری خریدی، ایک ماہ کا طویل ترین اور دشوار گزار سفر کیا، پھر حضرت عبداللہ بن انیس رضی اللہ عنہ کے پاس پہنچے اور وہ حدیث حاصل کی وہ حدیث حسب ذیل ہے:

میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے کہ لوگ قیامت کے دن ننگے غیر مختون اکٹھے کیے جائیں گے، انہیں اللہ تعالیٰ ندا دے گا: میں بادشاہ ہوں، میں بدلہ دینے والا ہوں، کوئی غیر مستحق جنت میں نہیں جائے گا۔ جہنم میں جانے والوں میں سے کوئی اس کے ظلم پر دادرس نہ ہوگا جب تک اس کا بدلہ نہ لے لے یہاں تک کہ ایک تھپڑ کا بھی، پوچھا: لوگ غیر مختون کیوں ہوں گے؟ حسنات وسیئات کے سبب۔

السؤال الثالث: عَنْ أُمِّ قَيْسٍ بِنْتِ مُحْصَنٍ أَنَّهَا أَتَتِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِابْنٍ لَهَا صَغِيْرٍ لَمْ يَأْكُلِ الطَّعَامَ إِلَى رَسُوْلِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فاجلسه رسول الله صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ حَجْرِهٖ فَبَالَ عَلٰى ثَوْبِهٖ فَدَعَا بِمَاءٍ فَنَضَحَهٗ وَلَمْ يَغْسِلْهُ.

(الف) ترجم الحديث الى الاردية مع وضع الاعراب على متنه فقط؟
(متن حدیث پر اعراب لگانے کے بعد حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) بول الصبی طاهر أو نجس؟ اذكر مذهب الجمهور مع الدلائل ثم اجب عن دلائل اصحاب الظواهر.
(کیا بچے کا پیشاب پاک ہے یا پلید؟ جمہور کا مذہب مع دلائل بیان کریں پھر اہل ظواہر کے دلائل کا جواب تحریر کریں؟)

جواب: (الف) متن حدیث پر اعراب اور ترجمہ حدیث:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ وہ اپنا چھوٹا بچہ جو کھانا نہیں کھاتا تھا لے کر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی گود میں بٹھا لیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے پانی منگوا کر اس پر چھینٹیں ماریں اور اسے دھویا نہیں تھا۔

(ب) بچے کا پیشاب پاک و نجس ہونے میں مذاہب آئمہ:

کیا شیر خوار بچے کا پیشاب پاک ہے یا نجس؟ اور اس کے دھونے کا طریقہ کار کیا ہے اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف یہ ہے کہ شیر خوار بچے کے پیشاب کرنے سے کپڑا پانی کے چھینٹے مارنے سے پاک ہو جاتا ہے اور اسے دھونے کی ضرورت نہیں ہے۔ انہوں نے حضرت اُمّ قیس بنت محصن رضی اللہ عنہا والی روایت سے استدلال کیا ہے، جس میں صاف موجود ہے کہ وہ اپنے بچے سمیت حاضر خدمت ہوئیں، ان کے شیر خوار بچے نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا تھا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پانی منگوا کر کپڑوں پر چھینٹیں ماری تھیں اور اسے دھویا نہیں تھا۔ البتہ شیر خوار بچی کا پیشاب نجس ہے اور اسے پانی سے دھویا جائے گا۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ بچی کے پیشاب کی طرح بچے کا پیشاب بھی نجس ہے، اسے بھی پانی سے دھویا جائے گا۔ انہوں نے حضرت عائشہ والی روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک دفعہ ایک بچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا، اس نے آپ کے کپڑوں پر پیشاب کر دیا، آپ نے حکم دیا اس پر اچھی طرح پانی بہا دو۔ علاوہ ازیں انہوں نے ان روایات سے بھی استدلال کیا ہے، جن میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب کی چھینٹوں سے بچنے کی تاکید فرمائی ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ دوسری روایات میں پانی بہانے کا ذکر موجود ہے، جس کے لیے نضح اور رش کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جبکہ ان کے معنی بھی پانی بہانے کے ہیں۔

السؤال الرابع: عن عائشة أم المؤمنين أنها قالت صلى رسول الله صلى الله

علیه وسلم فی بیته وهو شاك فصلی جالسا وصلی وراءه قوم قیاما فاشار الیهم

ان اجلسوا فلما انصرف قال انما جعل الامام لیؤتم به فاذا رکع فارکعوا واذا رفع

فارفعوا واذا قال سمع الله لمن حمده فقولوا ربنا ولك الحمد واذا صلی جالسا فصلوا

جلوسا اجمعون .

(الف) ترجم الحدیث الشریف الی اللغة الاردیة مع اعراب العبارة المخطوطة

علیها؟

(خط کشیدہ عبارت پر اعراب لگانے کے بعد حدیث شریف کا ترجمہ کریں؟)

(ب) هل یجوز للقائم ان یقتدی قاعدا؟ اذکر مذاهب الائمة ودلائلهم .

(حل قائم کی قاعد کی اقتداء میں نماز درست ہے؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ تحریر کریں؟)

جواب: (الف) خط کشیدہ عبارت پر اعراب اور ترجمہ حدیث:

خط کشیدہ عبارت پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے علالت کی وجہ سے اپنے گھر میں بیٹھ کر نماز ادا فرمائی جبکہ لوگ کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء میں نماز ادا کر رہے تھے تو آپ نے لوگوں کو بیٹھنے کا اشارہ کیا، نماز سے فراغت پر آپ نے فرمایا: امام اس لیے بنایا جاتا ہے کہ اس کی پیروی کی جائے، پس جب وہ رکوع کرے تو تم بھی رکوع کرو، جب وہ اٹھے تو تم بھی اٹھو۔ جب وہ سمع الله لمن حمده کہے تو تم یوں کہو: ربنا ولك الحمد اور جب وہ بیٹھ کر نماز پڑھے تو تم سب بھی بیٹھ کر نماز ادا کرو۔

(ب) قائم کا قاعد کی اقتداء میں نماز ادا کرنے میں مذاہب آئمہ:

کیا قائم کی قاعد کی اقتداء میں نماز ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ قائم کی قاعد کی اقتداء میں نماز ادا کرنا درست نہیں ہے، نہ کھڑے ہو کر اور نہ بیٹھ کر۔ تاہم امام کی طرح مقتدی بھی معذور ہو تو وہ ایسے امام کی اقتداء میں نماز ادا کر سکتا ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے: لایؤمن رجل بعدی جالسا (مصنف عبدالرزاق، ج:۲، ص:۴۶۳) یعنی میرے بعد کوئی شخص ہرگز بیٹھ کر نماز ادا نہ کرے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ اگر امام معذور ہو تو اس کے لیے بیٹھ کر نماز پڑھانا جائز ہے اور مقتدی بھی ایسے امام کی اقتداء بیٹھ کر کریں اور وہ کھڑے ہو کر اقتداء نہیں کر سکتے۔

انہوں نے جامع ترمذی کی اس روایت سے استدلال کیا ہے: واذا صلی قاعدا فصلوا قعوداً اجمعون۔ "یعنی جب امام بیٹھ کر نماز پڑھائے، تو تم سب بیٹھ کر نماز پڑھو۔"

۳۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ امام معذور بیٹھ کر نماز پڑھا سکتا ہے مگر مقتدی حضرات کھڑے ہو کر اس کی اقتداء کریں گے۔

دلائل: (۱) ارشاد ربانی ہے: وقوموا للہ قانتین اور تم حالت قیام میں نماز ادا کرو عاجزی کرتے ہوئے۔ (۲) مرض وصال میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھ کر نماز پڑھائی جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے قیام کی حالت میں آپ کی قیادت میں نماز ادا کی۔ (۳) وہ احادیث مبارکہ بھی ہماری دلیل ہیں جن میں قادر علی القیام کو بیٹھ کر نماز ادا کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت کا دارومدار حضرت جابر جعفی رحمہ اللہ تعالیٰ پر جو متفقہ ضعیف ہیں، اس لیے ان کی یہ روایت ناقابل استدلال ہے۔

حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے: (۱) یہ روایت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال والے واقعہ سے منسوخ ہے۔ جس میں مذکور ہے کہ آپ نے بیٹھ کر نماز پڑھائی اور صحابہ نے کھڑے ہو کر آپ کی اقتداء کی۔ (۲) یہ روایت نوافل سے متعلق ہے، بلاشبہ نفلی نماز میں قائم قاعد کی اقتداء کر سکتا ہے۔ (۳) یہ روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کے ساتھ مخصوص ہے۔

☆☆☆

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۹ھ 2018ء

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: السؤال الاوّل اجبارى ولك الخيار فى البواقى أن تجيب عن اثنين فقط

السؤال الاول: عن أبى هريرة أنه قال نهى عن بيعتين الملامسة والمنابذة أما الملامسة فان يلمس كل واحد منهما ثوب صاحبه بغير تامل والمنابذة أن ينبذ كل واحد منهما ثوبه الى الأخر ولم ينظر واحد منهما الى ثوب صاحبه .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية؟ ٩

(ب) ان كان فى تاويل الملامسة والمنابذة اقوال فعليك أن تبينها بالتفصيل . ٨+٨=١٦

(ج) بين معنى البيوع الأتية مع حكمها وعلتها؟ ٣×٥=١٥

بيع المصراة، بيع العرايا، بيع المحاقلة

السؤال الثانى: عن عائشة قالت اشترى رسول الله صلى الله عليه وسلم من يهودى طعاما ورهنه درعا من حديد .

(الف) لم اشترى النبى صلى الله عليه وسلم الطعام من يهودى ورهن درعه عنده دون الصحابة؟ اذكر فيه وجهان . ٥+٥=١٠

(ب) هل يجوز الرهن فى الحضر أم لا؟ بين مذاهب الائمة مع دلائلهم . ٢٠

السؤال الثالث: عن عائشة عن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال لا تقطع يد السارق الا فى ربع دينار فصاعدا .

(الف) هل يشترط النصاب فى قطع يد السارق أم لا؟ فصل فيه مذهب الخوارج مع الدلائل؟ ١٠

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى مقدار نصاب السرقة مع دلائلهم؟ ٢٠

السؤال الرابع: حدثنی أبو هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم أنا سيد ولد آدم يوم القيامة و أول من ينشق عنه القبر و أول شافع و أول مشفع .

(الف) ترجم الحديث الى اللغة الأردية بعد تشكيله؟ ۵+۵=۱۰

(ب) هذا الحديث معارض لحديث آخر "لاتفضلوا بين الانبياء" عليك أن تكتب في جوابه وجهان فقط؟ ۱۰+۱۰=۲۰

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2018ء

دوسرا پرچہ: صحیح مسلم

السؤال الاول: عن أبی هریرة أنه قال نهی عن بیعتین الملامسة والمنابذة أما الملامسة فان یلمس کل واحد منهما ثوب صاحبه بغیر تامل والمنابذة أن ینبذ کل واحد منهما ثوبه الی الآخر ولم ینظر واحد منهما الی ثوب صاحبه ۔

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) ان کان فی تاویل الملامسة والمنابذة أقوال فعلیك أن تبینها بالتفصیل؟

(بیع ملامسہ اور بیع منابذہ میں کوئی تاویل ہے تو اس بارے میں اقوال بالتفصیل بیان کریں؟)

(ج) بین معنی البیوع الآتیة مع حکمها وعلتها؟

(درج ذیل بیوع کی تعریف، حکم اور علت بیان کریں؟)

بیع المخابرة، بیع العرایا، بیع المحاقلة

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: دو بیعوں سے منع کیا گیا ہے: دو بیع ملامسہ اور بیع منابذہ ہیں۔ بیع ملامسہ یہ ہے کہ دو شخص باہم ایک دوسرے کے کپڑے کو بلاغور چھوئیں۔ بیع منابذہ یہ ہے کہ دونوں میں سے ہر ایک اپنا کپڑا دوسرے کی طرف پھینکے اور کوئی دوسرے کے کپڑے کو نہ دیکھے۔

(ب) بیع ملامسہ اور بیع منابذہ میں اقوال: ۱۔ بیع ملامسہ:

(i) کوئی شخص اندھیرے میں یا لپٹا ہوا کپڑا لائے اور مشتری سے کہے: میں تم سے اس شرط پر کپڑا فروخت کرتا ہوں کہ جب تم اس کو ہاتھ لگاؤ گے تو یہ دیکھنے کے قائم مقام ہوگا اور تمہیں واپس کرنے کا اختیار نہیں ہوگا۔

(ii) صرف چھونے سے بیع لازم ہو جائے گی بائع، مشتری سے کہے: جب تم اسے چھوؤ گے تو بیع واجب ہو جائے گی۔

(iii) بائع، مشتری سے کہے: جب تم اس کو چھوؤ گے تو تمہارا اختیار باطل ہو جائے گا۔

یہ تمام دھوکے کی صورتیں، جس وجہ سے اس بیع کو باطل قرار دیا گیا ہے۔

۲- بیع منابذہ:

(i) کسی کی طرف کوئی چیز پھینکنے سے بیع لازم ہو جائے گی۔

(ii) بائع کہے: میں یہ چیز پھینکتا ہوں جب میں پھینکوں گا تو تمہارا خیال باطل ہو جائے گا۔

(iii) پھینکنے سے مراد کنکری کا پھینکنا ہے یعنی جس چیز کو کنکر لگ گئی اس کی بیع ہوگی۔

یہ تمام صورتیں بھی دھوکے پر مبنی ہیں جس وجہ سے یہ بیع باطل ہے۔

(ج) درج ذیل بیوع کی تعریف، حکم اور علت: ۱- بیع المصراۃ:

مصراۃ، تصریہ سے اسم مفعول واحد مذکر کا صیغہ ہے مثلاً صیرت الماء فی الحوض۔ اس کا اصطلاحی مفہوم ہے: بکری یا اونٹنی وغیرہ کے پستانوں کو باندھ کر دودھ روک لیا جائے اور دو تین دن دوہا نہ جائے اور خریدار یہ گمان کرے کہ یہ عادۃً اتنا ہی دودھ دیتی ہے۔

حکم وعلت: چونکہ اس بیع میں دھوکہ ہے جس وجہ سے یہ حرام ہے مگر بیع منعقد ہو جائے گی۔

۲- بیع العرایا:

العرایا، عریۃ کی جمع ہے جس کا لغوی معنی ہے: عطیہ، ہدیہ۔ اس کے شرعی و اصطلاحی معنی کی چند صورتیں ہیں:

(i) باغ کا مالک کسی مسکین کو کھجور کے ایک دو پھلدار درخت دے کہ وہ معطی لہ ان کے ثمر کو بوقت ضرورت اپنے استعمال میں لائے۔ بعض اوقات معطی کی باغ میں آمد و رفت سے مالک کو تکلیف ہوتی ہے اس کی آزادی میں خلل واقع ہوتا ہے تو مالک تمر سے اس کا ثمر خرید لیتا ہے۔

(ii) مذکورہ صورت میں بعض اوقات مسکین مالک سے خود کہتا ہے کہ میں کھجور پکنے کا انتظار نہیں کر سکتا مجھے فوری ضرورت ہے۔ لہٰذا میرے ثمر کے عوض تمر دے دی جائے۔

(iii) بعض اوقات مسکین کے پاس زائد تمر ہوتی ہے نقد پیسے نہیں ہوتے اور رطب کھانے کی خواہش ہوتی ہے، وہ مالک باغ سے کہتا ہے: ہماری تمر کے عوض پھلدار درخت ہمیں دے دو تا کہ حسب خواہش رطب ہمیں میسر ہو۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں صورۃً یہ بیع ہے مگر حقیقت میں ایک ہبہ سے دوسرے ہبہ کی طرف رجوع ہے۔

۳- بیع المحاقلۃ:

محاقلہ یہ ہے کہ کھیت کی فصل کو اسی جنس کے خشک اناج کے عوض میں فروخت کیا جائے۔ اس کی ممانعت کی وجہ یہ ہے کہ کھیت کی فصل کی مقدار معلوم نہیں اور دوسری طرف مقدار معلوم ہے اور محض ایک

ہے اور یہ تدریجی بھی ہے۔ لہٰذا یہ ربا ہے۔

السؤال الثانی: عن عائشة قالت اشتری رسول الله صلی الله علیه وسلم من یهودی طعاما ورهنه درعا من حدید .

(الف) لم اشتری النبی صلی الله علیه وسلم الطعام من یهودی ورهن درعه عنده دون الصحابة؟ اذکر فیه وجهان .

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک یہودی کے ہاں اپنی زرہ رہن رکھ کر کھانا کیوں خریدا جبکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی موجود تھے؟ اس بارے میں دو وجوہات بیان کریں؟)

(ب) هل یجوز الرهن فی الحضر ام لا؟ بین مذاهب الائمة مع دلائلهم .

(کیا اقامت کی حالت میں کوئی چیز رہن رکھنا جائز ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟

(الف) صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بجائے یہودی سے طعام خریدنے کی وجوہات:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بجائے یہودی کے پاس اپنی زرہ بطور رہن رکھ کر کھانا (گندم) خریدنے کی متعدد وجوہات ہیں جن میں سے دو اہم حسب ذیل ہیں:

i- یہودی سے تعلق قائم کر کے اسے دعوت اسلام دینا مقصود تھا۔

ii- یہ پیغام دینا مقصود تھا کہ غیر مسلموں سے خرید و فروخت کرنا جائز ہے۔

جواب: (ب) رہن اور اس سے انتفاع کا مسئلہ:

کوئی چیز کسی کے ہاں رہن رکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے مگر اصل مسئلہ مرہون چیز سے انتفاع کا ہے جس میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں مرتہن کا رہن سے منافع حاصل کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ مرہون کے تمام نافع راہن کے لیے ہیں اور اس کے اخراجات بھی اس کے ذمہ ہیں۔

انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے:

(i) لا یغلق الرهن من صاحبه الذی رهنه له غنمه وعلیه غرمه .

(ii) حرمت ربا والی آیات واحادیث مبارکہ بھی ان کی دلیل ہیں۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ انتفاع درست ہے کہ وہ مرہون پر خرچ بھی کرے اور اس سے منتفع بھی ہو۔ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے

استدلال کیا ہے:

عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه ذكر ان النبی صلی الله عليه وسلم قال اذا كانت مرهونة فعلی المرتهن علفها ولبن الدر يشرب وعلی الذی يشرب نفقتها ويركب۔ (شرح معانی الآثار، ج:۲،ص:۲۳۱)

جمہور فقہاء کرام کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالٰی کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

یہ روایت حرمت ربا سے قبل زمانہ پر محمول ہے جو منسوخ ہے۔(عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری، ج:۱۳، ص:۷۳)

السؤال الثالث: عن عائشة عن رسول الله صلی الله عليه وسلم قال لا تقطع يد السارق الا فی ربع دينار فصاعدا۔

(الف) هل يشترط النصاب فی قطع يد السارق ام لا؟ فصل فيه مذهب الخوارج مع الدلائل؟

(کیا سارق کے قطع ید کے لیے نصاب سرقہ شرط ہے یا نہیں؟ اس میں مذاہب خوارج بیان کریں؟)

(ب) اذكر اختلاف الائمة فی مقدار نصاب السرقة مع دلائلهم؟

(نصاب سرقہ کی مقدار میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) سارق کے قطع ید کے لیے نصاب سرقہ شرط ہونا:

سرق کا لغوی معنی: اہل عرب کے ہاں اس شخص کو چور کہا جاتا ہے جو کسی محفوظ جگہ میں چھپ کر جائے اور غیر کا مال لے کر چلا جائے، اگر وہ چھپ کر لینے کی بجائے ظاہر الیتا ہے تو اسے اچکا اور لٹیرا کہا جاتا ہے اور اگر زبردستی چھینے تو غاصب ہے۔

سرقہ کا اصطلاحی وشرعی معنی: عاقل بالغ شخص کسی ایسی محفوظ جگہ سے کسی کے دس درہم (یا اس سے زیادہ) یا اتنی مالیت کی کوئی چیز چھپ کر بغیر کسی شبہ اور تاویل کے اٹھالے جس جگہ کی حفاظت کا انتظام کیا گیا ہو اور وہ چیز جلدی خراب ہونے والی نہ ہو، تو یہ سرقہ ہے۔ایسی حرکت کے مرتکب کو سارق کہا جاتا ہے اور اس پر قطع ید کی حد نافذ ہوگی یعنی قطع ید کے لیے نصاب شرط ہے۔سرقہ کی حد نافذ کرنے کے لیے دو شرائط کو پیش نظر رکھا جائے گا:

۱-مسروقہ مال حفاظت میں ہو مثلاً مکان اور حویلی وغیرہ۔

۲-کسی محافظ کی وجہ سے مال محفوظ کیا گیا ہو مثلاً کوئی شخص ...

کے پاس ہو، وہ حالت بیداری میں ہو یا سویا ہوا ہو، بہر صورت وہ مال حفاظت میں ہوگا۔

(ب) سرقہ کی مقدار نصاب میں مذاہب آئمہ:

مقدار نصاب سرقہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام حسن بصری، داؤد ظاہری اور خوارج کے ہاں ہر چور پر حد نافذ کی جائے گی، خواہ اس نے کم مقدار میں کوئی چیز چوری کی ہو یا کثیر مقدار میں۔ انہوں نے قرآن کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: "السارق والسارقة" اس میں حکم مطلق بیان ہوا ہے۔ علاوہ ازیں اس روایت سے بھی کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چور پر لعنت فرمائی کہ وہ رسی چوری کرتا ہے تو اس کا ہاتھ کٹ جاتا ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ دینار کا چوتھائی حصہ یا اس سے زیادہ کی چوری کرنے پر حد نافذ کی جائے گی۔

۳- حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہما اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ چوتھائی دینار یا تین درہم چوری کرنے پر قطع ید کی حد نافذ ہوگی۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ ایک دینار یا دس درہم کی چوری کرنے پر حد نافذ ہوگی۔

تمام آئمہ نے مختلف روایات سے استدلال کیا ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل دور رسالت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ مشہور واقعہ ہے کہ ایک ڈھال جس کی قیمت تین درہم تھی، کے چوری کرنے پر ہاتھ کاٹا گیا تھا۔ یاد رہے کہ آپ کے ظاہری زمانہ میں ایک ڈھال کی قیمت ایک دینار یا دس درہم ہوا کرتی تھی اور یہی امام اعظم رحمہ اللہ تعالیٰ کا نصاب ہے۔

السؤال الرابع: حَدَّثَنِي أَبُوهُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَا سَيِّدُ وُلْدِ آدَمَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ أَوَّلُ مَنْ يَنْشَقُّ عَنْهُ الْقَبْرُ وَ أَوَّلُ شَافِعٍ وَّ أَوَّلُ مُشَفَّعٍ.

(الف) ترجم الحديث الى اللغة الأردية بعد تشكيله؟

(اعراب لگانے کے بعد حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هذا الحديث معارض لحديث آخر "لاتفضلوا بين الانبياء" عليك ان تكتب في جوابه وجهان فقط؟

(یہ حدیث دوسری حدیث کے معارض ہے "لا تفضلوا بين الانبياء" (تم انبیاء کرام میں ایک دوسرے پر فضیلت مت دو) اس کی دو وجوہات بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حدیث حسب ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے مجھے بیان کیا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: میں تا قیامت اولاد آدم کا سردار ہوں، میں ہی پہلا شخص ہوں جس کی قبر سب سے پہلے شق کی جائے گی، سب سے پہلے میں شفاعت کروں گا اور سب سے پہلے میری شفاعت قبول کی جائے گی۔

(ب) دو متعارض احادیث میں تطبیق:

پہلی حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ذات کو انبیاء و مرسلین علیہم السلام کا سردار قرار دیا ہے جبکہ دوسری حدیث میں ایک نبی کو دوسرے انبیاء علیہم السلام پر فضیلت دینے سے منع کیا گیا ہے، یہ دونوں احادیث میں تعارض ہے۔ ان روایات میں تطبیق کی مشہور دو صورتیں حسب ذیل ہیں:

۱- ایک نبی کو دیگر انبیاء علیہم السلام پر تحقیر کے قصد سے فضیلت دینا منع ہے ورنہ نہیں۔

۲- دوسری روایت عجز و انکسار پر محمول ہے یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عاجزی و انکساری کی بناء پر فضیلت دینے سے منع فرمایا تھا۔

☆☆☆

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ١٤٣٩ھ 2018ء

الورقة الثالثة: لجامع الترمذى

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام:١٠٠

الملاحظة: السؤال الاوّل اجبارى ولك الخيار فى البواقى أن تجيب عن اثنين فقط .

السؤال الاول: عن أبى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لولا أن على أمتى لأمرتهم بالسواك عند كل صلوة .

(الف) شكل الحديث وانقله الى اللغة الأردية؟ ٥+٥=١٠

(ب) اذكر اختلاف الائمة مع دلائلهم فى أن السواك من سنن الوضوء أو من الصلوٰة؟ ٢٠

(ج) هل السواك على النبى صلى الله عليه وسلم واجب؟ زين موقفك بالدلائل . ١٠

السؤال الثانى: عن أبى هريرة أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الا أدلكم مايمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات قالوا بلى يا رسول الله صلى الله عليه اسباغ الوضوء على المكاره وكثرة الخطا الى المساجد وانتظار الصلوٰة

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واكتب معانى الاسباغ؟ ٥+١٠=١٥

(ب) ما المراد بالكلمات المخطوط عليها فى الحديث الشريف؟ ٣×٥=١٥

السؤال الثالث: عن ابن عباس قال جمع رسول الله صلى الله عليه وسلم بين الظهر والعصر وبين المغرب والعشاء بالمدينة من غير خوف ولا مطر قال فقيل لابن عباس ما أراد بذلك قال أراد أن لا تحرج امته .

(الف) انقل الحديث الى الأردية واذكر فى فضائل ابن عباس حديثين فقط؟

(ب) فصل اختلاف الائمة مع دلائلهم فى الجمع بين الصلوٰتين؟ ١٥

السؤال الرابع: عن أبى قتادة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا جاء احدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس .

(الف) ترجم الحدیث وبین ان الأمر فی الحدیث "فلیرکع رکعتین" للوجوب او للاستحباب؟ ۷+۸=۱۵

(ب) هل تفوت تحیة المسجد بالجلوس أم لا؟ بین الاختلاف فیه مع الدلائل. ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2018ء

تیسرا پرچہ: جامع ترمذی

السؤال الاول: عَنْ أَبِی هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صَلَّی اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلٰی أُمَّتِی لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ صَلٰوةٍ.

(الف) شکل الحدیث وانقله الی اللغة الأردیة.

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف الائمة مع دلائلهم فی أن السواك من سنن الوضوء أو من سنن الصلٰوة؟

(مسواک وضوء کی سنتوں میں سے یا نماز کی سنتوں میں سے؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ بیان کریں؟)

(ج) هل السواك علی النبی صلی الله علیه وسلم واجب؟ زین موقفك بالدلائل.

(کیا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کرنا واجب تھا یا نہیں؟ اپنا مؤقف بالدلائل واضح کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر مجھے اپنی امت پر دشواری کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں لوگوں کو ہر نماز کے وقت مسواک کا حکم دیتا۔

(ب) مسواک سنت صلوٰۃ ہے یا سنت وضوء؟:

بلاشبہ مسواک کا استعمال سنت انبیاء علیہم السلام ہے، امور فطرت میں سے ایک ہے اور اس کے استعمال کے بعد پڑھی جانے والی نماز ستر (۷۰) گنا زیادہ فضیلت رکھتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ مسواک وضو،

کی سنتوں میں سے یا صلوٰۃ کی سنتوں میں سے ہے؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ مسواک سنن صلوٰۃ میں سے ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے کہ اس میں اس بات کی صراحت ہے کہ مسواک وضوء کی سنتوں سے نہیں ہے بلکہ صلوٰۃ کی سنتوں سے ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں مسواک وضوء کی سنتوں میں سے ہے۔ ان کے دلائل حسب ذیل ہیں:

(۱) احادیث میں "عند وضوء کل صلوٰۃ" کے الفاظ مذکور ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے مسواک وضوء کی سنتوں سے ہے۔ (۲) حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ بیٹھ کر مسواک استعمال فرمائی ہے اور کبھی بھی کھڑے ہو کر مسواک استعمال نہیں فرمائی۔ (۳) عین نماز کے وقت مسواک سے خون نکلنے کا بھی اندیشہ ہے جس سے نماز فاسد ہو جاتی ہے بلکہ وضو بھی فاسد ہو جاتا ہے۔ (۴) فقہاء کرام مسواک کے احکام کو کتاب الطہارۃ میں لاتے ہیں جس کا تقاضا ہے کہ مسواک کو سنن وضوء سے شمار کیا جائے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ حدیث کے الفاظ "عند کل صلوٰۃ" میں ایک لفظ محذوف ہے اور اصل عبارت یوں ہے: "عند وضوء کل صلوٰۃ" اس پر دلیل حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی دوسری روایت ہے جس میں "مع الوضوء" کے الفاظ موجود ہیں۔ اس سے بھی ثابت ہوتا ہے کہ مسواک کا تعلق وضوء کی سنتوں سے ہے۔

(ج) کیا مسواک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی؟:

مسواک کا استعمال کرنا وضوء کی سنتوں میں سے ہے، اس کی فضیلت و اہمیت احادیث مبارکہ میں بیان کی گئی ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا مسواک حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم پر واجب تھی یا نہیں؟ اس بارے میں بھی علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء امت کا اس بات پر اتفاق ہے کہ مسواک کرنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا محبوب ترعمل تھا مگر آپ پر واجب نہیں تھی لیکن آپ نے اس کا التزام ضرور کر رکھا تھا۔ بعض علماء کرام کا نقطہ نظر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر مسواک کا استعمال واجب تھا۔ سب علماء کرام نے اپنے اپنے موقف پر زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

السؤال الثانی: عن أبی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم قال الا ادلكم

على ما يمحو الله به الخطايا ويرفع به الدرجات قالوا بلى يا رسول الله صلى الله عليه وسلم قال اسباغ الوضوء على المكاره وكثرة الخطا الى المساجد وانتظار الصلوٰة بعد الصلوٰة فذلكم الرباط .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واكتب معاني الاسباغ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور لفظ "اسباغ" کے معانی لکھیں؟)

(ب) ما المراد بالكلمات المخطوط عليها في الحديث الشريف؟

(حدیث میں مذکور خط کشیدہ کلمات کا مفہوم بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اے صحابہ!) کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جس کے ذریعے اللہ تعالیٰ گناہ مٹا دیتا ہے اور اس کے باعث درجات بلند کر دیتا ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: ہاں، یارسول اللہ! آپ نے فرمایا: طبیعت کے ناپسند کرنے کے باوجود پانی سے خوبصورت وضو کرنا، مسجد کی طرف زیادہ قدم اٹھا کر جانا اور ایک نماز کے بعد مسلسل دوسری نماز کا انتظار کرنا۔

اسباغ کے معانی:

لفظ "اسباغ" ثلاثی مزید از باب افعال کا مصدر ہے۔ جب اسے صلہ کے ساتھ ملایا جائے تو اس کے کئی معانی ہیں: الله عليه النعمة: نعمت کامل کرنا پوری کرنا...... الثوب: کپڑے کا لمبا و کشادہ کرنا...... الرجل: پوری زرہ پہننا...... له النفقة: کسی کے لیے کشادگی سے خرچ کرنا اور تمام ضروریات پوری کرنا۔

(ب) خط کشیدہ جملوں کے مفاہیم:

۱۔ کثرۃ الخطا: نماز ادا کرنے کے لیے مسجد کی طرف دور سے جانا، کیونکہ ہر قدم کے عوض ایک نیکی لکھی جاتی ہے، ایک گناہ مٹا دیا جاتا ہے اور ایک درجہ بلند کیا جاتا ہے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بعض صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے گھر مسجد سے دور ہیں، بعض اوقات مسجد آنے میں دشواری پیش آتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اپنے گھر مسجد کے قریب تیار کر لیں؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم ایسا مت کرو، کیونکہ جتنے قدم زیادہ چل کر مسجد میں آتے ہو ہر قدم کے عوض نیکی ہے، ایک گناہ مٹتا ہے اور ایک درجہ بلند ہوتا ہے۔

۲۔ وانتظار الصلوٰة بعد الصلوٰة الخ: ایک نماز ادا کرنے کے بعد دوسری نماز کے انتظار میں رہنے والے کو عبادت میں مصروف و مشغول رہنے کا ثواب عطا کیا جاتا ہے۔ گویا اس اصول کے مطابق

نمازی ہمہ وقت عبادت میں مصروف رہنے کا اجر وثواب حاصل کرتا ہے۔

السؤال الثالث: عن ابن عباس قال جمع رسول الله صلی الله علیه وسلم بین الظهر والعصر وبین المغرب والعشاء بالمدینة من غیر خوف ولا مطر قال فقیل لابن عباس ما اراد بذلك قال اراد ان لا تحرج امته .

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة واذکر فی فضائل ابن عباس حدیثین فقط؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کریں اور حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے فضائل میں دو احادیث نقل کریں؟)

(ب) فصل اختلاف الائمة مع دلائلهم فی الجمع بین الصلوتین؟

(دو نمازوں کو جمع کرنے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کو، مغرب اور عشاء کو بغیر کسی خوف اور بارش کے مدینہ طیبہ میں جمع کیا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے دریافت کیا گیا: اس کا مقصد کیا تھا؟ انہوں نے جواب میں فرمایا: اس کا مقصد امت کے لیے آسانی پیدا کرنا تھا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں دو احادیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی فضیلت میں دو احادیث مبارکہ حسب ذیل ہیں:

۱- حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کا بیان نقل کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے اپنے سینے سے لگایا اور دعا کی: اے اللہ! اسے حکمت کا علم عطا کر۔

۲- ایک مرتبہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے وضو کرنے کی غرض سے پانی پیش کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حق میں یوں دعا فرمائی:

اے پروردگار! ان کو دین میں سمجھ اور تفسیر قرآن کا علم عطا فرما۔

(ب) جمع صلوتین کے مسئلہ میں مذاہب آئمہ:

جمع کی دو اقسام ہیں: (۱) جمع حقیقی: ایک نماز کے وقت میں دو نمازوں کو جمع کر کے پڑھنا۔

(۲) جمع صوری: دو نمازوں کو صرف صورتاً جمع کرنا، وہ اس طرح کہ پہلی نماز کو اس کے آخری وقت میں اور دوسری نماز کو اس کے ابتدائی وقت میں ادا کرنا۔ یعنی دونوں نمازوں کو اپنے اپنے وقت میں ادا کرنا۔

سوال یہ ہے کہ دو نمازوں کو ایک نماز کے وقت میں ادا کرنا جائز ہے یا نہیں؟

اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱-حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ جمع صوری تو جائز ہے لیکن جمع حقیقی صرف عرفات اور مزدلفہ کے علاوہ درست نہیں ہے۔

(۱) آپ نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًاo یعنی نماز مومنوں پر اپنے مقررہ اوقات میں فرض ہے۔

(۲) جامع ترمذی میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک آدمی نماز کے اوقات معلوم کرنے کے لیے حاضر ہوا۔ آپ نے اُسے دو دن اپنے پاس مدینہ میں رکھا اور عملاً اسے اوقات صلوٰۃ کی تعلیم دی۔

۲-حضرت امام مالک، حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ کے ہاں مطلقاً دو نماز کو جمع کرنا جائز ہے۔ انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے جس میں دو نمازوں کو ایک وقت میں جمع کرنے کی صراحت ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی روایت و دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ روایت جمع حقیقی پر نہیں بلکہ جمع صوری پر محمول ہے۔

السؤال الرابع: عن أبی قتادة قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اذا جاء أحدكم المسجد فليركع ركعتين قبل أن يجلس .

(الف) ترجم الحديث وبين أن الأمر في الحديث "فليركع ركعتين" للوجوب أو للاستحباب؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور بتائیں کہ حدیث میں مذکور "فلیرکع" امر وجوب کے لیے ہے، استحباب کے لیے؟)

(ب) هل تفوت تحية المسجد بالجلوس أم لا؟ بين الاختلاف فيه مع الدلائل .

(کیا بیٹھنے کی وجہ سے تحیۃ المسجد کے نوافل فوت ہو جاتے ہیں یا نہیں، اس بارے میں اختلاف مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوقتادہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص مسجد میں جائے تو اسے چاہیے کہ بیٹھنے سے پہلے دو رکعت (نوافل) ادا کرے۔

"فلیرکع" امر کا حکم:

امر دو معانی کے لیے استعمال ہوتا ہے: (۱) وجوب کے لیے، (۲) استحباب کے لیے۔ زیر بحث حدیث میں امر "فلیرکع" استحباب کے لیے ہے یعنی بہتر ہے کہ دخول مسجد کے بعد دو نفل پڑھ لے اور اس کی فضیلت احادیث میں بیان کی گئی ہے۔

(ب) مسجد میں بیٹھنے سے تحیۃ المسجد فوت ہونے کا مسئلہ:

روایت میں بیان کیا گیا ہے کہ دخول مسجد کے بعد فوراً تحیۃ المسجد نوافل ادا کرنے چاہئیں۔ سوال یہ ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے تحیۃ المسجد نوافل فوت ہو جاتے ہیں یا نہیں؟ اس میں علماء کا اختلاف ہے۔ جمہور علماء کا مؤقف ہے کہ مسجد میں بیٹھنے سے تحیۃ المسجد نوافل فوت نہیں ہوتے، انہوں نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ ایک شخص آ کر مسجد میں بیٹھ گیا، آپ نے اس سے فرمایا: کیا تم نے تحیۃ المسجد نماز پڑھی ہے؟ عرض کیا: نہیں، یا رسول اللہ! آپ نے فرمایا: تم کھڑے ہو کر پڑھ لو۔

بعض علماء کے ہاں مسجد میں بیٹھنے سے تحیۃ المسجد کی نماز فوت ہو جاتی ہے اور انہوں نے زیر بحث حدیث سے استدلال کیا ہے۔

☆☆☆

شهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۳۹ھ 2018ء

الورقة الرابعة: لسنن أبى دائود و آثار السنن

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: عليك أن تجيب عن اثنين من كل قسم .

القسم الأول...... سنن أبى داؤد

السؤال الأول: عن ابن عباس قال فرض الله عزوجل الصلوٰة على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم فى الحضر أربعا وفى السفر ركعتين وفى الخوف ركعة .

(الف)انقل الحديث الى اللغة الأردية؟ ۱۰

(ب)هل تجوز الصلوٰة بركعة واحدة فقط؟ بين مؤقفك بالدليل واجب عن هذا الحديث؟ ۱۰+۵=۱۵

السؤال الثاني: عن أبى العجفاء السلمى قال خطبنا عمر فقال الا لاتغالوا بصدق النساء فانها لو كانت مكرمة فى الدنيا أو تقوى عند الله كان أولاكم بها النبى صلى الله عليه وسلم ما أصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتى عشرة أوقية .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية وبين معنى الصداق لغة واصطلاحا . ۵+۵=۱۰

(ب)روى فى حديث آخر كان مهر أم حبيبة أربعة آلاف فما معنى قول عمر المخطوط عليه فى الحديث؟ ۱۵

السؤال الثالث: عن عبدالله بن عمرو عن النبى صلى الله عليه وسلم قال قفلة كغزوة .

(الف)ترجم الحديث الى الأردية بعد وضع الاعراب عليه؟ ۵+۵=۱۰

(ب)ما المراد بقوله "قفلة كغزوة" اكتب المعانى المحتملة بالتفصيل؟ ۱۵

القسم الثانی...... آثار السنن

السؤال الرابع: عن علی رضی الله عنه قال قال رسول الله صلى الله علیه وسلم بول الغلام ینضح علیه وبول الجاریة یغسل .

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة وبین الفرق بین النضح والغسل؟ ۵+۵=۱۰

(ب) ما الفرق بین بول الغلام وبول الجاریة؟ بین ثلثة أوجه . ۳×۵=۱۵

السؤال الخامس: عن أنس رضی الله عنه أن النبی صلى الله علیه وسلم کان یطوف علی نسائه بغسل واحد .

(الف) اکتب أسماء الأزواج المطهرات رضی الله عنهن بعد ترجمة الحدیث الی الأردیة؟ ۵+۵=۱۰

(ب) بین هذا الحدیث وحدیث القسم تعارض فعلیك أن ترفع التعارض بوجهین . ۷+۸=۱۵

السؤال السادس: عن أبی وائل قال کانوا یسرون التعوذ والبسملة فی الصلوٰة .

(الف) البسملة جزء السور أم لا؟ بین أقوال الائمة فی هذه المسئلة . ۱۰

(ب) تقرء البسملة فی الصلوٰة سرا أو جهرا؟ اذکر أقوال الائمة مع الدلائل . ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2018ء

چوتھا پرچہ: سنن ابوداؤد و آثار السنن

﴿حصہ اول: سنن ابی داؤد﴾

السؤال الأول: عن ابن عباس قال فرض الله عزوجل الصلوٰة على لسان نبيكم صلى الله عليه وسلم في الحضر أربعا وفي السفر ركعتين وفي الخوف ركعة.

(الف) انقل الحديث الى اللغة الأردية؟

(حدیث شریف کا اردو ترجمہ کریں؟)

(ب) هل تجوز الصلوٰة بركعة واحدة فقط؟ بين مؤقفك بالدليل واجب عن هذا الحديث.

(کیا صرف ایک رکعت نماز جائز ہے؟ اپنا مؤقف دلیل سے بیان کریں اور حدیث کا جواب دیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ انہوں نے کہا: اللہ تعالیٰ نے تمہارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر حضر میں چار رکعت، سفر میں دو رکعت اور خوف کی حالت میں ایک رکعت نماز فرض کی۔

(ب) ایک رکعت نماز کی حیثیت اور حدیث:

ایک رکعت نماز درست نہیں ہے۔ اس حدیث میں فرض نماز کی رکعات کا تذکرہ ہے، حالت اقامت میں ظہر، عصر اور عشاء کی نمازوں میں چار رکعت فرض ہیں جبکہ حالت سفر میں (قصر کی صورت میں) دو رکعت ہیں۔ دشمن کے مقابلہ میں شدید خطرہ کی حالت میں امام مجاہدین کے دو گروہ کرے گا ایک دشمن کے مقابلہ میں کھڑا ہوگا جبکہ دوسرے کو ایک رکعت نماز پڑھائے گا، پھر یہ گروہ دشمن کے مقابلہ میں چلا جائے گا اور دوسرا گروہ آئے گا اسے بھی ایک رکعت پڑھائے گا۔ اس مسئلہ کی مزید تفصیل حسب ذیل ہے:

احناف کے نزدیک نماز خوف کا طریقہ یہ ہے کہ جب دشمن سامنے ہوں اور یہ اندیشہ ہو کہ سب مجاہدین ایک ساتھ نماز پڑھیں گے تو دشمن حملہ کردے گا، ایسے وقت میں امام جماعت (لشکر) کے دو حصے کرے، اگر کوئی گروہ راضی ہو کہ ہم بعد میں پڑھ لیں گے، تو اسے دشمن کے مقابل کرے اور دوسرے گروہ

کے ساتھ پوری نماز پڑھ لے، پھر جس گروہ نے نماز نہیں پڑھی ان میں کوئی امام ہو جائے اور یہ لوگ اس کے ساتھ باجماعت پڑھ لیں۔ اگر دونوں میں سے بعد کو پڑھنے پر کوئی راضی نہ ہو تو امام ایک گروہ کو دشمن کے مقابل کرے اور دوسرا امام کے پیچھے نماز پڑھے۔ جب امام اس گروہ کے ساتھ ایک رکعت پڑھ چکے یعنی پہلی رکعت کے دوسرے سجدے سے سر اٹھائے، تو یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں، دوسرے لوگ وہاں تھے وہ چلے آئیں، اب امام ان کے ساتھ ایک رکعت پڑھے اور تشہد پڑھ کر سلام پھیر دے، مگر مقتدی سلام نہ پھیریں بلکہ یہ لوگ دشمن کے مقابل چلے جائیں یا یہیں اپنی نماز پوری کر کے چلے جائیں، اور وہ لوگ آئیں اور ایک رکعت بغیر قرأت پڑھ کر تشہد کے بعد سلام پھیریں، اور یہ بھی ہو سکتا ہے یہ گروہ یہاں نہ آئے بلکہ وہیں اپنی نماز پوری کر لے۔ دوسرا گروہ اگر اپنی نماز پوری کر چکا ہے تو فبہا ورنہ اب پوری کرے خواہ وہیں یا یہاں آ کر اور یہ لوگ قرأت کے ساتھ اپنی ایک رکعت پڑھیں اور تشہد کے بعد سلام پھیریں۔ یہ طریقہ دو رکعت والی نماز کا ہے، خواہ نماز ہی دو رکعت کی ہو جیسے: فجر و عید و جمعہ، یا سفر کی وجہ سے چار کی دو ہو گئیں اور چار رکعت والی نماز ہو تو ہر گروہ کے ساتھ امام دو دو رکعت پڑھے اور مغرب میں پہلے گروہ کے ساتھ دو اور دوسرے کے ساتھ ایک پڑھے۔

السؤال الثاني: عن أبي العجفاء السلمي قال خطبنا عمر فقال الا لاتغالوا بصدق النساء فانها لو كانت مكرمة في الدنيا أو تقوى عند الله كان أولاكم بها النبي صلى الله عليه وسلم ما أصدق رسول الله صلى الله عليه وسلم امرأة من نسائه ولا أصدقت امرأة من بناته أكثر من ثنتي عشرة أوقية.

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين معنى الصداق لغة واصطلاحا.

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور صداق کا لغوی و اصطلاحی معنی بیان کریں؟)

(ب) روى في حديث أخر كان مهر أم حبيبة أربعة الاف فما معنى قول عمر المخطوط عليه في الحديث؟

(دوسری روایت میں موجود ہے کہ حضرت اُم حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر چار ہزار درہم تھے، حدیث میں خط کشیدہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول کا کیا مطلب ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابو العجفاء السلمی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے ہمیں وعظ فرمایا جس میں انہوں نے کہا: خبردار! تم عورتوں کا زیادہ حق مہر مقرر مت کرو، اگر یہ کام اللہ تعالیٰ کے ہاں دنیا میں محترم یا تقویٰ والا ہوتا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تم سے زیادہ اسے پسند کرتے حالانکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات میں سے کسی ایک کا اور اپنی

صداق کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ "صداق" واحد ہے اور اس کی جمع ہے: صدق، اصدقۃ اس کا لغوی معنیٰ ہے: مہر۔ اس کا اصطلاحی وشرعی معنیٰ ہے: نکاح کے وقت دولہا پر واجب ہونے والی وہ رقم جو بیوی کے بضعہ کا عوض کہلاتی ہے۔

(ب) دونوں روایات میں تعارض اور اس کا ارتفاع:

دونوں روایات میں تعارض تو واضح ہے کہ پہلی روایت میں بارہ اوقیہ کا تذکرہ ہے جبکہ دوسری روایت میں چار ہزار درہم مہر مقرر کرنے کا ذکر ہے۔ اس تعارض کا ارتفاع یوں کیا جاسکتا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی ازواج مطہرات اور صاحبزادیوں کا حق مہر بارہ اوقیہ مقرر فرمایا تو لیکن حضرت اُمّ حبیبہ رضی اللہ عنہا کا حق مہر آپ نے مقرر نہیں فرمایا تھا بلکہ شاہ حبشہ نجاشی نے مقرر کیا تھا، انہوں نے ہی ادا کیا تھا اور انہوں نے ہی نکاح پڑھایا تھا پھر حاضرین کی کھانے سے تواضع بھی کی تھی۔

السؤال الثالث: عَنْ عَبْدِ اللهِ بْنِ عَمْرٍو عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ قَفْلَةٌ كَغَزْوَةٍ.

(الف) ترجم الحديث الى الأردية بعد وضع الاعراب عليه؟
(حدیث پر اعراب لگانے کے بعد اس کا ترجمہ کریں؟)

(ب) ما المراد بقوله "قفلة كغزوة" اكتب المعانى المحتملة بالتفصيل؟
(الفاظ "قفلة كغزوة" سے کیا مراد ہے اور اس کے ممکنہ معانی لکھیں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لڑے بغیر میدان جہاد سے واپس پلٹنے والا لڑائی میں شامل ہونے والے کی مثل ہے۔

(ب) "قفلة كغزوة" کا مفہوم ومعانی:

ان الفاظ کا مفہوم یہ ہے کہ جو شخص مجاہدین کے لشکر میں شامل ہو جائے، پھر وہ خواہ عملی طور پر لڑائی میں شامل ہوا یا نہیں، اسے مجاہدین کی مثل اجر وثواب عطا کیا جاتا ہے۔

لفظ "قفلة" کا لغوی معنیٰ ہے: سر کا پچھلا حصہ، گدی، ایک ہی بار دے دینا۔ کہا جاتا ہے: اعطاك الفا قفلة یعنی اس نے تجھے ایک ہی بار ہزار دے دیا۔

حصہ دوم: آثار السنن

السؤال الرابع: عن علی رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بول الغلام ینضح علیہ وبول الجاریۃ یغسل.

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ وبین الفرق بین النضح والغسل؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، پھر نضح اور غسل میں فرق بیان کریں؟)

(ب) ما الفرق بین بول الغلام وبول الجاریۃ؟ بین ثلثۃ أوجہ.

(بچے اور بچی کے پیشاب میں کیا فرق ہے؟ تین وجوہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بچے کے پیشاب پر چھینٹیں ماری جائیں اور بچی کے پیشاب کو پانی بہا کر دھویا جائے۔

نضح اور غسل میں فرق:

جب بچہ یا بچی کپڑوں پر پیشاب کردے تو کپڑے پلید ہو جاتے ہیں، انہیں پاک کرنے کے دو طریقے ہیں: (۱) نضح: یعنی کپڑے پر پانی کی چھینٹیں ماری جائیں تو وہ پاک ہو جائے گا۔ (۲) غسل: نجس کپڑے پر تین بار پانی بہایا جائے پھر ہر بار اسے نچوڑا جائے تو وہ پاک ہو جائے گا۔

(ب) بچے اور بچی کے پیشاب میں فرق:

بچے اور بچی کے پیشاب میں تین طرح سے فرق کیا جا سکتا ہے:

۱- بچہ عموماً بکثرت مردوں کی مجلس میں لایا جاتا ہے، اس لیے اس میں تخفیف ہونی چاہیے۔

۲- بچی کے مزاج میں رطوبت و برودت زیادہ ہوتی ہے، اس لیے اس کے پیشاب میں بھی غلظت و تعفن زیادہ ہوتا ہے اور اسے غسل شدید کی ضرورت ہے۔

۳- بچے کے پیشاب کا سوراخ تنگ ہوتا ہے، جس وجہ سے اس کا پیشاب پھیلتا نہیں ہے اور غسل تخفیف سے کپڑا صاف ہو جاتا ہے جبکہ اس کے مقابل بچی کے پیشاب کا سوراخ وسیع ہوتا ہے، پیشاب دور تک پھیل جاتا ہے تو اس کے دھونے کی بھی شدید ضرورت ہے۔

السؤال الخامس: عن أنس رضی اللہ عنہ أن النبی صلی اللہ علیہ وسلم کان یطوف علی نسائہ بغسل واحد.

(الف) اکتب أسماء الأزواج المطہرات رضی اللہ عنہن بعد ترجمۃ الحدیث الی الأردیۃ؟

(حدیث کا اردو ترجمہ کرنے کے بعد ازواج مطہرات رضی اللہ تعالیٰ عنہن کے اسماء گرامی تحریر

کریں؟)

(ب) بين هذا الحديث وحديث القسم تعارض فعليك أن ترفع التعارض

بوجهين؟

(اس حدیث اور حدیث تقسیم (ایام) میں پائے جانے والے تعارض کا ارتفاع کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ایک غسل کے ساتھ اپنی تمام ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے پاس تشریف لے جاتے تھے۔

ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن کے اسماء گرامی:

(۱) حضرت خدیجہ، (۲) حضرت عائشہ صدیقہ، (۳) حضرت حفصہ، (۴) حضرت اُمّ حبیبہ، (۵) حضرت اُمّ سلمہ، (۶) حضرت سودہ، (۷) حضرت زینب، (۸) حضرت میمونہ، (۹) حضرت جویریہ، (۱۰) حضرت صفیہ، (۱۱) حضرت ماریہ قبطیہ رضی اللہ تعالیٰ عنہن۔

(ب) زیر بحث حدیث اور حدیث تقسیم کے مابین تعارض کا ارتفاع:

زیر بحث حدیث میں صراحت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک شب میں تمام ازواج مطہرات کے پاس تشریف لے جاتے تھے جبکہ حدیث تقسیم میں صراحت ہے کہ آپ نے ازواج مطہرات کے ہاں قیام پذیر ہونے کے لیے باریاں باندھی ہوئی تھیں، اس طرح دونوں روایات میں تعارض پیدا ہوا۔ اس کے ارتفاع کی دو صورتیں حسب ذیل ہیں:

(i) تقسیم ایام کا اصول امت کے لیے ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے مستثنیٰ تھے۔

(ii) اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو چالیس جنتی مردوں کے برابر قوت جماع دے کر خود مختار بنایا گیا تھا۔

السؤال السادس: عن أبي وائل قال كانوا يسرون التعوذ والبسملة في الصلوٰة.

(الف) البسملة جزء السور أم لا؟ بين أقوال الائمة في هذه المسئلة.

(کیا بسم اللہ ہر سورت کی جز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں اقوال آئمہ بیان کریں؟)

(ب) تقرء البسملة في الصلوٰة سرا أو جهرا؟ اذكر أقوال الائمة مع الدلائل.

(نماز میں بسم اللہ سراً پڑھی جائے گی یا جہراً؟ اس مسئلہ میں اقوال آئمہ ذکر کریں؟)

جواب: (الف) بسم اللہ ہر سورت کی جزء ہے یا نہیں؟:

بلاشبہ تلاوت قرآن سے قبل تعوذ وتسمیہ پڑھی جاتی ہیں، سوال یہ ہے کہ کیا بسم اللہ ہر سورت کا جزء ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ کے مختلف اقوال ہیں:

۱۔ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ہر سورت کی جزء ہے۔ (حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ)
۲۔ بِسْمِ اللّٰہِ پورے قرآن کی جزء ہے مگر ہر سورت کی جزء نہیں ہے۔ (امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ)

(ب) نماز میں بسم اللہ جہراً پڑھی جائے گی یا سراً؟:

اس بات میں سب آئمہ کا اتفاق ہے کہ نماز میں سورت کا آغاز کرتے وقت بسم اللہ پڑھی جائے گی۔ تاہم اس بات میں اختلاف ہے کہ بسم اللہ جہراً پڑھی جائے گی یا سراً؟ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز میں بسم اللہ سراً پڑھی جائے گی، کیونکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم جہراً نہیں پڑھتے تھے۔

۲۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں نماز میں قرأت کے ساتھ سورت کے آغاز میں بسم اللہ جہراً پڑھی جائے گی جس طرح سورہ فاتحہ کے اختتام پر لفظ "آمین" بلند آواز سے پڑھا جاتا ہے۔

☆☆☆

شهادة العالمية فى العلوم العربية و الاسلامية "السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ١٤٣٩ھ 2018ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائي و ابن ماجه

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ١٠٠

الملاحظة: عليك أن تجيب عن اثنين من كل قسم .

القسم الأول...... سنن النسائي

السؤال الأول: عن عبدالله بن مغفل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم أمر بقتل الكلاب ورخص فى كلب الصيد والغنم وقال اذا ولغ الكلب فى الاناء فاغلسوه سبع مرات وعفروه الثامنة بالتراب .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وأوضح معنى التعفير؟ ٥+٥=١٠

(ب) فصل الاختلاف بين العلماء فى كيفية تطهير الاناء اذا ولغ الكلب فيه؟ ١٥

السؤال الثاني: عن جابر قال جاء رجل ينشد ضالة فى المسجد فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لاوجدت .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واشرح الكلمة المخطوط عليها؟ ٥+٥=١٠

(ب) ما حكم انشاد الضالة فى المسجد؟ ثم بين أن قوله صلى الله عليه وسلم "لاوجدت" دعاء عليه أو دعاء له؟ ٧+٨=١٥

السؤال الثالث: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا كان أحدكم قائما يصلى فانه يستره اذا كان بين يديه مثل مؤخرة الرحل فان لم يكن بين يديه مثل مؤخرة الرحل فانه يقطع صلوته المرأة والحمار والكلب......

(الف) شكل الحديث الشريف ثم ترجمه الى اللغة الأردية؟ ٥+٥=١٠

(ب) هل يفسد الصلوة بمرور المرأة والحمار والكلب أم لا؟ فصل فيه مذاهب الفقهاء الكرام مع الدلائل؟ ١٥

القسم الثاني...... سنن ابن ماجه

السؤال الرابع: عن ابن عمر قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لا عدوى

ولا طيرة ولا هامة فقام اليه رجل اعرابى فقال يا رسول الله ارأيت البعير يكون به الجرب فيجرب الابل كلها قال ذلكم القدر فمن أجرب الاول؟

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين معنى القدر لغة واصطلاحا؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اشرح الكلمات المخطوط عليها مع حكمها الشرعى؟ ۳×۵=۱۵

السؤال الخامس: عن أبى أمامة قال مر النبى صلى الله عليه وسلم فى يوم شديد الحر نحو بقيع الغرقد وكان الناس يمشون خلفه فلما سمع صوت النعال وقر ذلك فى نفسه فجلس حتى قدمهم أمامه لئلايقع فى نفسه شىء من الكبر .

(الف) انقل الحديث الى الأردية و أوضح مفهومه؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اذا كان النبى صلى الله عليه وسلم ارفع وابعد أن يقع فى نفسه شىء من الكبر فما المراد بالحديث المذكور؟ عليك أن تبينه ۱۵

السؤال السادس: عن عبدالله بن سعيد عن جده عن أبى هريرة قال نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم عن تعجيل صوم يوم قبل الرؤية .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واكتب اسم جد عبدالله بن سعيد أو كنيته؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اذكر اختلاف الائمة فى صوم يوم الشك مع دلائلهم . ۱۵

درجہ عالمیہ (سال دوم) برائے طلباء بابت 2018ء

پانچواں پرچہ: سنن نسائی وسنن ابن ماجہ

﴿حصہ اوّل: سنن نسائی﴾

السؤال الاول: عن عبدالله بن مغفل أن رسول الله صلى الله عليه وسلم امر بقتل الكلاب ورخص فى كلب الصيد والغنم وقال اذا ولغ الكلب فى الاناء فاغسلوه سبع مرات وعفروه الثامنة بالتراب .

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وأوضح معنى التعفير؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور لفظ "تعفیر" کا معنیٰ بیان کریں؟)

(ب) فصل الاختلاف بين العلماء فى كيفية تطهير الاناء اذا ولغ الكلب فيه؟

(جب کتا کسی برتن میں منہ ڈال دے اس کے پاک کرنے کے طریقہ میں علماء کا اختلاف بیان

کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن مغفل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا جبکہ شکاری اور غلہ بانی (محافظ) کتوں کی اجازت دی اور آپ نے فرمایا: جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے سات بار دھوؤ اور آٹھویں بار اسے مٹی سے صاف کرو۔

"تعفیر" کا معنیٰ:

لفظ "تعفیر" فعل ثلاثی مزید باب تفعیل کا مصدر ہے، اس کا فعل ثلاثی مجرد عَفِرَ یَعْفَرُ بروزن سَمِعَ یَسْمَعُ۔ اس کا معنیٰ ہے: کسی چیز کو مٹی آلود کرنا، مٹی میں لوٹ پوٹ کرنا، دھوپ میں ریت پر خشک کرنا۔

(ب) کتا برتن میں منہ ڈال دے تو اسے پاک کرنے کا مسئلہ:

جب کتا برتن میں منہ ڈال دے تو وہ نجس ہو جاتا ہے اور اسے پاک کرنا ضروری ہے۔ سوال یہ ہے کہ اس برتن کو پاک کرنے کے لیے کتنی بار دھویا جائے گا؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس برتن کو پاک کرنے کے لیے سات بار دھونا واجب ہے اور ایک بار تتریب (مٹی سے رگڑ کر صاف کرنا) بھی شامل ہے۔

۲- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے اس برتن کو سات بار دھونا واجب ہے جبکہ ایک بار تتریب سے مستحب ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس برتن کو سات دفعہ پانی سے دھونا واجب ہے اور ایک بار مٹی سے رگڑ کر صاف کرنا بھی ضروری ہے۔

آئمہ ثلاثہ نے اس روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یغسل الاناء اذا ولغ فیه الکلب سبع مرات (جامع ترمذی، ج:۱، ص:۲۷) اس حدیث میں کتا کے جھوٹے برتن کو سات بار دھونے کی صراحت ہے۔ اس کا وجوب زیر بحث حدیث کے "فاغسلوه" الفاظ سے ثابت ہوتا ہے۔

۴- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے اس برتن کو تین بار دھونا واجب ہے اور سات بار دھونا مستحب ہے۔ آپ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اذا ولغ الکلب فی اناء احدکم فلیهرقه ولیغسله ثلاث

مرات (نصب الرایہ، ج:۱،ص:۸۷۴)

"جب تم میں سے کسی کے برتن میں کتا منہ ڈال دے تو اس کو بہادو اور اسے تین بار دھوڈالو۔"

اس روایت میں تین بار دھونے کی صراحت ہے جو واجب ہے مگر سات بار دھونا مستحب ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئمہ ثلاثہ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے کہ اس روایت میں سات بار دھونا استحباب پر محمول ہے اور امر وجوب کے لیے نہیں بلکہ استحباب کے لیے ہے۔

السؤال الثانی: عن جابر قال جاء رجل ينشد ضالة في المسجد فقال له رسول الله صلى الله عليه وسلم لا وجدت.

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واشرح الكلمة المخطوط عليها؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور خط کشیدہ کلمات کی تشریح کریں؟)

(ب) ما حكم انشاد الضالة في المسجد؟ ثم بين أن قوله صلى الله عليه وسلم "لا وجدت" دعاء عليه أو دعاء له؟

(گم شدہ چیز کے لیے مسجد میں اعلان کرنے کا کیا حکم ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قول "لا وجدت" سے مراد دعاء بد ہے یا دعاء خیر؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص آیا اس نے مسجد میں گم شدہ چیز کا اعلان شروع کیا، رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا: (رب کرے) تیری چیز دستیاب نہ ہو۔

خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

خط کشیدہ الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ کسی گم شدہ چیز کو تلاش کرنے کے لیے اعلان کرنا، کیونکہ اعلان کرنے سے گم شدہ چیز کے مالک کا علم ہو جاتا ہے اور چیز کا دستیاب ہونا آسان ہو جاتا ہے۔ ایسا اعلان کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے مگر مسجد میں اعلان کرنا منع ہے۔

(ب) گم شدہ چیز کے لیے مسجد میں اعلان کرنے کا حکم:

گم شدہ چیز کی تلاش کے لیے اعلان کرنے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ اعلان مسجد میں نہ کیا جائے، مساجد میں ایسا اعلان کرنا ممنوع و حرام ہے، کیونکہ ایسا اعلان آداب مسجد کے منافی ہے۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ مساجد تو عبادت وریاضت، درس و تدریس اور وعظ و نصیحت کے لیے تعمیر کی جاتی ہیں نہ کہ گم شدہ اشیاء تلاش کرنے کے لیے۔

"لا وجدت" کی وضاحت:

جب کسی شخص نے اپنی گم شدہ چیز کی تلاش کے لیے اچانک مسجد میں اعلان کیا تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ اعلان سن کر بہت پریشان ہوئے کیونکہ اس سے مسجد کا تقدس مجروح ہوا تھا اور اظہار ناراضگی کرتے ہوئے آپ نے بطور بددعاء فرمایا: اللہ تعالیٰ کرے کہ تمہاری چیز دستیاب نہ ہو۔ اس سے بالصراحت ثابت ہوا کہ مساجد میں دنیوی اعلان کرنا حرام ہے۔

السؤال الثالث: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا كَانَ اَحَدُكُمْ فَاِنَّمَا يُصَلِّيْ فَاِنَّهٗ يَسْتُرُهٗ اِذَا كَانَ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ بَيْنَ يَدَيْهِ مِثْلُ مُؤَخِّرَةِ الرَّحْلِ فَاِنَّهٗ يَقْطَعُ صَلٰوتَهُ الْمَرْاَةُ وَالْحِمَارُ وَالْكَلْبُ......

(الف) شكل الحديث الشريف ثم ترجمه الى اللغة الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں پھر اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هل يفسد الصلوة بمرور المراة والحمار والكلب ام لا؟ فصل فيه مذاهب الفقهاء الكرام مع الدلائل؟

(کیا نمازی کے سامنے سے عورت، گدھا اور کتا گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس مسئلہ میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر نماز ادا کرے تو وہ کجاوے کے پچھلے حصہ کی مثل اپنے سامنے سترہ رکھ لے، اگر کجاوے کے پچھلے حصہ کی مثل اس کے سامنے (سترہ) نہ ہو تو عورت، گدھا اور کتا (گزرنے کے سبب) اس کی نماز کو فاسد کر دے گا۔

(ب) عورت، گدھا اور کتا گزرنے سے نماز فاسد ہونے یا نہ ہونے میں مذاہب آئمہ:

سترہ کے بغیر نمازی کے سامنے سے عورت، گدھا اور کتا گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام احمد بن حنبل اور حضرت علامہ اسحاق رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نمازی کے سامنے سے سترہ کے بغیر خنزیر، سیاہ کتا، گدھا، حائضہ عورت اور کافر کے گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ انہوں نے اس حدیث سے استدلال کیا ہے:

عن ابى ذر رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: لا يقطع الصلوٰة شىء اذا كان بين يديه كاخرة الرحل، وقال: يقطع الصلوٰة المراة والحمار

والکلب الاسود...... فقال: ان الکلب الاسود شیطان.

حضرت ابوذر غفاری رضی اللہ عنہ سے منقول ہے، انہوں نے کہا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب نمازی کے سامنے کجاوہ کے آخری حصہ کے برابر کوئی چیز (سترہ) موجود ہو تو کوئی چیز نماز فاسد نہیں کرسکتی۔ آپ نے فرمایا: عورت، گدھے اور کتا کے گزرنے سے نماز فاسد ہو جاتی ہے۔ آپ نے یہ بھی فرمایا: سیاہ کتا شیطان ہے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ، حضرت امام مالک اور حضرت امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ نمازی کے سامنے سے کسی چیز کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں اور حضرت فضل رضی اللہ عنہ اپنی سواری (گدھی) پر صف کے کچھ حصہ کے سامنے سے گزرے آپ اس وقت عرفہ میں لوگوں کو نماز پڑھا رہے تھے...... اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں کچھ نہ کہا۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ کسی کے گزرنے سے نماز فاسد نہیں ہوتی ورنہ آپ ضرور منع فرما دیتے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ اور آپ کے ساتھیوں کی طرف سے حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ یہ روایت منسوخ ہے، کیونکہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی روایات سے اس کا منسوخ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

﴿حصہ دوم: سنن ابن ماجہ﴾

السؤال الرابع: عن ابن عمر قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لا عدوی ولا طیرۃ ولا ھامۃ فقام الیہ رجل اعرابی فقال یا رسول اللہ أرایت البعیر یکون بہ الجرب فیجرب الابل کلھا قال ذلکم القدر فمن اجرب الاول؟

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ وبین معنی القدر لغۃ واصطلاحا؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور "قدر" کا لغوی واصطلاحی معنیٰ بیان کریں؟)

(ب) اشرح الکلمات المخطوط علیھا مع حکمھا الشرعی؟

(خط کشیدہ الفاظ کی تشریح کریں اور ان کا شرعی حکم بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: (اسلام میں) چھوا چھوت کی بیماری، بدفالی اور الّو سے بدشگونی کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ ایک دیہاتی شخص کھڑا ہوا اور اس نے عرض کیا: یا رسول اللہ! اونٹ کو خارش کیسے لگی اور پھر اس سے تمام اونٹوں کو خارش لگ گئی؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: یہی تقدیر ہے، اگر ایسا ہے تو پہلے اونٹ کو کس نے خارش زدہ کیا؟

''قدر'' کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ ''قدر'' کا لغوی معنیٰ ہے: اندازہ، مقدار۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنیٰ ہے: عالم میں جو کچھ برا یا بھلا ہوتا ہے اور بندے جو کچھ نیکی یا بدی کے کام کرتے ہیں، وہ سب اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق ہوتا ہے، ہر بھلائی برائی اس نے اپنے علم ازلی کے موافق مقدر فرمادی ہے یعنی جیسا ہونے والا تھا اور جیسا کوئی کرنے والا تھا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے علم سے جانا اور وہی لکھ دیا تو وہ سب کچھ اللہ کے علم میں ہے اور اس کے پاس لکھا ہوا۔ اسی کا نام تقدیر ہے۔ تقدیر کے بارے میں بحث کرنا، اس بارے میں اعتراضات کا سلسلہ شروع کرنا منع ہے۔

(ب) خط کشیدہ الفاظ کی تشریح:

۱-لا عدوی: اس کا مطلب یہ ہے کہ اسلام میں چھوت اور متعدی بیماری کا تصور نہیں ہے، متعدی مرض کا اعتقاد رکھنا اسلامی تعلیمات کے منافی ہے۔

۲-ولا طیرۃ: اسلام میں بدفالی کا بھی تصور نہیں ہے، اپنے خیالات وتصورات کے مطابق کسی معاملہ میں بدفالی لینا درست نہیں ہے۔

۳-ولا ھامۃ: الّو سے بدشگونی لینا بھی اسلامی تعلیمات کے منافی ہے، کیونکہ یہ غیر اسلامی تصورات ہیں جن کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔

السؤال الخامس: عن أبی أمامة قال مر النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی یوم شدید الحر نحو بقیع الغرقد وکان الناس یمشون خلفه فلما سمع صوت النعال وقر ذلك فی نفسه فجلس حتی قدمهم أمامه لئلا یقع فی نفسه شیء من الکبر ۔

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة و أوضح مفهومه؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) اذا کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم أرفع و أبعد أن یقع فی نفسه شیء من الکبر فما المراد بالحدیث المذکور؟ علیك أن تبینه

(جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات تکبر وغرور سے پاک ومقدس ہے تو پھر اس حدیث کا مطلب کیا ہوا؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ ایک دفعہ شدید گرمی کے دن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم (قبرستان جنت البقیع) کی طرف تشریف لے گئے اور لوگ آپ کے پیچھے چل رہے تھے، جب آپ نے لوگوں کے جوتوں کی آواز سنی تو اپنے دل میں محسوس کیا، آپ بیٹھ گئے جبکہ

لوگ آگے گزر گئے۔ آپ نے یہ اس لیے کیا تھا' تا کہ آپ کے دل میں تکبر وغرور کا خیال نہ آئے۔

مفہوم حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جنت البقیع میں اہل قبور کے لیے فاتحہ خوانی کی غرض سے روانہ ہوئے تو آپ کو دیکھ کر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم بھی یہ سعادت حاصل کرنے کے لیے آپ کے پیچھے ہو گئے، آپ اس چیز کو ناپسند کرتے تھے کہ لوگ آپ کے پیچھے چلیں اور آپ آگے ہوں، لوگوں کے آنے کا علم ہونے پر آپ نے انہیں آگے گزار دیا پھر آپ بھی قبرستان میں پہنچ گئے اور فاتحہ خوانی فرمائی۔ فاتحہ خوانی کرنا مسنون ہے۔

(ب) تکبر سے محفوظ رہنے کی کوشش کرنے کی وجہ:

بلاشبہ امام الانبیاء والمرسلین صلی اللہ علیہ وسلم دیگر عیوب ونقائص کی طرح تکبر وغرور سے بھی پاک تھے، پھر تکبر سے محفوظ رہنے کے لیے اپنے صحابہ کرام کو گزار کر بعد میں غرقد بقیع میں جانے کی کیا وجہ تھی؟ اس کا مختصر جواب یہ ہے کہ آپ تو تکبر جیسے امراض سے محفوظ تھے، کیونکہ آپ معصوم تھے مگر اس کوشش میں اپنی امت کو تعلیم و درس دینا مقصود تھا تا کہ امت محمدی تکبر وغرور کا شکار ہو کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی پر نہ اتر آئے۔ آپ کی تعلیم کا نتیجہ ہے کہ آپ کی امت کے صالحین، علماء ربانیین اور اولیاء کرام ایسے امراض سے اپنا دامن بچانے کی کوشش کرتے ہیں۔

السؤال السادس: عن عبداللہ بن سعید عن جدہ عن ابی ہریرۃ قال نہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم عن تعجیل صوم یوم قبل الرؤیۃ.

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ واکتب اسم جد عبداللہ بن سعید او کنیتہ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں اور حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ کے دادا کا نام یا ان کی کنیت تحریر کریں؟)

(ب) اذکر اختلاف الائمۃ فی صوم یوم الشک مع دلائلہم؟

(یوم شک کے روزہ کے بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث: حضرت عبداللہ بن سعید رضی اللہ عنہ اپنے دادا جان کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے چاند دیکھنے سے ایک دن پہلے روزہ رکھنے میں جلدی کرنے سے منع فرمایا۔

(ب) یوم شک کا روزہ رکھنے میں مذاہب آئمہ مع دلائل:

شعبان المعظم کی تیسویں تاریخ کو یوم شک کہا جاتا ہے، اس دن کسی علت یعنی بادل وغیرہ کی وجہ سے چاند نظر نہ آیا، اس دن کا روزہ رکھنے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اس دن رمضان المبارک کی نیت سے روزہ رکھنا منع ہے۔

۲- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کا نقطہ نظر ہے کہ فرض رمضان اور مطلق نفلی روزہ کی نیت سے روزہ رکھنا درست نہیں ہے لیکن قضا، کفارہ، نذر اور نفل معتاد کا روزہ رکھنا جائز ہے۔

۳- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے اس بارے میں تین اقوال ہیں:

(i) رمضان کی نیت سے واجب ہے، (ii) حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے قول کے مطابق، (iii) حاکم وقت کے فیصلے پر عمل کیا جائے۔

۴- علامہ شوکانی کے مطابق صحابہ کرام کی ایک جماعت اس کے جواز کی قائل ہے جیسے حضرت علی، حضرت فاروق اعظم، حضرت عبداللہ بن عمر، حضرت انس، حضرت امیر معاویہ، حضرت عائشہ، حضرت اسماء بنت ابی بکر، حضرت ابوہریرہ اور حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

۵- علامہ ابن عبدالبر رحمہ اللہ تعالیٰ کے مطابق صحابہ کرام کی ایک جماعت سے کراہت منقول ہے جیسے حضرت فاروق اعظم، حضرت علی، حضرت عمار بن یاسر، حضرت عبداللہ بن عباس، حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت ابوہریرہ، حضرت حذیفہ اور حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

مجوزین کی دلیل حضرت عمران بن حصین رحمہ اللہ تعالیٰ کی روایت ہے: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال لہ ھل صمت من سرر شعبان شیئاً قال: لا قال فاذا افطرت من رمضان فصم یوماً۔ (متفق علیہ)

مانعین نے حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے:

قال عمار رضی اللہ عنہ من صام الیوم الذی شک فیہ فقد عصی ابا القاسم صلی اللہ علیہ وسلم۔ (جامع ترمذی)

دونوں روایات میں تطبیق کی صورت یہ ہے کہ ممانعت رمضان کی نیت سے روزہ رکھنے پر محمول ہے۔ حاصل کلام یہ ہے خواص کے لیے روزہ رکھنا بہتر ہے مگر عوام کے لیے فساد عقیدہ اور تردد نیت کے پیش نظر روزہ نہ رکھنا بہتر ہے۔

☆☆☆

تنظیم المدارس (اہلِ سُنّت)، پاکستان کے جدید نصاب کے عین مطابق

نورانی گائیڈ

حل شدہ پرچہ جات

2019

مفتی محمد احمد نورانی دامت برکاتہم عالیہ

درجہ عالمیہ ✡ سال دوئم

شبیر برادرز (رجسٹرڈ)
زبیدہ سنٹر، ۴۰۔ اردو بازار لاہور
فون: 042-37246006

الشهادة العالمية فی العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ 2019ء

الورقة الأولى: لصحيح البخاری

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السؤال الاول اجباری ولك الخيار فی البواقی ان تجيب عن اثنين

السؤال الاول: عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلی الله عليه وسلم من يقم ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من الذنب

(الف) ترجم الحديث الشريف الی الاردية واشرح الكلمة المخطوط عليها؟ ۴+۶=۱۰

(ب) ان غفر الذنب من قيام الليلة الواحدة فقط فلم نكلف بالتوبة وسائر الاحكام الشريعة؟ بين موقفك بالتفصيل ۱۰

(ج) اكتب الحديث الاول من البخاری مع وجه تقديمه وبين معنی الوحی واقسامه؟ ۱۰+۱۰=۲۰

السؤال الثانی: قال رسول الله صلی الله عليه وسلم ان من اشراط الساعة ان يرفع العلم ويثبت الجهل ويشرب الخمر ويظهر الزنا

(الف) ترجم الحديث الشريف الی الاردية واشرحه شافيا؟ ۷+۸=۱۵

قال النبی صلی الله عليه وسلم لاحسد الافی اثنتين رجل اتاه الله مالا فسلط علی هلكته فی الحق......

(ب) ترجم الحديث الی الاردية مع تشكيلاً، واكتب الثانية التی يجوز فيها الحسد ۷+۸=۱۵

السؤال الثالث: عن ابی هريرة ان رسول الله صلی الله عليه وسلم لو يعلم الناس مافی النداء والصف الاول ثم لم يجدوا الا ان يستهموا عليه لا ستهموا ولو يعلمون مافی التهجير لاستبقوا اليه ولو يعلمون مافی العتمة والصبح لا توها ولوحبوا

(الف) ترجم الحديث الی الاردية واشرح النص المخطوط عليه؟ ۷+۸=۱۵

(ب) اكتب الدعاء الذى يرغب اليها عند الاذان مع ترجمته الى الاردية وانقل حديثاً فى فضيلة الاذان؟ ۷+۸=۱۵

السؤال الرابع: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم نعى النجاشى فى اليوم الذى مات فيه خرج الى المصلى فصف بهم وكبر اربعا .

(الف) ترجم الحديث الشريف الى اللغة الاردية وابن مات النجاشى؟ ۱۰+۵=۱۵

(ب) هل تجوز صلوة الغائب ام لا؟ بين مؤقفك بالدلائل القاطعة؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (برائے طلباء) سال دوم 2019ء

پہلا پرچہ: صحیح بخاری

سوال نمبر 1: عن ابى هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من يقم ليلة القدر ايمانا واحتسابا غفرله ماتقدم من الذنب

(الف) ترجم الحديث الشريف الى الاردية واشرح الكلمة المخطوط عليها؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت کریں؟)

(ب) ان غفر الذنب من قيام الليلة الواحدة فقط فلم نكلف بالتوبة وسائر الاحكام الشريعة؟ بين موقفك بالتفصيل

(اگر ایک رات کے قیام سے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں تو پھر ہم توبہ اور باقی احکام شریعہ کے مکلّف کیوں بنائے گئے ہیں؟ اپنا مؤقف تفصیل سے بیان کریں)

(ج) اكتب الحديث الاول من البخارى مع وجه تقديمه وبين معنى الوحى واقسامه؟

(صحیح بخاری کی پہلی حدیث لکھیں، اس کے مقدم کرنے کی وجہ تحریر کریں، وحی کا معنی اور اس کی اقسام بیان کریں؟)۔

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے ایمان کی حالت اور ثواب کی نیت سے شب قدر میں قیام کیا، تو اس کے پہلے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

خط کشیدہ الفاظ کی وضاحت:

ایمانا: فعل ثلاثی مزید فیہ مہموز الفاء از باب افعال کا مصدر ہے اور حال ہونے کی وجہ سے منصوب ہے۔ اس کا معنی ہے: یقین، ایمان۔ مطلب ہے کہ حالت ایمان میں قیام کرنے سے گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

احتسابا: یہ فعل ثلاثی مزید فیہ صحیح از باب افتعال کا مصدر ہے، اس کا مطلب ہے: ثواب کی نیت سے یعنی قیام کرنے کا مقصد ریاکاری نہ ہو بلکہ اجر وثواب کا حصول ہو۔

(ب) مغفرت گناہوں سے مراد:

گناہوں کی دو اقسام ہیں: (i) گناہ صغیرہ: یعنی چھوٹے گناہ جو نیک اعمال کی برکت سے معاف کر دیے جاتے ہیں، جس طرح روایات کے مطابق ایک نماز سے دوسری نماز تک، ایک جمعہ سے دوسرے جمعہ تک اور ایک رمضان سے لے کر دوسرے رمضان تک نماز، جمعہ اور ماہ رمضان کے روزوں کی برکت سے یہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں۔

(ii) کبیرہ گناہ: وہ گناہ ہیں جو بار بار توبہ کیے بغیر معاف نہیں کیے جاتے۔

یہاں حدیث سے مراد بھی یہی ہے کہ شب قدر میں ایمان کی حالت وثواب کی نیت سے قیام کرنے کی برکت سے صغیرہ گناہ معاف کر دیے جاتے ہیں جبکہ کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتے۔

(ج) بخاری کی پہلی حدیث:

سمعت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ علی المنبر یقول سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول (یایہا الناس) انما الاعمال بالنیات ولکل امرای مانوی، ولمن کانت ھجرتہ الی اللہ ورسولہ فھجرتہ الی اللہ ورسولہ ومن کانت ھجرتہ الی دنیا یصیبھا اوالی امرأۃ ینکحھا فھجرتہ الی ماھاجر الیہ۔

حضرت علقمہ بن وقاص لیثی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو برسر منبر فرماتے ہوئے سنا کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا ہے: اے لوگو! بیشک اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ بیشک ہر شخص کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی۔ پس جس نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف ہجرت کی تو اس کی ہجرت اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے۔ اور جس کی ہجرت حصول دنیا کے لیے یا کسی عورت سے نکاح کرنے کے لیے ہو تو اس کی ہجرت اس کی طرف ہے جس کی طرف اس نے ہجرت کی۔

تقدیم حدیث کی وجہ:

ہر کام کا ثواب چونکہ حسن نیت پر مبنی ہے، اور نیت بد سے اچھے سے اچھا کام بے کار ہو جاتا ہے، اس لیے امام بخاری نے اس حدیث سے کتاب کا آغاز کیا کہ قاری و مقری، شیخ و تلمیذ، تعلیم و تعلم بہت غور کریں کسی فاسد نیت سے نہ کریں ورنہ سب محنت اکارت اور رائیگاں ہے۔

وحی کا معنیٰ اور اس کی اقسام:

وحی کا معنیٰ: وحی کا لغوی معنیٰ ہے: اشارہ کرنا، لکھنا، پیغام بھیجنا، دل میں بات ڈالنا، خفیہ بات کرنا، ذبح میں جلدی کرنا۔ اصطلاحی معنیٰ ہے: وہ کلام جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی پر اتارا جائے۔

اقسام وحی: حضرات انبیاء علیہم السلام پر اتاری جانے والی وحی کی تین اقسام ہیں:

(۱) بلا واسطہ ملک بنفس نفیس باری عزاسمہ کا کلام قدیم سننا جیسے شب معراج میں ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے سنا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کوہ طور پر سنا۔

(۲) فرشتہ کی وساطت سے کلام ربانی نازل ہو۔

(۳) حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے قلوب میں معانی کا القاء کیا جائے جیسا کہ حضور انور نے فرمایا: إِنَّ رُوحَ الْأَمِينِ نَفَثَ فِي رُوْعِي یعنی جبرئیل نے میرے دل پر القاء کیا۔

سوال نمبر 2: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ أَنْ يُرْفَعَ الْعِلْمُ وَيَثْبُتَ الْجَهْلُ وَيُشْرَبَ الْخَمْرُ وَيَظْهَرَ الزِّنَا

(الف) ترجم الحديث الشريف الى الاردية واشرحه شافيا؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کی شرح وافی کریں؟)

قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا حَسَدَ إِلَّا فِي اثْنَتَيْنِ رَجُلٌ آتَاهُ اللّٰهُ مَالًا فَسَلَّطَ عَلَى هَلَكَتِهِ فِي الْحَقِّ......

(ب) ترجم الحديث الى الاردية مع تشكيلا، واكتب الثانية التي يجوز فيها الحسد؟

(حدیث پر اعراب لگا کر اردو میں ترجمہ کریں، اور دوسری چیز لکھیں جس میں حسد جائز ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: علامات قیامت میں سے ایک یہ بھی ہے کہ علم اٹھ جائے گا، جہالت قائم ہو جائے گی، شراب نوشی عام ہو جائے گی اور زنا کاری اعلانیہ ہو گی۔

حدیث کی تشریح:

اس حدیث میں چند مشہور علامات قیامت بیان کی گئی ہیں:

۱-علم اٹھ جائے گا: اس کے کئی مطالب ہیں: (i) علماء اٹھا لیے جائیں گے۔ (ii) باعمل علماء اٹھا لیے جائیں گے۔ (iii) علم دین کی طرف لوگوں کا رجحان ختم ہو جائے گا۔

۲-جہالت چھا جائے گی: علم کے اٹھ جانے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ہر طرف جہالت اور بے عملی کا دور دورہ ہوگا۔ اسلامی احکام کی پرواہ کیے بغیر لوگ اپنے نفس کی پیروی کریں گے۔

۳-شراب نوشی عام ہونا: جب جہالت چھا جائے گی تو اس کا ایک نتیجہ یہ سامنے آئے گا کہ بے عملی، احکام اسلامی کی خلاف ورزی اور شراب نوشی عام ہو جائے گی۔ عصر حاضر میں شراب نوشی کوئی گناہ نہیں سمجھا جاتا، یہی وجہ ہے کہ اکثر وزراء، امراء اور اہل ثروت حضرات اس مرض میں مبتلا ہیں۔

۴-زنا کا عام ہونا: جہالت کے تسلط کے باعث جہاں دوسری خرابیاں ظاہر ہوں گی وہاں زنا کاری بھی عام ہو جائے گی، اخبارات کے واقعات سے معلوم ہوتا ہے کہ عصر حاضر ہی وہ دور ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے امن وحفاظت میں رکھے۔

(ب) اعراب وترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں جبکہ ترجمہ درج ذیل ہے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: حسد صرف دو آدمیوں کے لیے جائز ہے: (۱) جس کو اللہ تعالیٰ نے دولت عطا کی ہو وہ اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے۔

دوسرا شخص: دوسرا شخص جس کے لیے حسد جائز ہے وہ ہے؛ جس کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کی دولت سے نوازا اور وہ ہمہ وقت اس کی تدریس واشاعت میں معروف رہتا ہے۔

اس روایت کا مطلب یہ ہے کہ حسد ناجائز ہے، اگر بالفرض جائز ہوتا تو ان دو شخصوں کے لیے، ان کی خدمت کے اعتراف میں جائز ہوتا یا یہاں حسد سے مراد اس کا مجازی معنیٰ یعنی غبطہ ہے، غبطہ سے مراد ہے کہ کسی کے پاس کوئی مرغوب وپسندیدہ چیز دیکھ کر یہ خواہش کرنا کہ یہ چیز اس کے پاس رہے اور اس کی مثل اللہ تعالیٰ مجھے بھی عطا کرے۔ حسد ناجائز ہے اور غبط جائز ہے۔

سوال نمبر3: عن ابی هريرة ان رسول الله صلى الله عليه وسلم لو يعلم الناس مافى النداء والصف الاول ثم لم يجدوا الا ان يستهموا عليه لا ستهموا ولو يعلمون مافى التهجير لاستبقوا اليه ولو يعلمون مافى العتمة والصبح لا توها ولو حبوا

(الف) ترجم الحديث الى الاردية واشرح النص المخطوط عليه؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، اور خط کشیدہ نص کی تشریح کریں؟)

(ب) اكتب الدعاء الذى يرغب اليها عند الاذان مع ترجمه الى الاردية وانقل حديثاً في فضيلة الاذان؟

(اذان کے وقت پڑھی جانے والی دعاء مع ترجمہ لکھیں؟ اذان کی فضیلت میں ایک حدیث نقل کریں؟)

جواب: (الف) حدیث کا ترجمہ:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اگر لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ اذان کہنے اور صف اول میں شامل ہونے میں کتنا ثواب ہے، پھر قرعہ ڈالے کے بغیر نہ حاصل ہو تو وہ ضرور قرعہ ڈالیں۔ اگر یہ معلوم ہو جائے کہ اول وقت میں نماز ادا کرنے کا کتنا ثواب ہے تو بڑی کوشش سے آئیں۔ اگر جان لیں کہ نماز عشاء اور نماز فجر با جماعت ادا کرنے کا کتنا ثواب ہے، تو وہ ضرور ان دونوں جماعتوں میں آئیں خواہ گھٹنوں کے بل چل کر آنا پڑے۔

خط کشیدہ نص کی وضاحت:

اس بات میں کوئی شک نہیں ہے کہ ہر نماز کی جماعت میں شمولیت کی بڑی فضیلت ہے مگر نماز عشاء اور نماز فجر کی جماعت میں شامل ہونے کا بہت ثواب ہے۔ ایک روایت کے مطابق ان دو نمازوں میں شامل ہونے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ رات بھر کی عبادت کے اجر و ثواب سے نوازتا ہے۔ ایک روایت میں ہے کہ یہ دونوں نمازیں صرف منافق پر بھاری ہیں۔ ان دونوں کی خصوصی فضیلت کی وجہ یہ ہے کہ دن بھر کے کام کاج سے انسان تھک جاتا ہے اور رات کی نماز اس کے لیے دشوار ہو جاتی ہے، شیطان بھی اسی کی ترغیب دیتا ہے۔ صبح کی نماز کی فضیلت اس لیے زیادہ ہے کہ مسلمان غفلت اور نیند کو دور کر کے محض اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے مسجد میں آتا ہے اور نماز باجماعت ادا کرتا ہے۔

(ب) اذان کے وقت پڑھی جانے والی دعا:

اَللّٰهُمَّ رَبَّ هٰذِهِ الدَّعْوَةِ التَّامَّةِ وَالصَّلٰوةِ الْقَائِمَةِ اٰتِ مُحَمَّدَ نِ الْوَسِيْلَةَ وَالْفَضِيْلَةَ وَالدَّرَجَةَ الرَّفِيْعَةَ وَابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدَ نِ الَّذِيْ وَعَدْتَّهٗ وَارْزُقْنَا شَفَاعَتَهٗ يَوْمَ الْقِيَامَةِ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ.

اے اللہ! تو اس دعوت تامہ (اذان) کا مالک ہے، نماز فرض کرنے والا ہے، تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو وسیلہ و بلند مقام عطا کر، تو اسے اس عالی مقام پر فائز کر جس کا تو نے وعدہ کر رکھا ہے، قیامت کے دن آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت کا ہمیں حقدار بنانا۔ بیشک تو اپنے لیے ہوئے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔

فضیلت اذان پر حدیث:

فضیلت اذان کے حوالے سے کثیر احادیث مبارکہ ہیں جن میں سے ایک حسب ذیل ہے:

عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ قال ان المؤذن یغفر لہ مدی صوتہ ویصدقہ کل رطب ویابس سمع صوتہ ۔

سوال نمبر 4: ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نعی النجاشی فی الیوم الذی مات فیہ خرج الی المصلی فصف بھم و کبر اربعا ۔

(الف) ترجم الحدیث الشریف الی اللغۃ الاردیۃ واین مات النجاشی؟

(حدیث کا اردو زبان میں ترجمہ کریں، اور نجاشی کی وفات کہاں ہوئی؟)

(ب) ھل تجوز صلٰوۃ الغائب ام لا؟ بین مؤقفک بالدلائل القاطعۃ؟

(کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اپنا مؤقف مضبوط دلائل سے بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے نجاشی کی وفات کی خبر اسی دن سنی جس دن وہ فوت ہوا، آپ جنازگاہ کی طرف تشریف لے گئے، لوگوں کی صف بندی کی اور (نماز جنازہ میں) چار تکبیریں کہیں۔

نجاشی کی وفات کا مقام:

نجاشی "حبشہ" کا حکمران تھا، وہ غائبانہ طور پر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے متعارف تھا اور وہ مسلمان ہو چکا تھا۔ اس کی وفات "حبشہ" میں ہوئی۔ اس کی وفات کی اطلاع بذریعہ وحی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دی گئی اور اپنے صحابہ کو ساتھ لے کر آپ نے اس کی نماز جنازہ پڑھی۔

(ب) غائبانہ نماز جنازہ کا مسئلہ:

کیا غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ اس بارے میں آئمہ اربعہ کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالٰی کا مؤقف ہے کہ غائبانہ نماز جنازہ منع ہے۔ ان کی دلیل یہ حدیث پاک ہے:

لا یموتن احد منکم الا اذنتمونی فان صلٰوتی علیہ رحمۃ لہ ۔ یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے صحابہ کرام کو اعلان وحکم تھا کہ جب تم میں سے کسی کی وفات ہو جائے تو تم اس بارے میں مجھے ضرور بتانا، کیونکہ میری نماز جنازہ اس کے لیے رحمت ثابت ہوگی۔

نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مقدس زمانہ میں دور دراز علاقہ جات میں کثیر صحابہ نے وفات پائی لیکن

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان میں سے کسی پر بھی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

۲۔حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کے نزدیک غائبانہ نماز جنازہ جائز ہے۔انہوں نے زیر بحث حدیث کے علاوہ حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے استدلال کیا ہے:

قال قال لنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان اخاکم النجاشی قدمات فقوموا فصلوا علیہ قال فقمنا فصففنا کما یصف علی المیت وصلینا علیہ کما یصلی علی المیت (جامع ترمذی)

راوی کا کہنا ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں فرمایا: بیشک تمہارا "نجاشی" بھائی وفات پا گیا ہے، پس تم کھڑے ہو جاؤ اور اس پر نماز جنازہ پڑھو، پس ہم کھڑے ہوئے، ہم نے ایسے صف بندی کی جس طرح میت پر کی جاتی ہے، ہم نے اس کی نماز جنازہ اس طرح پڑھی جس طرح میت پر پڑھی جاتی ہے۔

احناف کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی اس دلیل کے کئی جوابات دیے جاتے ہیں:

(i) نجاشی پر غائبانہ نماز جنازہ پڑھنا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیات میں سے ہے۔(ii) اللہ تعالیٰ نے زمینی بعد ختم کر کے نجاشی کی میت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے رکھ دی تھی۔(iii) شب معراج کی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرب و بعد کی منازل ختم کر کے یکسانیت کا روپ بھر دیا گیا تھا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الشهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ 2019ء

الورقة الثانية: لصحيح مسلم

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السؤال الأول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين فقط

السؤال الاول: حدثنا يحيیٰ بن يحيیٰ و محمد بن رمح قال اخبرنا الليث، وحدثنا قتيبة بن سعيد حدثنا ليث عن نافع عن عبدالله عن رسول الله صلى الله عليه وسلم انه نهیٰ عن بيع حبل الحبلة .

(الف) شكل الحديث مع سنده وترجمه الى الأردية؟ ۵+۵=۱۰

(ب) عرف بيع حبل الحبلة وزين التحقيق الصرفی عن المخطوط عليها؟ ۸+۷=۱۵

(ج) بين معنى البيوع الآتية مع حكمها وعلتها؟ ۳×۵=۱۵

بيع العرايا، تلقیَ الجلب، بيع الحصاة

السؤال الثانی: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له ارض فليزرعها او فليحرثها اخاه والا فليدعها

(الف) ترجم الحديث واشرحه شرحا بسيطا؟ ۵+۵=۱۰

(ب) هل يجوز كراء الارض ام لا؟ بين مذهب الاحناف مع دلائلهم . ۲۰

السؤال الثالث: عن ابن عباس ان النبی صلى الله عليه وسلم قال مثل الذی يرجع فی صدقته كمثل الكلب يقیء ثم يعود فی قيئه فياكله

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واكتب معنى الهبة لغة واصطلاحا؟ ۵+۵=۱۰

(ب) بين الحكم مع الدليل عن تفضيل بعض الاولاد فی الهبة وعن شراء الانسان ما تصدق به ممن تصدق عليه؟ ۲۰

السؤال الرابع: عن انس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم رأی شیخا یهادی بین ابنیہ فقال مابال ھذا؟ قالوا نذر ان یمشی قال ان اللہ عن تعذیب ھذا نفسہ لغنی وامرہ ان یرکب

(الف) ترجم الحدیث الی اللغة الأردیة وبین حکم النذر الذی فیہ معصیة وایضا اکتب کفارة النذر؟ ۵+۵+۵=۱۵

(ب) القرآن یامرنا ایفاء النذور (ولیوفوا نذورھم) ولکن امر النبی صلی اللہ علیہ وسلم شیخاً بترکہ، علیك التطبیق بین القرآن والحدیث؟ ۱۵

درجہ عالیہ (برائے طلباء) سال دوم 2019ء

دوسرا پرچہ: صحیح مسلم

سوال نمبر1: حَدَّثَنَا يَحْيَى بْنُ يَحْيَى وَ مُحَمَّدُ بْنُ رُمْحٍ قَالَا أَخْبَرَنَا اللَّيْثُ، وَحَدَّثَنَا قُتَيْبَةُ بْنُ سَعِيْدٍ حَدَّثَنَا لَيْثٌ عَنْ نَافِعٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنَّهُ نَهٰى عَنْ بَيْعِ حَبَلِ الْحَبَلَةِ.

(الف) شکل الحدیث مع سندہ وترجمہ الی الأردیة؟
(حدیث مع سند پر اعراب لگائیں اور اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) عرف بیع حبل الحبلة وزین التحقیق الصرفی عن المخطوط علیھا
("بیع حبلہ" کی تعریف کریں، اور خط کشیدہ کی صرفی تحقیق کریں؟)

(ج) بین معنی البیوع الآتیة مع حکمھا وعلتھا؟ بیع العرایا، تلقی الجلب، بیع الحصاة

(درج ذیل بیوع کے معنی، ان کا حکم اور ان کی علت بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

نوٹ: اوپر حدیث مع سند پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت لیث، حضرت نافع اور حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہم سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع کیا ہے۔

(ب) بیع حبل الحبلة کی تعریف:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ جانور وغیرہ کے پیٹ میں موجود حمل کی بیع وشراء، اسی طرح حمل کے حمل یعنی

موجودہ حمل سے جو مادہ پیدا ہوگا، اس کے حمل کی بیع وشراء دونوں ناجائز ہیں۔ اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حمل اور حمل کے حمل کی بیع سے منع فرمایا ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے: "ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم نهی عن بیع حبل الحبلة" یعنی رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حاملہ کے حمل کی بیع سے منع فرمایا۔"

اس پر عقلی دلیل یہ ہے کہ حمل وغیرہ کی بیع میں دھوکہ ہے، کیونکہ بسا اوقات جانور وغیرہ کا صرف پیٹ پھول جاتا ہے اور اندر سے خالی ہوتا ہے، اس صورت میں بائع کا فائدہ ہے کہ وہ لڑ جھگڑ کر ثمن وصول کر لے گا مگر مشتری کے لیے دھوکہ ہے، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دھوکہ سے منع فرمایا ہے۔

الحبلة: یہ فعل ثلاثی مجرد از باب سمع یسمع کا مصدر ہے۔ اس کا صلہ "المرأة" (عورت) آ جائے تو اس کا معنیٰ ہوگا: حاملہ ہونا۔ اس کا اسم فاعل "حابلة" ہے جس کی جمع ہے: حبلة، حبلیٰ، حبالیٰ، حبلیات۔ اس کا معنیٰ ہے: حاملہ ہونا۔

(ج) اصطلاحات کی تعریف:

۱- بیع العرایا: لفظ "عرایا" کی جمع ہے جس کا معنیٰ خالی ہونا ہے، کیونکہ اس کا حکم باغ کے باقی احکام سے خالی ہوتا ہے، اس لیے اس کو عریہ کہتے ہیں۔ دوسرا معنیٰ ہے: بار بار آنا جانا ہے۔ یہ عری یعرو سے ماخوذ ہے۔ حضرت امام مالک اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کے ہاں "عرایا" ایک قسم کا ہدیہ ہے، صورتاً اسے بیع کہا جاتا ہے۔ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اسے حقیقتاً بیع قرار دیتے ہیں، گویا یہ بیع مزابنہ ہے جو پانچ وسق یا اس سے کم مقدار میں جائز ہے۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کی بیع جائز نہیں ہے اور ہبہ کی شکل میں جائز ہے۔

۲- تلقی الجلب: تلقی کا معنیٰ ملنا اور جلب کا معنیٰ ہے: کسی کو ہانک کر لانا۔ جلب، جلبہ کی جمع ہے یعنی وہ لوگ جو دیہاتوں سے سودا لے کر شہر میں فروخت کرنے کے لیے آتے ہیں۔ تلقی جلب کی صورت یہ ہے کہ کوئی شخص شہر سے باہر نکل کر ان تاجروں کا استقبال کرے جو شہر میں غلہ وغیرہ فروخت کرنے کے لیے آتے ہیں تو وہ ان سے غلہ وغیرہ خریدے، چونکہ ان لوگوں کو شہر میں بھاؤ کا علم نہیں ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے کہ یہ شخص ان سے شہر کے نرخ سے کم پر خریدے اور یوں ان کو نقصان ہوگا، اس لیے اس سے منع کیا گیا ہے۔ دھوکہ کی صورت ہونے کی وجہ سے یہ بیع منع ہے۔

۳- بیع الحصاة: زمانہ جاہلیت کی بیوع میں سے ایک "بیع الحصاة" ہے، اس کی صورت یہ ہے کہ مشتری کنکری پھینکتا ہے، جس چیز پر وہ کنکری گر جائے وہ اس کی ہو جاتی ہے۔ اس بیع میں بائع اور مشتری دونوں یا دونوں میں سے ایک کو دھوکہ ہو سکتا ہے، اس وجہ سے اس سے منع کیا گیا ہے۔ گویا اس کی ممانعت کی علت دھوکہ ہے اور دھوکہ کے باعث یہ ممنوع ہے۔

سوال نمبر 2: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من كانت له ارض فليزرعها او فليحرثها اخاه والا فليدعها

(الف) ترجم الحديث واشرحه شرحا بسيطا؟

(حدیث کا ترجمہ کریں اور اس کی جامع تشریح کریں؟)

(ب) هل يجوز كراء الارض ام لا؟ بين مذهب الاحناف مع دلائلهم؟

(کیا زمین کرائے پر لینا جائز ہے یا نہیں؟ احناف کا مذہب تفصیلاً بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کی زمین ہو تو اسے چاہیے کہ وہ اسے کاشت کرے یا اپنے بھائی کو کاشت کرنے کے لیے دے ورنہ اسے چھوڑ دے۔

تشریح:

انسان پر اللہ تعالیٰ کے بے شمار انعامات ہیں جو احاطہ حصر میں نہیں آ سکتے، ان میں سے ایک زمین ہے، مالک زمین اس سے استفادہ کے لیے خود اسے کاشت کرے، اگر خود کاشت نہیں کر سکتا تو اپنے دوست یا کسی بھائی کو کاشت کاری کا موقع فراہم کرے جو معاونت ہوگی اور اگر ایسی صورت بھی ممکن نہ ہو تو وہ زمین سے دست بردار ہو جائے تا کہ کوئی حقدار آدمی اسے اپنے استعمال میں لائے یعنی کسی کو ہدیہ کر دے۔ زمین سے استفادہ نہ کرنا ناشکری ہے جو اللہ تعالیٰ کو ہرگز پسند نہیں ہے۔ اسی طرح زمین کی بنیاد پر اترانا، تکبر و غرور سے کام لینا بھی اللہ تعالیٰ کو نہایت ناپسند ہے اور اس سے مکمل احتراز کرنا چاہیے۔

(ب) زمین کو کرائے پر دینے کا مسئلہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زمین کو کرائے پر دینے سے منع کیا ہے، اس سلسلہ میں "ولا تبیعوا" کے الفاظ بھی آئے ہیں، اس سے مراد بھی کرائے پر دینا ہے۔ اس سلسلہ میں وارد تمام روایات سے دو امور سامنے آتے ہیں: (i) آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کسی مسلمان بھائی کو بطور عطیہ یا ہبہ دینے کی ترغیب دی ہے۔ (ii) مالک زمین اپنے لیے نالیوں یا نہروں کے پاس والی جگہوں کی فصل خود رکھ لیتے تھے جبکہ باقی زمینوں کی فصل مزارع کو دے دیتے تھے اور اس طرح مزارع کا استحصال ہوتا تھا جس سے منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ بات باہم نفرت کی صورت پیدا کرتی ہے۔

حضرت علامہ غلام رسول سعیدی رحمہ اللہ تعالیٰ مالک زمین اور مزارع کے مابین چار صورتیں کرتے ہیں:

(i) مالک زمین مزارع سے کہے کہ میں تمہیں اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم زمین کے فلاں حصہ (نہر

کے پاس والی) کی پیداوار مجھے دو گے، فلاں حصہ کی فصل تم رکھو گے، تو یہ بالا جماع باطل ہے کہ اس میں دھوکہ کی صورت موجود ہے، اس لیے کہ ممکن ہے کہ اس حصہ میں فصل ہو یا نہ ہو۔

(ii) مالک زمین مزارع سے کہے کہ میں یہ زمین اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم زمین کی فصل میں سے مقرر مقدار مثلاً ایک سوکلو مجھے دو گے، یہ معاوضہ بالا جماع باطل ہے، کیونکہ اس میں دھوکہ ہے۔

(iii) مالک زمین مزارع کو زمین کرائے پر دے اور کرائے میں سونا، چاندی یا کوئی اور چیز غلہ وغیرہ رکھے اور متعین کرے اور زمین کی فصل اجرت میں نہ دی جائے تو اس میں فقہاء کا اختلاف ہے۔

(iv) مالک زمین مزارع کو زمین بٹائی پر دے اور اس کے عوض زمین کی فصل کا نصف یا تہائی وغیرہ بطور معاوضہ دیا جائے تو اس میں بھی فقہاء کا اختلاف ہے۔

حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں غلہ کے علاوہ سونا، چاندی اور دیگر اشیاء کے عوض زمین کرائے پر دی جاسکتی ہے۔ آئمہ ثلاثہ کے ہاں سونا اور چاندی کی طرح اناج کے عوض میں بھی کرائے پر دی جاسکتی ہے۔

سوال نمبر 3: عن ابن عباس ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال مثل الذی یرجع فی صدقتہ کمثل الکلب یقیء ثم یعود فی قیئہ فیاکلہ

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة واکتب معنی الھبة لغة واصطلاحا؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، اور "ھبہ" کا لغوی واصطلاحی معنیٰ لکھیں؟)

(ب) بین الحکم مع الدلیل عن تفضیل بعض الاولاد فی الھبة وعن شراء الانسان ماتصدق بہ ممن تصدق علیہ؟

(ہبہ میں بعض اولاد کو ترجیح دینے کا حکم مع الدلیل بیان کریں، اور صدقہ شدہ چیز یا وہ بطور عطیہ دی گئی ہو، کو فروخت کرنے کا حکم کیا ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اپنے صدقہ کو لوٹاتا ہے، اس کی مثال اس کتے کی ہے جو قے کرتا ہے پھر اپنی قے کو لوٹائے اور اسے کھا لے۔

"ھبہ" کا لغوی واصطلاحی معنیٰ:

لفظ "ھبہ" کا لغوی معنیٰ ہے: عطیہ، بلا معاوضہ چیز دینا۔ اس کا شرعی واصطلاحی معنیٰ ہے: کسی کو اپنی طرف سے بلا معاوضہ کوئی چیز فراہم کرنا۔ اس کی تین شرائط ہیں:

(i) مقبوض ہو، (ii) غیر منقسم ہو، (iii) غیر مشغول ہو۔ "ھبہ" کے ارکان دو ہیں: (۱) ایجاب، (۲) قبول۔

(ب) ''ہبہ'' میں بعض اولاد کو بعض پر ترجیح دینا:

والدین کی طرف سے اولاد کو کوئی چیز ہبہ کرنے میں مساوات واجب ہے یا نہیں؟ اس بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے اور اس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے دو اقوال ہیں:

(i) لڑکے کا لڑکی سے دوگنا حصہ ہے۔ (ii) دونوں کا برابر برابر حصہ ہے۔

۲- حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے تین اقوال ہیں:

(i) عدم مساوات حرام ہے۔ (ii) عدم مساوات سے ہبہ درست ہو جائے گا مگر اس سے رجوع کرنا واجب ہے۔ (iii) اولاد میں سے جو مفلس ہے، اسے زیادہ دینا جائز ہے۔

۳- حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ اگر عدم مساوات سے کسی کا نقصان ہوتا ہو تو مساوات واجب ہے ورنہ نہیں۔

۴- جمہور فقہاءِ کرام کا نظریہ ہے کہ مساوات مستحب ہے اور عدم مساوات مکروہ تنزیہی ہے۔

۵- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ عدم مساوات مکروہ تنزیہی ہے حرام نہیں ہے۔

جو لوگ عدم مساوات کو حرام قرار دیتے ہیں ان کی دلیل یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **لا اشهد علىٰ جور** یعنی میں ظلم پر گواہ نہیں بن سکتا۔

عدم مساوات کے قائلین لوگوں کی دلیل یہ روایت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: **فاشهد علىٰ هذا غيري** یعنی اس پر تم میرے علاوہ کسی کو گواہ بنالو۔

ہبہ میں رجوع اور عدم رجوع کی صورت:

جب موہوب لہ، ہبہ کے عوض کوئی چیز فراہم کردے یا ہبہ میں زیادتی کردی مثلاً زمین ہبہ کی تو اس میں مکان بنالیا یا اس میں درخت لگالیے یا فریقین میں سے کوئی فوت ہو جائے یا وہ چیز موہوب لہ کی ملک سے خارج ہو جائے، تو ہبہ واجب ہو جاتا ہے اور واہب کی طرف سے رجوع باطل ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 4: **عن انس ان النبي صلى الله عليه وسلم رای شيخا يهادی بين ابنيه فقال مابال هذا؟ قالوا نذر ان يمشی قال ان الله عن تعذيب هذا نفسه لغنی وامره ان يركب**

(الف) ترجم الحديث الى اللغة الأردية وبين حكم النذر الذى فيه معصية وايضا اكتب كفارة النذر؟

(حدیث کا اُردو میں ترجمہ کریں، نذر معصیت کا حکم بیان کریں اور نذر کا کفارہ لکھیں؟)

(ب) القرآن يأمرنا ايفاء النذور (وليوفوا نذورهم) ولكن امر النبى صلى الله عليه وسلم شيخاً بتركه، عليك التطبيق بين القرآن والحديث؟

(قرآن ہمیں نذریں پوری کرنے کا حکم دیتا ہے (اور انہیں چاہیے کہ وہ اپنی نذریں پوری کریں) لیکن رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بوڑھے شخص کو اس کے ترک کا حکم دیا، قرآن و حدیث میں تطبیق پیدا کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بوڑھے شخص کو اپنے دونوں بیٹوں کے درمیان چلتے ہوئے سہارے سے دیکھا تو فرمایا: اس کا کیا حال ہے؟ صحابہ کرام نے عرض کیا: اس نے پیدل چلنے کی نذر مانی ہے، آپ نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ اس کے نفس کو عذاب دینے سے بے پرواہ ہے اور اسے سوار ہونے کا حکم دیا۔

نذر معصیت کا حکم اور اس کا کفارہ:

عدم معصیت کی نذر کا پورا کرنا واجب ہے اور معصیت کی نذر کا پورا کرنا واجب نہیں ہے بلکہ وہ کالعدم ہوتی ہے۔ زیر بحث حدیث کی نذر معصیت اور تکلیف مالا یطاق پر مبنی تھی اس لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے ترک کرنے اور سواری پر سوار ہونے کا حکم دیا تھا۔

نذر معصیت کا پورا کرنا ضروری نہیں ہوتا، اس کا کفارہ دینا واجب ہوتا ہے۔ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ اور حضرت امام ثوری رحمہما اللہ تعالیٰ کا یہ مؤقف ہے، ان کی دلیل یہ روایت ہے: لا نذر فی معصیة و كفارته كفارة يمين یعنی نذر معصیت کی کوئی حیثیت نہیں ہے اور اس کا کفارہ، کفارہ یمین ہے۔

قرآن کریم میں کفارہ یمین کی صورتیں درج ذیل بیان کی گئی ہیں:

(۱) دس مسکینوں کو صبح و شام کھانا کھلانا ہے۔

(۲) یا دس مسکینوں کو کپڑے فراہم کرنا ہے۔

(۳) یا ایک غلام آزاد کرنا ہے۔

(۴) اگر ان تینوں صورتوں میں سے کسی کی بھی طاقت نہ ہو تو تین دن کے روزے رکھنا ہے۔

(ب) نذر کے مسئلہ میں قرآن وحدیث میں تطبیق:

قرآن کریم اپنی نذروں کو پورا کرنے کا حکم دیتا ہے جبکہ زیر بحث حدیث سے اس کے ترک کا درس ملتا ہے، اس طرح قرآن وحدیث میں تعارض ہوا؟ اس کی تطبیق کی صورت یہ ہے کہ قرآن کریم میں عدم معصیت پر مبنی نذروں کو پورا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جبکہ حدیث شریف میں معصیت پر مبنی نذروں کے ترک کا حکم ہے۔ لہٰذا تعارض باقی نہ رہا۔

☆☆☆☆☆☆☆

الشهادة العالمية فی العلوم العربية و الاسلامية

"السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ 2019ء

الورقة الثالثة: لجامع الترمذی

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: السؤال الاول اجباری ولك الخيار فی البواقی أن تجيب عن اثنين فقط.

السؤال الاول: عن حذيفة ان النبی صلی الله عليه وسلم اتی سباطة قوم فبال عليها قائما فأتيته بوضوء فذهبت لاتأخر عنه فدعانی حتی كنت عند عقبيه فتوضا ومسح علی خفيه

(الف) شكل الحديث وانقله الی اللغة الأردية؟ ۵+۵=۱۰

(ب) فعل النبی صلی الله عليه وسلم معارض لتعليمه عمر فی قوله "يا عمر لاتبل قائما" عليك التوفيق بين فعله وتعليمه؟ ۱۵

(ج) ما يقول الانسان اذا دخل الخلاء؟ واكتب الحكم عن استقبال القبلة واستدبارها بغائط او بول؟ ۷+۸=۱۵

السؤال الثانی: (i) عن عائشة قالت ان كان رسول الله صلی الله عليه وسلم ليصلی الصبح فينصرف النسآء قال الانصاری فيمر النسآء متلففات بمروطهن ما يعرفن من الغلس

(ii) عن ابن رافع ابن خديج قال سمعت رسول الله صلی الله عليه وسلم يقول اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر

(الف) ترجم الروايتين الی الأردية وزين القرطاس بتطبيق بينهما؟ ۸+۷=۱۵

(ب) اذكر المذاهب عن الاسفار بالفجر والتغليس به فی ضوء الترمذی؟ ۱۵

السؤال الثالث: كان النبی صلی الله عليه وسلم يصلی من الليل مثنی مثنی ويوتر بركعة وكان يصلی الركعتين والاذان فی اذنه

(الف) انقل الحديث الی الأردية بعد تشكيله واذكر حديثا فی فضل الوتر؟

۸+۷=۱۵

(ب) کم رکعة فی الوتر؟ فصل اختلاف الائمة مع دلائلهم ورجح مذهب الاحناف؟ ۱۵

السؤال الرابع: عن عائشة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف

(الف) ترجم الحديث الى الاردية وبين ان الأمر في الحديث للوجوب أو للاستحباب؟ ۷+۸=۱۵

(ب) هل الوليمة قبل النكاح مسنونة ام بعده؟ بين بالدليل وبين الحكم فيمن يحضر الوليمة بغير دعوة؟ ۷+۸=۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (برائے طلباء) سال دوم 2019ء

تیسرا پرچہ: جامع ترمذی

سوال نمبر 1: عَنْ حُذَيْفَةَ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَتٰى سُبَاطَةَ قَوْمٍ فَبَالَ عَلَيْهَا قَائِمًا فَاَتَيْتُ بِوُضُوْءٍ فَذَهَبْتُ لِاَ تَأَخَّرَ عَنْهُ فَدَعَانِيْ حَتّٰى كُنْتُ عِنْدَ عَقِبَيْهِ فَتَوَضَّأَ وَمَسَحَ عَلٰى خُفَّيْهِ.

(الف) شكل الحديث وانقله الى اللغة الأردية؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) فعل النبي صلى الله عليه وسلم معارض لتعليمه عمر في قوله "يا عمر لاتبل قائما" عليك التوفيق بين فعله وتعليمه؟

(رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل آپ کی تعلیم سے معارض ہے، کیونکہ آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا: "اے عمر تم کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرنا" آپ کے فعل اور تعلیم میں تطبیق کی صورت پیدا کریں؟)

(ج) ما يقول الانسان اذا دخل الخلاء؟ واكتب الحكم عن استقبال القبلة واستدبارها بغائط او بول؟

(جب آدمی بیت الخلاء میں داخل ہو تو کیا پڑھے؟ قبلہ کی طرف منہ کرنے اور پشت کرنے کا بڑے

اور چھوٹے پیشاب کے وقت کا حکم بیان کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اردو میں ترجمہ:

نوٹ: اوپر حدیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم قوم کی روڑی کی طرف تشریف لے گئے تو آپ نے اس پر کھڑے ہو کر پیشاب کیا، پس میں پانی لیے ہوئے تھا کہ میں علیحدہ ہو گیا، آپ نے مجھے بلایا میں قریب ہو گیا حتیٰ کہ میں آپ کی ایڑیوں کے پاس کھڑا ہو گیا، پھر آپ نے وضو کیا اور اپنے موزوں پر مسح کیا۔

(ب) فعل و تعلیم میں تعارض کا جواب:

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے خود کھڑے ہو کر پیشاب کیا جبکہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع کیا۔ اس طرح دونوں روایات یعنی فعل اور قول میں تعارض ہوا؟

اس کے جواب یا تطبیق کی متعدد صورتیں ہیں:

۱- آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا فعل عذر پر محمول ہے۔

۲- اہل عرب میں کھڑے ہو کر پیشاب کرنا درد کمر کا علاج بھی تھا، شاید اس وقت آپ کو درد کمر کا عارضہ لاحق ہو۔

۳- وہ جگہ نہایت گندی تھی، جہاں بیٹھنا ممکن نہیں تھا۔

۴- یہ فعلی روایت بیان جواز پر محمول ہو۔

۵- حدیث قولی کو حدیث فعلی پر فوقیت حاصل ہوتی ہے۔

۶- حرام کی صورت راجح ہوتی ہے۔

۷- فعلی حدیث قولی احادیث سے منسوخ ہے۔

(ج) بیت الخلاء میں داخل ہوتے وقت کی دعا:

بیت الخلاء میں داخل ہونے سے قبل یہ دعا پڑھی جاتی ہے:

اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُ بِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَالْخَبَائِثِ

بیت الخلاء سے باہر آنے کی دعا درج ذیل ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنِّی الْاَذٰی وَعَافَانِیْ۔

قضائے حاجت کے وقت استدبار و استقبال قبلہ کا مسئلہ:

جنگل میں یا چار دیواری میں قضائے حاجت کے استقبال اور استدبار قبلہ کے مسئلہ میں فقہاء کا

اختلاف ہے جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱-حضرات طرفین رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ استقبال واستدبار مطلقاً ناجائز ہے خواہ قضائے حاجت کرنے والا جنگل میں ہو یا چاردیوار میں۔ انہوں نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی مرفوع حدیث سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: اذا اتیتم الغائط فلا تستقبلوا القبلة ولا تستدبرها ببول او غائط۔

۲-حضرت امام داؤد ظاہری رحمہ اللہ تعالیٰ مطلقاً جائز قرار دیتے ہیں، انہوں نے حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت سے استدلال کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: قال نهى نبی الله صلى الله عليه وسلم ان نستقبل القبلة ببول فرأيته قبل ان يقبض بعام يستقبلها۔

۳-حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ صحراء میں دونوں ناجائز اور چار دیواری میں دونوں جائز ہیں۔ انہوں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے جو یہ ہے: رقيت يوما على بيت حفصه رضى الله عنها فرأيت النبى صلى الله عليه وسلم على حاجته مستقبل الشام مستدبر الكعبة۔ یعنی میں ایک دن اپنی بہن حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کے مکان پر چڑھا تو میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم شام کی جانب رخ، اور کعبہ کی طرف پشت لیے ہوئے قضاء حاجت فرما رہے تھے۔

۴-حضرت امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ تعالیٰ کے ہاں استقبال مطلقاً ناجائز اور استدبار مطلقاً جائز ہے۔ انہوں نے بھی حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

۵-حضرت امام ابویوسف رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ استقبال مطلقاً ناجائز ہے جبکہ استدبار صحراء میں ناجائز اور چار دیواری میں جائز ہے، انہوں نے بھی حضرت امام شافعی اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی روایت سے استدلال کیا ہے۔

حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ عنہ کی بوجوہ روایت کو ترجیح حاصل ہے۔

(۱) بطور سند تمام روایات سے اصح ہے۔ (۲) یہ روایت قولی ہے باقی تمام فعلی ہیں۔ (۳) یہ روایت محرم ہونے کی وجہ سے مرجح ہے۔ (۴) یہ روایت اوفق بالقرآن ہے۔ (۵) یہ روایت مؤید بالقرآن ہے۔

سوال نمبر 2: (i) عن عائشة قالت ان كان رسول الله صلى الله عليه وسلم ليصلى الصبح فينصرف النسآء قال الانصارى فيمر النسآء متلففات بمروطهن ما يعرفن من الغلس

(ii) عن ابن رافع ابن خديج قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول

اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر

(الف) ترجم الروايتين الى الأردية وزين القرطاس بتطبيق بينهما؟
(دونوں روایات کا اردو میں ترجمہ کریں اور دونوں کے درمیان تطبیق زینت قرطاس کریں؟)

(ب) اذكر المذاهب عن الاسفار بالفجر والتغليس به في ضوء الترمذي؟
(فجر کی نماز اندھیرے یا اجالے میں پڑھنے کے حوالے سے مذاہب آئمہ جامع ترمذی کی روشنی میں بیان کریں؟)

جواب: روایات کا اردو میں ترجمہ:

(i) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم فجر کی نماز اس وقت پڑھتے تھے جبکہ عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی واپس آتی تھیں اور وہ اندھیرے کی وجہ سے پہچانی نہیں جاتی تھیں۔

(ii) حضرت ابن رافع بن خدیج رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو یوں فرماتے ہوئے سنا: تم فجر کی نماز اجالے میں پڑھو، کیونکہ اس کا ثواب زیادہ ہے۔

دونوں روایات میں تطبیق کی صورت:

پہلی روایت سے فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا ثابت ہوتا ہے اور دوسری روایت میں اجالے میں پڑھنے کی فضیلت ثابت ہوتی ہے، اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا۔ دونوں روایات میں تطبیق کی متعدد صورتیں:

(۱) پہلی روایت فعلی اور دوسری قولی ہے جبکہ تقابل کے وقت قولی کو ترجیح حاصل ہوتی ہے۔

(۲) پہلی روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلے سالوں کا عمل ہے جو منسوخ ہے اور دوسری روایت ناسخ ہے۔

(۳) دوسری روایت کو معمول بہ بنانے سے فوائد زیادہ ہیں مثلاً نمازیوں میں اضافہ ہوگا اور لوگوں کے لیے سہولت کا بھی پہلو نکلتا ہے۔

(ب) فجر کی نماز اندھیرے میں یا اجالے میں پڑھنے کے حوالے سے مذاہب آئمہ:

کیا فجر کی نماز اندھیرے میں پڑھنا افضل ہے یا اجالے میں؟ اس بارے میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱۔ حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فجر کی نماز تاریکی میں پڑھنا افضل ہے۔ انہوں نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی روایت سے استدلال کیا ہے جو زیر بحث

ہے۔

۲۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ فجر کی نماز اجالے میں پڑھنا افضل ہے، انہوں نے جامع ترمذی کی اس حدیث سے استدلال کیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اسفروا بالفجر فانه اعظم للاجر یعنی تم فجر کی نماز اجالے میں ادا کرو، اس کا ثواب زیادہ ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ اور حضرت امام مالک رحمہما اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کی دلیل کا جواب یوں دیا جاتا ہے:

(۱) زیر بحث حدیث میں الفاظ "من الغلس" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے نہیں ہیں بلکہ ان کا قول "ما یعرفن" پر ختم ہو گیا، ان کا مقصد یہ تھا کہ عورتیں اپنی چادروں میں لپٹی ہوئی آتی تھیں، اس لیے انہیں کوئی پہچان نہیں سکتا تھا۔ کسی راوی نے یہ مفہوم نہ سمجھا تو اس نے "من الغلس" کے الفاظ کا اضافہ کر دیا۔

(۲) یہ عمل آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مخصوص تھا جبکہ امت کے لیے اسفار یعنی فجر کی نماز اجالے میں پڑھنا افضل ہے اور اس کی تائید دیگر روایات سے بھی ہوتی ہے۔

سوال نمبر 3: كَانَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُصَلِّيْ مِنَ اللَّيْلِ مَثْنٰى مَثْنٰى وَيُوْتِرُ بِرَكْعَةٍ وَّكَانَ يُصَلِّي الرَّكْعَتَيْنِ وَالْاَذَانُ فِيْ اُذُنِهٖ

(الف) انقل الحديث الى الأردية بعد تشكيله واذكر حديثا فى فضل الوتر؟

(حدیث پر اعراب لگائیں، اس کا اردو میں ترجمہ کریں اور وتر کی فضیلت میں ایک حدیث نقل کریں؟)

(ب) كم ركعة فى الوتر؟ فصل اختلاف الائمة مع دلائلهم ورجح مذهب الاحناف؟

(وتر میں کتنی رکعات ہیں؟ اس بارے میں مذاہب آئمہ مع دلائل بیان کریں اور احناف کے مذہب کو ترجیح دیں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

نوٹ: اوپر حدیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور اس کا ترجمہ درج ذیل ہے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم رات کے وقت دو دو رکعت کر کے نماز پڑھتے، پھر آخر میں ایک رکعت وتر پڑھتے اور فجر کی دو رکعت اس وقت پڑھتے جب فجر کی اذان سنتے تھے۔

وتر کی فضیلت میں ایک حدیث:

وتر کی فضیلت پر حدیث درج ذیل ہے:

عن بريدة رضى الله عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول: الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا، الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا، الوتر حق فمن لم يوتر فليس منا (سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: ۱۴۱۹)

حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وتر حق ہیں، جس نے وتر نہیں پڑھے وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وتر حق ہیں، جس نے وتر نہیں پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔ وتر حق ہیں، جس نے وتر نہیں پڑھے، وہ ہم میں سے نہیں ہے۔

(ب) وتر کی تعداد رکعات میں مذاہب آئمہ:

نماز وتر کی تعداد کے حوالے سے آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، اس کی تفصیل درج ذیل ہے:

۱- حضرت امام شافعی اور حضرت امام احمد بن حنبل رحمہما اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز وتر ایک رکعت سے لے کر گیارہ رکعات تک ہیں یعنی ایک رکعت، تین رکعات، پانچ رکعات، سات رکعات، نو رکعات اور گیارہ رکعات۔

انہوں نے مشہور روایت کے ان الفاظ سے استدلال کیا ہے: **الوتر ركعة من آخر الليل** (الصحیح للمسلم) یعنی آپ صلی اللہ علیہ وسلم رات کے آخری حصہ میں ایک رکعت نماز وتر پڑھتے تھے۔

۲- حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے کہ نماز وتر تین رکعات ہیں، اس سے زائد یا کم درست نہیں ہیں۔ آپ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے استدلال کیا ہے، چنانچہ وہ روایت یہ ہے: **كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يقرأ فى الوتر بسبح اسم ربك الاعلى وقل يايها الكافرون وقل هو الله احد فى ركعة ركعة** ۔ یعنی رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم وتر کی نماز میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى٥، قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ٥ اور قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ٥ تین سورتیں تین رکعات میں پڑھتے تھے۔

معلوم ہوا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تین رکعات نماز وتر پڑھتے تھے اور ہر رکعت میں الگ سورت کی قرأت کرتے تھے یعنی پہلی رکعت میں سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى٥، دوسری رکعت میں قُلْ يٰاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ٥ اور تیسری رکعت میں قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ٥

۳- حضرت امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کا موقف ہے نماز وتر تین رکعات ہیں۔ تاہم ان کے نزدیک ادائیگی کا طریقہ مختلف ہے۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل قوی ہے، جس وجہ سے وہ ارجح ہے، کیونکہ دوسرے دلائل غیر قوی یا ضعیف ہیں۔

سوال نمبر 4: عن عائشة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اعلنوا هذا النكاح واجعلوه في المساجد واضربوا عليه بالدفوف

(الف) ترجم الحديث الى الاردية وبين ان الأمر في الحديث للوجوب او للاستحباب؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، اور بتائیں کہ حدیث میں مذکور امر وجوب کے لیے ہے یا استحباب کے لیے ہے؟)

(ب) هل الوليمة قبل النكاح مسنونة ام بعده؟ بين بالدليل وبين الحكم فيمن يحضر الوليمة بغير دعوة؟

(کیا ولیمہ نکاح سے پہلے مسنون ہے یا اس کے بعد؟ دلیل سے جواب دیں، نیز اس شخص کا حکم بیان کریں جو ولیمہ میں بغیر دعوت کے شامل ہوا ہو؟)

جواب: (الف) حدیث کا اردو میں ترجمہ:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم لوگ نکاح کی تشہیر کرو، اسے مسجد میں منعقد کیا کرو اور نکاح کے وقت دف بجایا کرو۔

حدیث میں مذکور امر کی حیثیت:

نکاح کا لغوی معنیٰ "وطی" ہے جبکہ اس کا مجازی معنیٰ "تزوج" ہے، چونکہ "تزوج" وطی کا سبب بنتا ہے اور نکاح تزوج و وطی میں مشترک ہے۔ نکاح کی شرعی حیثیات متعدد ہیں:

۱- فرض: کسی شخص میں اشتہاء الی النساء اس قدر ہو کہ اگر وہ نکاح نہیں کرے گا تو یقینی طور پر زنا کا مرتکب ہوگا، جبکہ اس میں نان و نفقہ اور مہر دینے کی استطاعت بھی موجود ہو، تو نکاح فرض ہے۔

۲- واجب: اگر کسی میں اشتیاق الی النساء ہو مگر زنا کے مرتکب ہونے کا اندیشہ نہ ہو جبکہ اس میں نان و نفقہ اور مہر ادا کرنے کی طاقت بھی ہو، تو نکاح واجب ہے۔

۳- مسنون: اگر کسی میں اشتہاء الی النساء اعتدال پر ہو جبکہ نان و نفقہ اور مہر ادا کرنے کی استطاعت رکھتا ہو، تو اس کے لیے نکاح کرنا مسنون ہے۔

۴- حرام: اگر کسی شخص میں اشتہاء الی النساء بالکل نہ ہو، اس میں وطی کرنے، نان و نفقہ اور حق مہر کی ادائیگی کی طاقت بھی نہ ہو، تو نکاح کرنا حرام ہے۔

اس حدیث میں امر کی دونوں حیثیتیں ہو سکتی ہیں، پہلی اور دوسری قسم کے شخص کے حق میں فرض و وجوب کے لیے جبکہ تیسری قسم کے شخص کے حق میں استحباب و سنت کے لیے ہے۔

(ب) ولیمہ بعد النکاح مسنون ہے:

نکاح کے بعد بلکہ شب زفاف کے اگلے روز ولیمہ کرنا سنت ہے کیونکہ یہ ایک طرح کا شکرانہ ہے جو حصول نعمت کے بعد ہوتا ہے۔ صحیح بخاری شریف میں ہے کہ حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زینب بنت جحش رضی اللہ عنہا سے زفاف کے بعد جو ولیمہ کیا تھا، اس میں لوگوں کو پیٹ بھر روٹی گوشت کھلایا تھا۔

ولیمہ یہ ہے کہ شب زفاف کی صبح کو اپنے دوست احباب، عزیز و اقارب اور محلہ کے لوگوں کی حسب استطاعت ضیافت کرے اور اس کے لیے جانور ذبح کرنا اور کھانا تیار کرانا جائز ہے۔

دعوت ولیمہ سے مقصود ادائے سنت ہو، اگر مقصود تفاخر ہو یا یہ ہو کہ میری واہ واہ ہوگی جیسا کہ اس زمانہ میں اکثر یہی دیکھا جاتا ہے، تو ایسی دعوتوں میں نہ جانا بہتر ہے بالخصوص اہل علم کو ایسی دعوت پر نہیں جانا چاہیے۔

دعوت میں جانا اس وقت سنت ہے جب معلوم ہو کہ وہاں گانا بجانا، لہو و لعب نہ ہوگا، اگر معلوم ہو کہ وہاں یہ خرافات ہوں گی، تو وہاں نہ جائے۔ اگر مقتداء و مذہبی پیشوا ہو مثلاً علماء و مشائخ، یہ اگر نہ روک سکتے ہوں تو وہاں سے چلے آئیں، نہ وہاں بیٹھیں اور نہ کھانا کھائیں۔ اگر پیشگی معلوم ہو تو ایسی دعوت پر جانا ہی نہیں چاہیے۔

بلا دعوت ولیمہ میں شامل ہونے کا حکم:

جسے دعوت ولیمہ دی جائے صرف وہ جائے، کیونکہ دعوت دینے والے کو اس کی آمد پر مسرت ہوگی۔ بلا دعوت ولیمہ پر نہیں جانا چاہیے، اگر کوئی شخص دعوت کے بغیر ولیمہ میں جائے تو صاحب خانہ کو اختیار حاصل ہے کہ اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے کھانے کی اجازت دے دے ورنہ واپس کرنے کا حق بھی محفوظ رکھتا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الشهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ 2019ء

الورقة الرابعة: لسنن ابى دائود و آثار السنن

الوقت المحدد: ثلث ساعات　　　　مجموع الأرقام:۱۰۰

الملاحظة: عليك أن تجيب عن اثنين من كل قسم.

القسم الأول...... لسنن أبى داؤد

السؤال الأول: عن مروان بن الحكم انه سأل اباهريرة هل صليت مع رسول الله صلى الله عليه وسلم صلوة الخوف؟ قال ابوهريرة نعم قال مروان متى؟ فقال ابوهريرة عام غزوة نجد

(الف) ترجم الى اللغة الأردية واكتب اسماء اخرى لغزوة نجد؟ ۵+۵=۱۰

(ب) لم شرعت صلوة الخوف؟ بين فى ضوء الحديث وايضا اكتب كيفية صلوته اى طريقة ادائها؟ ۵+۱۰=۱۵

السؤال الثاني: عن عائشة قالت رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما امرأة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل ثلاث مرات فان دخل بها فالمهر لها بما اصاب منها فان تشاجروا فالسلطان ولى من لا ولى له

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واوضح المخطوط عليها؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اكتب مذهب الأحناف ومخالفيهم بالدلائل عن نكاح العاقلة البالغة بغير اذن وليها فى كفو او غير كفو؟ ۱۵

السؤال الثالث: عن حنش قال رأيت عليا يضحى بكبشين فقلت له ما هذا؟ فقال ان رسول الله صلى الله عليه وسلم اوصانى ان اضحى عنه فانا اضحى عنه

(الف) ترجم الحديث الى الأردية بعد تشكيله؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اكتب مقالة وجيزة على جواز ايصال الثواب للميت مدللا؟ ۱۵

القسم الثاني...... لآثار السنن

السؤال الرابع: سئل النبى صلى الله عليه وسلم عن الماء وما ينوبه من الدواب

والسباع فقال اذا کان الماء قلتین لم یحمل الخبث

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة وبین مقدار الماء الکثیر عند الاحناف؟ ۵+۵=۱۰

(ب) الحدیث المذکور دلیل للشافعی فعلیک ان تکتب ثلاثة من الاجوبة عن الاحناف؟ ۳×۵=۱۵

السؤال الخامس: قال رجل مسست ذکری او قال: الرجل یمس ذکره فی الصلوة اعلیه وضوء؟ فقال النبی صلی اللہ علیہ وسلم: لا انما هو بضعة منک

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة بعد تشکیله؟ ۵+۵=۱۰

(ب) بین هذا الحدیث وقوله "اذا مس احدکم ذکره فلیتوضا" تعارض فعلیک الرفع بالدلیل؟ ۱۵

السؤال السادس: عن جریر الضبی قال رأیت علیا یمسک شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة

(الف) ترجم الروایة الی الأردیة وهذه الروایة مخالفة لمذهب الاحناف فاجب عن الاحناف؟ ۱۰

(ب) اذکر روایتین فی اثبات وضع الیدین فی الصلوة تحت السرة؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالمیہ (برائے طلباء) سال دوم 2019ء

چوتھا پرچہ: سنن ابی داؤد وآثار السنن

قسم اول: سنن ابی داؤد

سوال نمبر 1: عن مروان بن الحکم انه سأل اباهریرة هل صلیت مع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صلوة الخوف؟ قال ابوهریرة نعم قال مروان متی؟ فقال ابوهریرة عام غزوة نجد

(الف) ترجم الی اللغة الأردیة واکتب اسماء اخری لغزوة نجد؟

(اردو میں ترجمہ کریں، اور غزوہ نجد کے دوسرے نام لکھیں؟)

(ب) لم شرعت صلوة الخوف؟ بین فی ضوء الحدیث وایضا اکتب کیفیة

صلوته ای طریقة ادائها؟

(نماز خوف کیوں مشروع ہوئی؟ حدیث کی روشنی میں بیان کریں، اور اس کے ادا کرنے کا طریقہ بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت مروان بن حکم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے دریافت کیا: کیا آپ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نماز خوف پڑھی تھی؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: ہاں۔ حضرت مروان رضی اللہ عنہ نے پھر سوال کیا: کب؟ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: غزوہ نجد کے سال۔

غزوہ نجد کا دوسرا نام:

غزوہ نجد کے دوسرے نام درج ذیل ہیں:

(۱) ذات الرقاع، لفظ ''رقاع'' کا مطلب ہے کہ پاؤں پر کپڑے باندھنا، چونکہ اس غزوہ کے موقع پر مجاہدین کا قیام نہایت پتھریلے مقام پر تھا، انہوں نے اپنے پاؤں کو زخمی ہونے سے محفوظ کرنے کے لیے ان پر کپڑوں کے ٹکڑے باندھ لیے تھے۔ اس لیے اس غزوہ کو ''ذات الرقاع'' کہا جاتا ہے۔

(۲) اس موقع پر صحابہ کرام نے اپنے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔

(۳) میدانِ جنگ میں ایک درخت تھا جس کا نام ذات الرقاع تھا۔

(۴) وہاں ایک پہاڑ تھا جس کی زمین کئی رنگوں کی تھی۔

(ب) نماز خوف کی مشروعیت حدیث پاک کی روشنی میں:

امام مقیم اور مقتدیوں کے مسافر ہونے کی صورت میں نماز خوف ادا کرنے کا طریقہ یوں ہے: اگر صلوٰۃ خوف پڑھنے کی نوبت آ جائے تو امام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرے کہ وہ پہلی اور دوسری دونوں جماعتوں کو دو، دو رکعت پڑھائے، اس لیے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے نماز ظہر کے سلسلے میں یہی طریقہ منقول ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: **اقبلنا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حتی اذا کنا بذات الرقاع الحدیث وفیہ نودی بالصلوٰۃ فصلی بطائفۃ رکعتین ثم تاخروا وصلی بالطائفۃ الاخری رکعتین الخ** کہ مقام ذات الرقاع میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو الگ الگ جماعتوں کو دو دو رکعت نماز پڑھائی ہے، جو اس امر کا بین ثبوت ہے کہ اگر امام مقیم ہو تو وہ اسی طریقہ سے عمل کرے، جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے۔

صلوٰۃ خوف کی ادائیگی کا طریقہ جبکہ امام مسافر ہو:

صورت مسئلہ یہ ہے کہ اگر مسلمان کافروں سے نبرد آزما ہونے کے لیے برسر پیکار ہوں اور میدان جنگ میں کمربستہ ہوں اور اسی حالت میں نماز کا وقت آ جائے تو ادائیگی نماز کا طریقہ یہ ہے کہ امام لوگوں کو دو حصوں میں تقسیم کرے گا اور پھر ایک گروپ کو دشمن سے لڑنے اور نمٹنے کے لیے محاذ پر کھڑا کر دے جبکہ دوسرے گروپ کو اپنے ساتھ لے کر ایک رکعت نماز پڑھائے اور دونوں سجدے کرے، جب امام دوسرے سجدہ سے فارغ ہو جائے تو یہ گروپ خاموشی سے کھڑا اور محاذ پر چلا جائے، پھر دوسرا گروپ آئے اور امام انہیں بھی دو سجدوں کے ساتھ ایک رکعت پڑھائے۔ جب امام دو سجدے کر لے تشہد پڑھ کر اپنا سلام پھیر دے، مقتدی نہ تو تشہد پڑھیں اور نہ سلام پھیریں، بلکہ یہ لوگ خاموشی سے محاذ پر چلے جائیں۔ اب امام کی نماز تو پوری ہو چکی ہے، تاہم دونوں گروپوں کی ایک ایک رکعت باقی ہے۔ اس لیے جب دوسرا گروپ محاذ پر چلا جائے تو پہلا گروپ نماز کے لیے واپس آ جائے اور بغیر قرأت کے سب لوگ اپنی اپنی نماز پوری کریں، کیونکہ یہ لوگ لاحق ہیں اور لاحقین پر قرأت واجب نہیں ہے، اس لیے یہ لوگ بغیر قرأت کے اپنی نماز پوری کریں، تشہد وغیرہ پڑھ کر سلام پھیر دیں، پھر یہ محاذ پر چلے جائیں۔ اس کے بعد دوسرا گروپ آئے اور قرأت کے ساتھ اپنی جماعت پوری کرے، کیونکہ یہ لوگ مسبوق ہیں اور مسبوق لوگوں پر قرأت واجب ہوتی ہے، کیونکہ مسبوق کی باقی ماندہ نماز مفرد کے حکم میں ہوتا ہے اور مفرد پر قرأت واجب ہے۔

سوال نمبر 2: عن عائشة قالت رسول الله صلى الله عليه وسلم ايما امراة نكحت بغير اذن وليها فنكاحها باطل ثلاث مرات فان دخل بها فالمهر لها بما اصاب منها فان تشاجروا فالسلطان ولي من لا ولي له

(الف) ترجم الحديث الى الأردية واوضح المخطوط عليها

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، خط کشیدہ عبارت کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) اكتب مذهب الاحناف ومخالفيهم بالدلائل عن نكاح العاقلة البالغة بغير اذن وليها في كفو او غير كفو؟

(احناف اور ان کے مخالفین کا مذہب مع دلائل بیان کریں کہ عاقلہ بالغہ خاتون اگر اپنے ولی کی اجازت کے بغیر کفو یا غیر کفو میں نکاح کرے تو کیا وہ جائز ہوگا یا نہیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو عورت اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کرے تو اس کا نکاح باطل ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بات تین بار

فرمائی، اگر شوہر نے اس سے صحبت کر لی تو اس کو اس فائدے کے عوض مہر دینا پڑے گا جو اس نے اس سے حاصل کیا ہے۔ اگر ولی آپس میں اختلاف کریں تو جس کا کوئی ولی نہ ہو تو اس کا ولی بادشاہ ہے۔

خط کشیدہ عبارت کی وضاحت:

خط کشیدہ عبارت میں یہ مسئلہ بیان کیا گیا ہے کہ جس عاقلہ بالغہ عورت نے اپنی مرضی سے یعنی اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لیا، پھر شوہر نے اس سے وطی کر لی تو شوہر پر انتفاع بضعہ کے عوض مہر دینا واجب ہوگا، کیونکہ اس کا نکاح صحیح منعقد ہوا ہے، وہ باقاعدہ اپنے شوہر کی بیوی ہے اور نکاح صحیح کی صورت میں شوہر کے وطی کرنے پر اس پر حق مہر کی ادائیگی واجب ہو جاتی ہے۔

(ب) ولی کی اجازت کے بغیر عاقلہ بالغہ کے نکاح میں مذاہب آئمہ:

کیا عاقلہ بالغہ خاتون اپنے ولی کی اجازت کے بغیر نکاح کر لے، تو وہ صحیح ہوگا یا نہیں؟ اس مسئلہ میں آئمہ فقہ کا اختلاف ہے، جس کی تفصیل حسب ذیل ہے:

۱- حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا مؤقف ہے کہ یہ نکاح درست ہے مگر ولی کو ایسا نکاح فسخ کرنے کا حق حاصل ہوگا۔ آپ کے دلائل درج ذیل ہیں:

(i) ارشاد ربانی ہے: وامراۃ وھبت نفسھا للنبی (الآیۃ)

(ii) ارشاد قرآن ہے: فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (بقرہ)

(iii) حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: اس کے والد گرامی نے اس کا نکاح کر دیا ہے جو اسے منظور نہیں ہے تو آپ نے اس عورت کو اختیار فراہم کر دیا تھا۔

(iv) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے اپنی بھتیجی حفصہ بنت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہما کا نکاح کر دیا تھا جبکہ حضرت عبدالرحمٰن رضی اللہ عنہ ملک شام گئے ہوئے تھے۔

۲- آئمہ ثلاثہ کا مؤقف ہے کہ ایسا نکاح صحیح نہیں ہے، انہوں نے قرآن کریم کی اس آیت سے استدلال کیا ہے: فلا تعضلوھن ان ینکحن ازواجھن (البقرہ) اس آیت میں اولیاء کو خطاب ہے، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ نکاح میں ولی کا عمل دخل ہے ورنہ ممنوع ہوگا۔

حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ سیاق و سباق کو مدنظر رکھا جائے تو یہ امر سامنے آتا ہے کہ یہ خطاب اولیاء کو نہیں ہے بلکہ سابقہ ازواج کو ہے۔ لہٰذا یہ دلیل درست نہ ہوئی۔

سوال نمبر 3: عَنْ حَنَشٍ قَالَ رَأَيْتُ عَلِيًّا يُضَحِّي بِكَبْشَيْنِ فَقُلْتُ لَهُ مَا هٰذَا؟ فَقَالَ إِنَّ

رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَوْصَانِیْ اَنْ اُضَحِّیَ عَنْہُ فَاَنَا اُضَحِّیَ عَنْہُ

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیۃ بعد تشکیلہ؟

(اعراب لگانے کے بعد حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اکتب مقالۃ وجیزۃ علی جواز ایصال الثواب للمیت مدللا؟

(میت کو ایصال ثواب کے حوالے سے ایک جامع مضمون سپرد قلم کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اردو میں ترجمہ:

نوٹ: اوپر حدیث پر اعراب لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ حسب ذیل ہے:

حضرت حنش رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دو دنبے قربانی کرتے ہوئے دیکھا، میں نے دریافت کیا: یہ کیا ہے؟ انہوں نے جواب دیا: ایک قربانی میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے کرتا ہوں، کیونکہ آپ نے مجھے اس کا حکم دیا تھا، میں یہ قربانی آپ کی طرف سے کر رہا ہوں۔

(ب) میت کے لیے ایصال ثواب پر مضمون:

دنیا سے رخصت ہونے کے بعد میت اپنے ورثاء و پسماندگان کی محتاج ہوتی ہے، وہ منتظر ہوتی ہے کہ کب اس کے لیے ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ اس سلسلہ میں کثیر دلائل ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں:

۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس شخص کے پاس صدقہ کرنے کے لیے مال نہ ہو، تو وہ مومنوں کے لیے استغفار کرے تو یہ صدقہ ہوگا۔

۲۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے: جس نے میت کی طرف سے حج کیا اور حج کرنے والے کے لیے جہنم سے آزادی لکھ دی جاتی ہے۔

۳۔ ایک روایت میں ہے: جس شخص نے ماں باپ کی طرف سے حج کیا تو ان کی طرف سے حج ادا ہو جائے گا اور اس کو دس حج کا ثواب ملے گا۔

۴۔ حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا: ان کے والد فوت ہو گئے ہیں اور انہوں نے حج نہیں کیا تھا، تو آپ نے فرمایا: تم اپنے والدین کی طرف سے حج ادا کرو۔

۵۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص فوت ہو جائے اور اس پر روزہ لازم ہو، تو اس کا ولی اس کی طرف سے روزہ رکھے۔

۶-رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب قربانی کا ارادہ فرماتے تو بڑے موٹے سیاہی مائل سفید رنگ کے سینگوں والے دو خصی مینڈھے خریدتے، ان میں سے ایک کی اپنے امتیوں کی طرف سے قربانی کرتے تھے جو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور آپ کی تبلیغ کی شہادت دیں اور دوسرے کی اپنی اور اپنے اہل بیت کی طرف سے قربانی کرتے تھے۔

قسم ثانی: آثار السنن

القسم الثاني...... لآثار السنن

سوال نمبر4: سئل النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن الماء وماینوبه من الدواب والسباع فقال اذا كان الماء قلتین لم یحمل الخبث

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين مقدار الماء الكثير عند الاحناف؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، اور احناف کے نزدیک ماء کثیر کی مقدار بیان کریں؟)

(ب) الحديث المذكور دليل للشافعي فعليك ان تكتب ثلاثة من الاجوبة عن الاحناف؟

(حدیث مذکور حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کی دلیل ہے، تو تم پر لازم ہے کہ اس کے تین جواب لکھیں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے پانی کے بارے میں دریافت کیا گیا جس سے چارپائے اور درندے پیتے ہوں؟ تو آپ نے فرمایا: جب پانی قلتین کی مقدار ہو، تو وہ نجاست کا متحمل نہیں ہوسکتا۔

احناف کے نزدیک ماء کثیر کی مقدار:

بڑے حوض اور بڑے تالاب کا معیار یہ ہے کہ اگر اس کے ایک کنارے کو حرکت دی جائے اور دوسرے کنارے میں حرکت پیدا نہ ہو، تب تو پانی کی یہ مقدار ماء کثیر ہے اور مذکورہ تالاب وغیرہ غدیر عظیم ہے نجاست گرنے سے وہ پلید نہیں ہوتا جب تک اوصاف ثلاثہ میں سے کوئی تبدیل نہ ہو۔ اگر حوض اور تالاب اس مقدار سے چھوٹے ہوں اور ایک طرف حرکت کرنے سے دوسری طرف حرکت کرے، تو یہ مقدار ماء قلیل ہے اور معمولی نجاست گرنے سے ناپاک ہوجائے گا۔

(ب) امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے جواب میں تین دلائل:

زیر بحث حدیث حضرت امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ کے مؤقف کی دلیل ہے، ان کے جواب میں احناف کے تین دلائل حسب ذیل ہیں:

۱-عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم لايبولن احدكم في الماء الدائم (جامع ترمذی) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص کھڑے پانی میں ہرگز پیشاب نہ کرے۔

۲-عن ابی هريرة رضى الله عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم: اذا استيقظ احدكم من نومه فلا يغمسن يده في الاناء حتى يغسلها ثلاثاً ۔ جب تم میں سے کوئی شخص اپنی نیند سے بیدار ہو، وہ اپنا ہاتھ تین بار دھوئے بغیر ہرگز کسی برتن میں داخل نہ کرے۔

۳-عن جابر رضى الله عنه نهى رسول الله صلى الله عليه وسلم ان يبال في الماء الدائم (مسلم) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے پانی میں پیشاب کرنے سے منع کیا۔

ان روایات سے ثابت ہو رہا ہے کہ ماء قلتین اور ماء قلیل نجاست گرنے سے پلید ہو جاتا ہے۔

سوال نمبر 5: قَالَ رَجُلٌ مَسَسْتُ ذَكَرِيْ أَوْ قَالَ: الرَّجُلُ يَمُسُّ ذَكَرَهُ فِي الصَّلٰوةِ أَعَلَيْهِ وُضُوْءٌ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا إِنَّمَا هُوَ بُضْعَةٌ مِّنْكَ

(الف) ترجم الحديث الى الأردية بعد تشكيله؟

(اعراب لگانے کے بعد حدیث کا ترجمہ کریں؟)

(ب) بين هذا الحديث وقوله "اذا مس احدكم ذكره فليتوضا" تعارض فعليك الرفع بالدليل؟-

(ان دونوں احادیث میں تعارض ہے، تو آپ اس کو ارتفاع کریں؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا ترجمہ:

نوٹ: حدیث پر اعراب اوپر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

ایک آدمی نے کہا: میں نے اپنے ذکر کو چھو لیا یا کہا: کوئی شخص حالتِ نماز میں اپنا ذکر چھو لیتا ہے، تو کیا اس پر وضوء ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: نہیں، کیونکہ وہ (ذکر) بھی (تمہارے جسم کا) ایک حصہ ہے۔

(ب) دو حدیثوں میں تعارض کا ارتفاع:

پہلی روایت مس ذکر سے عدم لزوم وضوء پر دلالت کرتی ہے جبکہ دوسری روایت لزوم وضوء پر دلالت کرتی ہے، اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا، دفع تعارض کی کئی صورتیں ہیں جو حسب ذیل ہیں:

۱- پہلی روایت صریح ہے جبکہ دوسری یعنی لزوم وضوء والی روایت مبہم ہے کہ وجوب وضوء کا یہ حکم مس

بالشہوت کی صورت میں ہے یا بلا شہوت کی، بحائل صورت میں ہے یا بلا حائل کی صورت میں وغیرہ۔ ظاہر ہے غیر مبہم روایت اوفق وارجح ہوگی۔

۲- پہلی روایت کی تائید اکثر اکابرین صحابہ کے اقوال وآثار سے ہوتی ہے جبکہ دوسری روایت کی تائید صرف حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے اثر سے ہوتی ہے۔

۳- پہلی روایت کی تائید قیاس سے بھی ہوتی ہے کہ بول وبراز جو نجس العین ہیں، ان کا مس ناقض وضو نہیں ہے، پھر ''اعضاء مخصوصہ'' جو بالاتفاق طاہر ہیں ان کا مس بدرجہ اولیٰ ناقض وضو نہیں ہوسکتا۔

سوال نمبر 6: عن جریر الضبی قال رأیت علیا یمسک شماله بیمینه علی الرسغ فوق السرة.

(الف) ترجم الروایة الی الأردیة وهذه الروایة مخالفة لمذهب الاحناف فاجب عن الاحناف؟

(روایت کا اردو میں ترجمہ کریں، یہ روایت احناف کے مذہب سے متصادم ہے، آپ احناف کی طرف سے اس کا جواب دیں؟)

(ب) اذکر روایتین فی اثبات وضع الیدین فی الصلوة تحت السرة؟

(ناف کے نیچے دونوں ہاتھ باندھنے کے اثبات میں دو روایات نقل کریں؟)

جواب: (الف) روایت کا اردو میں ترجمہ:

حضرت جریر الضبی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ انہوں نے اپنے بائیں ہاتھ کو دائیں ہاتھ کے ساتھ گٹ پر ناف کے اوپر پکڑا ہوا تھا۔

احناف کی طرف سے اس دلیل کا جواب:

احناف کے نزدیک حالت نماز میں قیام کی صورت میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر اور ناف کے نیچے باندھے جائیں گے۔ اس سلسلہ میں حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ کی روایت ہے: **عن وائل بن حجر رضی اللہ عنه قال رأیت النبی صلی اللہ علیه وسلم یضع یمینه علی شماله فی الصلوة تحت السرة.** یعنی انہوں نے کہا: میں نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو حالت نماز میں دیکھا کہ آپ نے اپنے دائیں ہاتھ کو بائیں ہاتھ پر ناف کے نیچے باندھا ہوا تھا۔

(ب) ناف کے نیچے دونوں ہاتھ باندھنے کے اثبات میں دو روایات:

احناف کے نزدیک قیام کی صورت میں دونوں ہاتھ ناف کے نیچے باندھے جائیں گے اس کے ثبوت میں دو روایات حسب ذیل ہیں:

۱-عن علی رضی اللہ عنہ قال: السنۃ وضع الکف علی الکف تحت السرۃ (سنن ابی داؤد) حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے مسنون یہ ہے کہ ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے رکھا جائے۔

۲-عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ قال: وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ (سنن ابی داؤد) حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے منقول ہے: نماز (قیام کی حالت) میں ایک ہتھیلی کو دوسری ہتھیلی پر ناف کے نیچے باندھا جائے گا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆

الشهادة العالمية فى العلوم العربية والاسلامية

"السنة الثانية" للطلاب الموافق سنة ۱۴۴۰ھ 2019ء

الورقة الخامسة: لسنن النسائى وابن ماجة

الوقت المحدد: ثلث ساعات مجموع الأرقام: ۱۰۰

الملاحظة: عليك أن تجيب عن اثنين من كل قسم .

القسم الأول...... سنن النسائى

السؤال الاول: عن ابى هريرة قال قام اعرابى فبال فى المسجد فتناوله الناس فقال لهم رسول الله صلى الله عليه وسلم دعوه واهريقوا على بوله دلوا من ماء فانما بعثتم ميسرين ولم تبعثوا معسرين

(الف) شكل الحديث وترجمه الى الأردية؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اشرح كلمات المخطوط عليها شرحا بسيطا حتى يتضح مايلزم للعلماء فى عصرنا؟ ۱۵

السؤال الثانى: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استاذنت امرأة احدكم الى المسجد فلا يمنعها

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين صيغة المخطوط عليها؟ ۵+۵=۱۰

(ب) لم منعهن عمر بن الخطاب من المساجد مع قوله "فلا يمنعها" الان لم يحضرن فى الحرمين مع منع عمر؟ ۷+۸=۱۵

السؤال الثالث: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض صدقة الفطر على الصغير والكبير والحر والعبد والذكر والانثى.....

(الف) ترجم الحديث الى الأردية ومن هو الذى يؤدى صدقة الفطر من الصغير والعبد والانثى؟ ۵+۵=۱۰

(ب) بين مقدار صدقة الفطر من بر وشعير وتمر فى الصاع وفى كيلو غرام؟ ۱۵

القسم الثانى ... سنن ابن ماجه

السؤال الرابع: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المؤمن القوى خير و احب

الی اللہ من المؤمن الضعیف، وفی کل خیر، احرص علی ما ینفعك واستعن باللہ ولا تعجز فان اصابك شیء فلا تقل لو انی فعلت کذا وکذا ولکن قدر اللہ وماشاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة واذا وقع ما قدر فما الفائدة من الاعمال الصالحة؟ اجب فی ضوء الحدیث ۵+۵=۱۰

(ب) اوضح مراد النبی صلی اللہ علیه وسلم من النص المخطوط علیه وما المراد من المؤمن القوی والضعیف؟ ۳×۵=۱۵

السؤال الخامس: عن النبی صلی اللہ علیه وسلم من طلب العلم لیماری به السفهاء او لیباهی به العلماء او لیصرف وجوه الناس الیه فهو فی النار

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة و أوضح مفهومه؟ ۵+۵=۱۰

(ب) اکتب خمسة من الاغراض المطلوبة فی الشرع من حصول العلم؟ ۵×۳=۱۵

السؤال السادس: عن میمونة مولاة النبی صلی اللہ علیه وسلم قالت سئل النبی صلی اللہ علیه وسلم عن رجل قبل امرأته وهما صائمان قال قد افطرا

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة وشکله؟ ۵+۵=۱۰

(ب) هذا الحدیث معارض بماروی انه صلی اللہ علیه وسلم "کان یقبل وهو صائم" علیك رفع التعارض؟ ۱۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

درجہ عالیہ (برائے طلباء) سال دوم 2019ء

پانچواں پرچہ: سنن نسائی وابن ماجہ

قسم اوّل: سنن نسائی

سوال نمبر 1: عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُ قَالَ قَامَ اَعْرَابِیٌّ فَبَالَ فِی الْمَسْجِدِ فَتَنَاوَلَهُ النَّاسُ فَقَالَ لَهُمْ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ دَعُوْهُ وَاَهْرِیْقُوْا عَلٰی بَوْلِهٖ دَلْوًا مِّنْ مَّاءٍ فَاِنَّمَا بُعِثْتُمْ مُیَسِّرِیْنَ وَلَمْ تُبْعَثُوْا مُعَسِّرِیْنَ

(الف) شکل الحدیث وترجمه الی الأردیة؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اس کا اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) اشرح کلمات المخطوط علیها شرحا بسیطا حتی یتضع مایلزم للعلماء فی عصرنا؟

(خط کشیدہ عبارت کی جامع تشریح کریں حتیٰ کہ عصر حاضر کے علماء کو بھی کوئی پیغام مل جائے؟)

جواب: (الف) حدیث پر اعراب اور اس کا اردو میں ترجمہ:

نوٹ: اوپر اعراب حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا: ایک اعرابی (دیہاتی) اٹھا پس اس نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ اس کی طرف بڑھے مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا اور اس کے پیشاب پر ایک ڈول پانی بہانے کا حکم دیا، پس بیشک تم آسانی پیدا کرنے کے لیے پیدا کیے گئے ہو نہ کہ دشواری کے لیے پیدا کیے گئے ہو۔

(ب) خط کشیدہ عبارت کی تشریح اور علماء عصر حاضر کے نام پیغام:

ایک اعرابی فیضان نبوت سے اکتساب علم اور اپنے ایمان کو مستحکم کرنے کی غرض سے مسجد نبوی شریف میں مجلس نبوی میں حاضر ہوا، ضرورت محسوس ہونے پر اپنی جگہ سے اٹھا اور مسجد کے ایک کونے میں پیشاب کرنے کے لیے بیٹھ گیا، صحابہ کرام نے اس کی اس حرکت کو برا محسوس کیا، اسے منع کرنے اور اس کی سرزنش کرنے کے لیے اس کی طرف بڑھے مگر رسول رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں منع کر دیا۔ اس کے پیشاب کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی اسے نہیں ڈانٹا۔ تاہم آپ نے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو حکم دیا کہ پیشاب کی جگہ پاک کرنے کے لیے اس پر ایک ڈول پانی بہا دیا جائے۔ نیز آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو نرمی کا برتاؤ اختیار کرنے کا درس دیا اور سخت گیری سے منع کیا۔

حدیث پاک میں ناپاک جگہ کو پاک کرنے کا طریقہ بتایا گیا ہے کہ اس جگہ پر بکثرت پانی بہا دیا جائے۔ علاوہ ازیں ناپاک جگہ کو پاک کرنے کے تین طریقے ہیں:

(i) ناپاک مٹی خرچ کر دوسری جگہ پھینک دی جائے۔

(ii) ناپاک جگہ پر پاک مٹی ڈال دی جائے۔

(iii) دھوپ سے وہ جگہ خشک ہو جائے حتیٰ کہ وہاں سے نجاست وغیرہ کا اثر ختم ہو جائے۔

خط کشیدہ الفاظ میں عصر حاضر کے علماء کرام کے لیے یہ پیغام ہے ہر معاملہ میں سخت گیری سے ہرگز کام نہ لیا جائے بلکہ نرمی و آسانی کا طریقہ اپنایا جائے تاکہ لوگوں میں محبت و عقیدت کا پہلو غالب ہو۔ سخت گیری کے نتائج اچھے برآمد نہیں ہوتے بلکہ اس سے نفرت پیدا ہوتی ہے۔ یہ طریقہ اختیار کرنا اخلاقیات

کے قریب، اصلاح عوام کے لیے مفید اور تبلیغ کے لیے مؤثر تر ہے۔ بالخصوص بات بات پر شرک وکفر کا فتویٰ لگانے سے بھی احتراز کیا جائے۔

سوال نمبر2: قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اذا استاذنت امرأة احدكم الى المسجد فلا يمنعها

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وبين صيغة المخطوط عليها؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، نیز خط کشیدہ صیغہ بیان کریں؟)

(ب) لم منعهن عمر بن الخطاب من المساجد مع قوله "فلا يمنعها" الان لم يحضرن في الحرمين مع منع عمر؟

جواب: (الف) حدیث کا ترجمہ:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کسی کی عورت مسجد میں جانے کی اجازت طلب کرے، تو وہ اسے منع نہ کرے۔

خط کشیدہ صیغہ:

لا یمنع: یہ صیغہ واحد مذکر غائب فعل نہی معروف ثلاثی مجرد صحیح از باب فَعَلَ یَفْعَلُ ہے، اس کا مطلب ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو مسجد میں جانے سے منع نہ کرے۔

(ب) حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی طرف سے ممانعت کی وجہ:

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے وصال پرملال کے بعد حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے دور میں معاشرہ میں حالات خراب ہو گئے تھے، کچھ اخلاقی واستحصال کے واقعات بھی سامنے آچکے تھے، حالات کا جائزہ لیتے ہوئے خواتین کی عصمت کی حفاظت کے لیے آپ نے خواتین کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا تھا۔ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے اس اقدام سے فحاشی کی لہر پر قابو پا لیا گیا۔

نماز کے لیے حرمین شریفین میں خواتین کی حاضری کی وجہ:

حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خواتین کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا تھا اور انہوں نے حکم جاری کر دیا تھا کہ خواتین مسجد کی بجائے اپنے گھروں میں نماز ادا کیا کریں۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ جب آپ نے خواتین کو مسجد میں آنے سے منع کر دیا تھا پھر عصر حاضر میں خواتین نماز کے لیے حرمین شریفین میں حاضر کیوں ہوتی ہیں؟

اس کے کئی جوابات ہیں:

(i) حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے خاص حالات کے پیش نظر خواتین کو مسجد میں آنے سے منع

کیا تھا نہ کہ مستقل بنیادوں پر۔

(ii) عصر حاضر میں لوگوں کی کثرت کے سبب خواتین کے لیے الگ انتظام کرنا ناممکن ہے۔

(iii) حرم مکہ میں ایک نماز کا ثواب ایک لاکھ نمازوں کے برابر ہے جبکہ حرم نبوی میں ایک نماز کا ثواب پچاس ہزار نمازوں کا ہے، اس اجر عظیم سے خواتین کو محروم نہیں کیا جا سکتا۔

سوال نمبر 3: ان رسول الله صلى الله عليه وسلم فرض صدقة الفطر على الصغير والكبير والحر والعبد والذكر والانثى......

(الف) ترجم الحديث الى الأردية ومن هو الذى يؤدى صدقة الفطر من الصغير والعبد والانثى؟

(حدیث کا ترجمہ کریں، چھوٹے بچے، غلام اور بچی کا صدقہ فطر کون ادا کرے گا؟)

(ب) بين مقدار صدقة الفطر من بر وشعير وتمر فى الصاع وفى كيلو غرام؟

(گندم، جو اور کھجور میں سے صدقہ فطر کی مقدار صاع اور کلوگرام کے حوالے سے بیان؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے چھوٹی اور بڑی اولاد، آزاد، غلام، لڑکے اور لڑکی پر صدقہ فطر واجب قرار دیا۔

چھوٹی اولاد اور غلام کی طرف سے صدقہ فطر:

ہر مسلمان صاحب نصاب یعنی گھر کا سربراہ اپنے افراد خانہ بالخصوص چھوٹی اولاد اور غلام خواہ مسلم ہو یا غیر مسلم سب کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے گا۔ چونکہ دور حاضر میں غلام و کنیز ناپید ہیں، لہٰذا ان کی جگہ نوکروں کی طرف سے صدقہ ادا کیا جائے گا۔

صدقہ فطر واجب ہے، اس کا وقت عمر بھر ہے، جو شخص نماز عید الفطر سے قبل ادا نہ کر سکے وہ بعد میں بھی ادا کر سکتا ہے، نہ ادا کرنے سے ساقط نہیں ہوگا بلکہ برقرار رہے گا خواہ مسنون طریقہ نماز عید الفطر سے قبل ادا کرنا ہے۔

صدقہ فطر مال پر نہیں بلکہ شخصیت پر واجب ہے، اس کے لیے صاحب نصاب ہونے کے علاوہ عید الفطر کی صبح کے وقت بقید حیات ہونا شرط ہے۔ اگر کوئی شخص اس وقت سے قبل مر گیا تو اس پر صدقہ فطر واجب نہیں ہوگا اور جو بعد میں فوت ہوا اس پر صدقہ فطر واجب رہے گا۔

صدقہ فطر ہر مسلمان، آزاد، مالک نصاب پر واجب ہے جس کا نصاب ضروریات اصلیہ سے زائد ہو۔ اس کے لیے عاقل، بالغ اور مال نامی ہونا شرط نہیں ہے۔

ماں باپ، دادی دادا، نابالغ بھائی اور دیگر رشتہ داروں کا فطرہ اس کے ذمہ واجب نہیں ہے اور بغیر حکم و رضامندی کے ادا بھی نہیں کر سکتا۔

(ب) صدقہ فطر کی مقدار صاع اور کلوگرام میں:

صدقہ فطر کی مقدار کے حوالے سے چند احکام حسب ذیل ہیں:

گندم یا اس کا آٹا یا ستو نصف صاع، کھجور یا منقیٰ یا جو یا اس کا آٹا یا ستو ایک صاع ہے۔

گندم، جو، کھجوریں، منقیٰ دیے جائیں تو ان کی قیمت کا اعتبار نہیں ہوگا مثلاً نصف صاع عمدہ جو جن کی قیمت ایک صاع جو کے برابر ہے یا چہارم صاع کھرے گیہوں جو قیمت میں آدھے صاع گیہوں کے برابر ہیں یا نصف صاع کھجوریں دیں جو ایک صاع جو یا نصف صاع گیہوں کی قیمت کی ہوں، یہ سب ناجائز ہے۔

ان چاروں چیزوں کے علاوہ اگر کوئی چیز بطور فطرہ دینی ہو مثلاً چاول، جوار، باجرہ وغیرہ تو قیمت کا اعتبار کیا جائے گا یعنی وہ چیز نصف صاع گندم یا ایک صاع جو کی قیمت کے برابر ہو۔

ایک صاع برابر ہے: ساڑھے چار سیر کے۔ ساڑھے چار سیر برابر ہے: ساڑھے چار کلوگرام کے۔

نصف صاع برابر ہے: سوا دو سیر کے۔ سوا دو سیر برابر ہے: سوا دو کلوگرام کے۔

نوٹ: یہ حتمی وزن نہیں ہے بلکہ اس میں تولوں یا ماشوں کی کمی و زیادتی کا امکان موجود ہے۔

﴿قسم ثانی: سنن ابن ماجہ﴾

سوال نمبر 4: قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المؤمن القوی خیر و احب الی الله من المؤمن الضعیف، وفی کلٍّ خیر، احرص علی ما ینفعك واستعن بالله ولا تعجز فان اصابك شیء فلا تقل لو انی فعلت کذا وکذا ولکن قدر الله وماشاء فعل فان لو تفتح عمل الشیطان

(الف) ترجم الحدیث الی الأردیة واذا وقع ما قدر فما الفائدة من الاعمال الصالحة؟ اجب فی ضوء الحدیث

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، جو مقدر کیا گیا ہے وہی واقع ہوگا تو اعمال صالحہ کرنے کا کیا فائدہ ہے؟ حدیث کی روشنی میں جواب دیں)

(ب) اوضح مراد النبی صلی الله علیه وسلم من النص المخطوط علیه وما المراد من المؤمن القوی والضعیف؟

(خط کشیدہ عبارت سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد کیا ہے؟ مومن قوی اور مومن ضعیف کا کیا

مطلب ہے؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ایک تندرست مومن اللہ تعالیٰ کے ہاں کمزور مومن سے زیادہ محترم ہے، ہر چیز میں بھلائی طلب کر جو تجھے نفع دے، اس میں رغبت کر اور اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کر اور دل نہ ہار۔ اگر تجھے کوئی مصیبت لاحق ہو تو یوں نہ کہہ اگر میں اس طرح کر لیتا بلکہ یہ کہہ جو اللہ تعالیٰ نے مقدر کر دیا اور جو اس نے چاہا، کیونکہ لفظ ''اگر'' شیطان کا کام شروع کرا دیتا ہے۔

اعمال صالحہ کرنے کا فائدہ:

دریافت طلب یہ بات ہے کہ جو کچھ منجانب اللہ مقدر ہو چکا ہے، وہی وقوع پذیر ہوتا ہے تو پھر اعمال صالحہ انجام دینے کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اس مسئلہ کا تعلق عقیدہ تقدیر سے ہے، جس کا مطلب ہے کہ انسان جس طرح کرنے والا تھا اللہ تعالیٰ نے اسی طرح لکھ دیا، یہ ہرگز نہیں ہے کہ جس طرح لکھ دیا گیا انسان اسی طرح کرتا ہے۔ نیز یہ بھی عیاں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اچھے اور برے اعمال کے نتائج سے بھی آگاہ کر دیا، اس طرح عمل خیر کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف کی جائے گی جبکہ عمل بد کی نسبت بندے کی طرف کی جائے گی۔ بندہ اپنے اعمال کا خود ذمہ دار ہے، اگر اچھے کام کرے گا تو اجر وثواب پائے گا اور اعمال بد کے نتیجہ میں سزا بھی پائے گا۔ تاہم تقدیر کے بارے میں بحث کرنے سے بھی منع کیا گیا ہے، کیونکہ یہ چیز گمراہی و بے دینی کا سبب بھی بن سکتی ہے۔

(ب) خط کشیدہ عبارت کا مفہوم:

عقیدہ تقدیر کو پس پشت ڈالتے ہوئے اور اپنی بے عملی و بے علمی کے نتیجہ میں انسان ایسا اقدام کر لیتا ہے جو اس کے لیے باعث تشویش ہو، تو پھر وہ کہتا ہے کہ اگر میں اس کے برعکس کام کر لیتا تو بہتر تھا، یہ بھی شیطانی دھوکہ ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی جانب سے اچھے اور برے راستہ کے نتائج سے آگاہ کر دیا گیا پھر انسان کو اپنی عقل کے گھوڑے دوڑانے سے احتراز کرنا چاہیے، تو اب ''جیسا کرو گے ویسا بھرو گے'' کے اصول کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔

مؤمن قوی وضعیف کا مفہوم:

زیر بحث حدیث کے آغاز میں مؤمن قوی کو اللہ تعالیٰ کے ہاں مومن ضعیف سے زیادہ محترم و معزز قرار دیا گیا ہے۔ دریافت طلب یہ بات ہے کہ مومن، مومن ہے خواہ قوی ہو یا ضعیف تو پھر قوی کو ترجیح کیوں دی گئی ہے بلکہ عقل تو اس کے برعکس کا تقاضا کرتی ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ یہاں جسمانی قوت کے اعتبار سے قوی یا جسمانی کمزوری کے اعتبار سے ضعیف قرار دینا مقصود نہیں ہے بلکہ قوت سے مراد اعمال

صالح کی کثرت ہے اور ضعف سے مراد اعمال صالحہ کی قلت ہے۔ سیدھی سی بات ہے جو اعمال صالحہ کا خوگر ہو گا وہ یقیناً بداعمال یا بے عمل شخص سے زیادہ افضل و بہتر ہے۔

سوال نمبر 5: عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من طلب العلم لیماری بہ السفہاء او لیباھی بہ العلماء او لیصرف وجوہ الناس الیہ فھو فی النار

(الف) انقل الحدیث الی الأردیة و أوضح مفہومہ؟

(حدیث کا اردو میں ترجمہ کریں، اور اس کا مفہوم واضح کریں؟)

(ب) اکتب خمسة من الاغراض المطلوبة فی الشرع من حصول العلم

(حصول علم کے پانچ اہم مقاصد بیان کریں؟)

جواب: (الف) ترجمہ حدیث:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے منقول ہے کہ جس نے اس قصد سے علم حاصل کیا کہ وہ بیوقوفوں سے تکرار کرے گا یا اہل علم کے سامنے اپنی بڑائی بیان کرے گا اور یا عوام کے دلوں کو اپنی طرف مائل کرے گا، تو وہ دوزخ میں جائے گا۔

حدیث کا مفہوم:

انسان اللہ تعالیٰ کی مخلوق و بندہ ہے، اس کی تخلیق کا مقصد اللہ تعالیٰ کی اطاعت و عبادت کرنا ہے۔ پھر انسان کو چاہیے کہ ہر نیک عمل، عبادت و ریاضت اور قول و فعل میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو پیش نظر رکھے۔ اس مقصد سے ہٹ کر جو بھی عمل صالح کرے گا وہ مردود و نامقبول ہے۔ حصول علم جیسے اہم فریضہ میں بھی یہی مقصد کارفرما اور پیش نظر ہونا چاہیے، ورنہ اس علم کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا مثلاً اگر حصول علم سے مقصد شہرت، مناظرہ اور عیش و عشرت ہو تو یہ کاوش قابل مذمت و مردود ہوگی۔ اگر مقصد درس و تدریس، اصلاح عوام اور تصنیف و تالیف وغیرہ ہو تو یہ نہ صرف عبادت ہوگا بلکہ دارین کی فلاح و کامرانی کا ذریعہ ہوگا۔

(ب) حصول علم کے پانچ مقاصد:

علم دین کے حصول کی پانچ اہم اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں:

۱۔ عمل بالعلم: حصول علم کے ساتھ ساتھ عمل بھی شروع کر دیا جائے پھر تاحیات بے عملی کا تصور بھی ذہن میں نہ آئے بلکہ دیکھنے والے بھی باعمل بن جائیں۔

۲۔ درس و تدریس: علوم اسلامیہ سے فراغت حاصل کرتے ہی اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے لیے سلسلہ درس و تدریس شروع کرنا، اسے بطور پیشہ نہیں بلکہ بطور عبادت اپنانا۔

۳۔ تصنیف و تالیف: جہاد بالقلم کی غرض سے علم حاصل کرنا، پھر شب و روز سلسلہ تصنیف و تالیف

اختیار کرنا تو یہ عبادت عظمہ سے کم نہیں ہوگا۔

۴-وعظ وتبلیغ: حصول علم کا مقصد علم کے ساتھ ساتھ وعظ وتبلیغ کے شعبہ کو اختیار کرنا ہو، تو یہ بھی ایک ممتاز غرض ہے، کیونکہ لوگ حصول دین کی طرف راغب ہوں گے۔

۵-اشاعت دین وعلوم: بلاشبہ اکابر علماء ومشائخ کے آثار علمیہ اور تصانیف قیمتی ورثہ ہے جس کی اشاعت وطباعت سے مدرسین، علماء، طلباء اور مصنفین کے لیے سہولت میسر ہوگی۔ اس طرح یہ سلسلہ بھی تجارت کے ساتھ ساتھ علمی ورثہ کی حفاظت کا ذریعہ ہے۔

سوال نمبر 6: عَنْ مَيْمُونَةَ مَوْلَاةِ النَّبِيِّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَتْ سُئِلَ النَّبِيُّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَنْ رَجُلٍ قَبَّلَ امْرَأَتَهُ وَهُمَا صَائِمَانِ قَالَ قَدْ أَفْطَرَا

(الف) ترجم الحديث الى الأردية وشكله؟

(حدیث پر اعراب لگائیں اور اردو میں ترجمہ کریں؟)

(ب) هذا الحديث معارض بما روى انه صلى الله عليه وسلم "كان يقبل وهو صَائِمٌ" عليك رفع التعارض؟

(یہ حدیث دوسری روایت "كان يقبل وهو صائم" سے معارض ہے، آپ اس تعارض کا ارتفاع کریں؟)

جواب: (الف) اعراب وترجمہ حدیث:

نوٹ: اعراب اوپر حدیث پر لگا دیے گئے ہیں اور ترجمہ درج ذیل ہے:

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باندی حضرت میمونہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ مرد اپنی بیوی کا بوسہ لے جبکہ دونوں روزہ دار ہوں تو کیسا ہے؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب میں فرمایا: ان دونوں کا روزہ ٹوٹ گیا۔

(ب) روایات میں تعارض کا ارتفاع:

پہلی روایت سے حالت روزہ میں زوجین کے لیے بوس وکنار کی ممانعت جبکہ دوسری روایت سے جواز ثابت ہوتا ہے، اس طرح دونوں روایات میں تعارض ہوا؟ اس کے دو جواب ہیں جو حسب ذیل ہیں:

(۱) پہلی روایت حقیقت وممانعت پر محمول ہو جبکہ دوسری روایت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خصوصیت پر محمول ہو۔ لہٰذا تعارض نہ رہا۔

(۲) پہلی روایت سے مراد ایسے زوجین ہوں جو جوان ہونے کی وجہ سے اپنے جذبات پر قابو نہ پا سکتے ہوں اور قبلہ (بوس وکنار) مباشرۃ فاحشہ (وطی) کا باعث بن جائے اور دوسری روایت سے نمایاں ہے

کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر جذبات پر قابو پانے والا کوئی نہیں ہو سکتا۔ اس کی تائید حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کی اس روایت سے بھی ہوتی ہے جو سنن ابی داؤد میں مذکور ہے:

ان رجلا سال النبی صلی اللہ علیہ وسلم عن المباشرۃ للصائم فرخص لہ واتاہ آخر فسالہ فنہاہ فاذا الذی رخص لہ شیخ واذا الذی نہاہ شاب ۔

بیشک رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے ایک شخص نے حالت روزہ میں مباشرۃ کی اجازت طلب کی تو آپ نے اسے اجازت دے دی اور ایک دوسرا شخص حاضر ہوا اس کے اجازت طلب کرنے پر آپ نے اسے منع کر دیا۔ پس وہ شخص جسے اجازت دی گئی وہ بوڑھا تھا اور جسے منع کیا گیا وہ نوجوان تھا۔"

یاد رہے اس روایت میں "مباشرۃ" سے مراد وطی نہیں ہے بلکہ مجازی معنیٰ مراد ہے یعنی وطی کے علاوہ بوس و کنار اور لمس وغیرہ کا انتفاع حاصل کرنا۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆